www.poetrymania.com©

حصّہ سوم

تفسیر القرآن

www.poetrymania.com©

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ
وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
يَعْدِلُوْنَ ۝١ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا
وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ
تَمْتَرُوْنَ ۝٢ وَهُوَ اللّٰهُ فِي
السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ
سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ
مَا تَكْسِبُوْنَ ۝٣ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ
اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝٤ فَقَدْ كَذَّبُوْا
بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ
اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥
اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ
مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا
السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّجَعَلْنَا
الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ
قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس نے پیدا کیا آسمانوں
کو اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو اور نور کو پھر
جو کافر ہوئے برابر کرتے ہیں (اصنام کو) اپنے
پروردگار سے (۱) وہ تو وہ ہے جس نے تم کو پیدا
کیا مٹی سے پھر مقرر کیا مرنے کا وقت اور مقرر کیا ہوا
وقت اُس کے پاس ہے (یعنی اُس کو معلوم ہے)
پھر تم شک کرتے ہو (۲) اور وہی خدا ہے آسمانوں
میں اور زمین میں جانتا ہے تمہارے چھپے اور کھلے
(کاموں) کو اور جانتا ہے جو تم کماتے ہو (۳)
اُن کے پاس کوئی نشانی اُن کے پروردگار کی
نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اُس سے
رُوگرداں ہوئے (۴) پھر بیشک جھٹلایا انہوں
نے سچ کو جب کہ وہ (یعنی سچ) اُن کے پاس آیا سو
قریب ہے کہ اُن کے پاس اُن کی خبریں آویں گی جس کے ساتھ وہ
ٹھٹھا کرتے تھے (۵) کیا اُن کو خبر نہیں کہ ہم نے اُن سے
پہلے کتنوں کو اگلے زمانہ کی قوموں میں سے ہلاک کر ڈالا
جن کو ہم نے زمین میں ایسی قدرت دی تھی کہ تم کو ویسی
قدرت نہیں دی اور ہم نے اُن پر موسلادھار برسنے والے
بادل بھیجے اور ہم نے نہریں پیدا کیں جو اُن کے (کھیتوں کے)
نیچے بہتی تھیں پھر ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک
کر ڈالا اور اُن کے بعد اور لوگوں کو نئے پیدا کیا (۶)

(۱) (الحمد للہ الذی) اس تمام سورۃ میں تاکے لوگ زیادہ تر مخاطب ہیں مشرکین
عرب خدا کو جانتے تھے مگر بتوں کو خدا کی برابر کرتے تھے اور خدا کی مانند بتوں کی پرستش کرتے
تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توحید ذات باری اور توحید صفت باری اور توحید فی العباد

www.poetrymania.com©

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ
فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾
وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ
وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ
الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ
رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا
يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ
بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ
بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا
فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ
مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ
الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ
خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَهٗ مَا سَكَنَ
فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾

اور اگر ہم تجھ پر اتارتے کاغذ میں لکھا ہوا پھر وہ اس کو
اپنے ہاتھوں سے چھو لیتے تو بھی جو لوگ کافر ہوئے
کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا اور کچھ نہیں ہے ﴿۷﴾
انہوں نے کہا کیوں نہیں اتارا گیا اس پر (یعنی پیغمبر
پر) فرشتہ، اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتارتے تو کام
پورا ہو جاتا پھر تامل میں ڈالے جاتے ﴿۸﴾ اور اگر
ہم اس کو (یعنی پیغمبر) ہی کو فرشتہ کر دیتے (یعنی
فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجتے) تو اس کو بھی آدمی کی صورت
میں بناتے تو ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جو شبہ کہ اب
وہ کرتے ہیں ﴿۹﴾ اور بیشک ٹھٹھا کیا گیا ہے
رسولوں کے ساتھ تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا ان لوگوں
کو کافروں میں سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اس چیز نے
جس کے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے ﴿۱۰﴾ کہدے (اے
پیغمبر) کہ سیر کرو زمین میں (یعنی ملکوں میں) پھر دیکھو
کہ کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا ﴿۱۱﴾ کہ (یعنی
پوچھ اے پیغمبر کافروں سے) کس کے لئے ہے جو کچھ
کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں، کہ (یعنی ان کو
بتا دے) کہ اللہ کے لئے ہے، لکھی ہے اس نے اپنے
اوپر رحمت، بیشک اکٹھا کریگا تم سب کو قیامت کے
دن میں جس میں کچھ شک نہیں، جن لوگوں نے اپنے
تئیں آپ نقصان پہنچایا تو وہ ایمان نہیں لانے
کے ﴿۱۲﴾ اور اسی کے لئے ہے جو کچھ کہ ٹھیرتا ہے
رات میں اور دن میں، اور وہ سننے والا ہے
جاننے والا ﴿۱۳﴾

کی ہدایت فرماتے تھے جو ان کے اعتقادات اور بتوں کی پرستش کے برخلاف تھی اس کو
نہ مانتے تھے اور آنحضرت کی ہدایت پر خدا کی طرف سے ہونے میں شک کرتے تھے اور
اپنی جہالت سے ان امور کا ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور معجزہ کے چاہتے

www.poetrymania.com©

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ
قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ
اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۴) قُلْ اِنِّيْٓ
اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ
يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۵) مَنْ يُّصْرَفْ
عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ
رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْمُبِيْنُ (۱۶) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ
لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ
بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷) وَهُوَ الْقَاهِرُ
فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ
الْخَبِيْرُ (۱۸) قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ
شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ
لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ
اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ
اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ (۱۹)

کہدے اے پیغمبر ان مشرکین کو جو تجھ کو بتوں کی طرف مائل کرنا چاہتے ہیں کہ کیا میں خدا کے سوا دوسرے کو دوست بناؤں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہی رزق دیتا ہے اور اُس کو رزق نہیں دیا جاتا، کہدے کہ بیشک مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں ہوں پہلا شخص جو اسلام لایا اور (یہ حکم ہوا ہے) کہ تو مشرکوں میں سے مت ہو (۱۴) کہدے کہ بیشک میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے پروردگار کی۔ بڑے دن کے عذاب سے (۱۵) جو شخص کہ اُس سے اُس دن عذاب روک رکھا جاوے تو بیشک خدا نے اُس پر مہربانی کی، اور یہی ہے کھلی ہوئی مراد پانی (۱۶) اور اگر خدا تجھ کو ضرر پہنچاوے تو کوئی اُس کا دور کرنے والا نہیں سوائے اُسی کے، اور اگر تجھ کو بھلائی پہنچاوے تو وہ سب چیز پر قادر ہے (۱۷) اور وہ قدرت رکھنے والا ہے اپنے بندوں پر اور حکمت والا ہے خبر رکھنے والا (۱۸) کہدے (اے پیغمبر کافروں سے) کہ کونسی چیز سب سے بڑی شہادت میں ہے، کہدے کہ اللہ، وہ شاہد ہے مجھ میں اور تم میں، اور وحی کیا گیا ہے مجھ کو یہ قرآن تاکہ میں اُس سے تم کو تنبیہ کروں اور اُن کو جن کے پاس اُس کی خبر پہنچی، کیا تم شہادت دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ اور خدا ہیں، کہدے کہ میں شہادت نہیں دیتا، کہدے کہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدائے واحد ہے اور بیشک میں بری ہوں اُس چیز سے کہ تم شریک کرتے ہو (۱۹)

تھے جو فطرت اللہ کے برخلاف تھی۔ انہی باتوں کا اس سورۃ کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ مشرکین عرب مغرور بھی تھے اور وہ اپنی عظمت اور دولت پر گھمنڈ رکھتے تھے۔ آنحضرت

www.poetrymania.com©

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٢٥﴾

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو جن لوگوں نے اپنے تئیں آپ نقصان پہنچایا تو وہ ایمان نہیں لانے کے (۲۰) اور کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جس نے جھوٹ بہتان خدا پر باندھا یا اُس کی نشانیوں کو جھٹلایا بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے (۲۱) اور جس دن ہم اُن سب کو اکٹھا کرینگے پھر ہم کہینگے اُن لوگوں سے جو شرک کرتے ہیں کہ کہاں ہیں تمہارے شریک جن پر تم گھمنڈ کرتے تھے (۲۲) پھر اُن کو اور کچھ بہانا بجز اس کے نہ ہوگا کہ کہینگے خدا کی قسم اے ہمارے پروردگار ہم مشرک نہ تھے (۲۳) دیکھ کس طرح اُنہوں نے اپنے پر آپ جھوٹ باندھا اور کھویا گیا اُن سے جو کچھ کہ اُنہوں نے افترا کیا تھا (۲۴) اور اُن میں سے کوئی شخص کان لگاتا ہے تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دئے ہیں اُس کے سمجھنے سے اور اُن کے کانوں میں بہرا پن ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی اُن پر ایمان نہ لاوینگے یہاں تک کہ جب تیرے پاس آوینگے تو کج بحثی کرینگے جو لوگ کافر ہوئے کہتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے مگر اگلوں کی کہانیاں (۲۵)

صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس لئے خدا نے ان کو بتایا کہ تم سے بھی زیادہ قوی اور باحشمت قومیں جو نہایت سرسبز و شاداب ملکوں میں تھیں وہ بھی اپنے گناہوں کے سبب برباد ہوگئیں۔ پھر خدا نے اُن کے شبہوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ اگر وہ ناممکن چیزیں ہو بھی جاویں جو وہ چاہتے ہیں تب بھی وہ لوگ ایمان نہیں لانے کے اور جو رنج و اذیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی باتوں سے پہنچتی تھی انبیاء سابق کی مثال سے آنحضرت کو تسکین دی ہے +

www.poetrymania.com©

وهم ينهون عنه وينئون عنه وإن يهلكون إلا أنفسهم وما يشعرون (۲۶) ولو ترى إذ وقفوا على النار فقالوا يليتنا نرد ولا نكذب بايت ربنا ونكون من المؤمنين (۲۷) بل بدا لهم ما كانوا يخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وإنهم لكذبون (۲۸) وقالوا إن هي إلا حياتنا الدنيا وما نحن بمبعوثين (۲۹) ولو ترى إذ وقفوا على ربهم قال أليس هذا بالحق قالوا بلى وربنا قال فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون (۳۰) قد خسر الذين كذبوا بلقاء الله حتى إذا جاءتهم الساعة بغتة قالوا يحسرتنا على ما فرطنا فيها وهم يحملون أوزارهم على ظهورهم ألا ساء ما يزرون (۳۱)

اور وہ (اَوروں کو) اُس سے منع کرتے ہیں اور خود بھی اُس سے الگ رہتے ہیں، اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں جانتے (۲۶) اور اگر تو دیکھے جب وہ آگ پر کھڑے ہوں تو کہینگے اے کاش ہم پھر جاویں اور نہ جھٹلاویں اپنے پروردگار کی نشانیوں کو اور رہویں ایمان والوں میں سے (۲۷) بلکہ اُن کو ظاہر ہو گیا جو کچھ کہ اس سے پہلے چھپاتے تھے اور اگر وہ پھر بھیجدیئے جاویں تو وہی کرینگے جس سے اُن کو منع کیا گیا تھا بیشک وہ جھوٹے ہیں (۲۸) اور اُنہوں نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر دنیا کی زندگی اور ہم نہیں پھر اُٹھنے والے (۲۹) اور اگر تو دیکھے جبکہ وہ کھڑے کئے جاوینگے اپنے پروردگار کے سامنے (خدا) کہیگا کہ کیا یہ سچ نہیں ہے، کہینگے ہاں قسم ہمارے پروردگار کی، (خدا) کہیگا پھر چکھو عذاب بدلے اُس کے جو تم کفر کرتے تھے (۳۰) بیشک نقصان میں پڑے جن لوگوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو، یہاں تک کہ جب یکایک اُن کے پاس وہ گھڑی آویگی تو کہینگے اے ہم پر افسوس ہماری اُس تقصیر پر جو ہم نے اُس میں کی، اور وہ اُٹھائینگے بوجھ اپنی پیٹھوں پر، جان لو بُرا ہے وہ جو اُٹھائینگے (۳۱)

(۳۷) (وقالوا لولا انزل علیہ آیۃ) اس آیت سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا یعنی جس کو کفار یا عام لوگ معجزہ سمجھتے ہیں کیونکہ اگر کوئی معجزہ ہوتا تو کفار یہ نہ کہتے کہ کیوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی معجزہ نہیں اُتارا گیا +

تفسیر کبیر میں ان آیتوں کی شان نزول میں ابن عباس کی روایت سے لکھا ہے ۔ کہ

www.poetrymania.com©

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾	اور دُنیا کی زندگی کیا ہے مگر لہو و لعب (یعنی چند روزہ بیہودہ خوشی) اور بیشک دارِ آخرت بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے ﴿۳۲﴾

حرث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف معہ چند قریش کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اُن سب نے کہا کہ اے محمدؐ اللہ کے پاس سے کوئی معجزہ لاؤ جیسے کہ انبیاء کیا کرتے تھے تو ہم تم پر ایمان لائیں مگر خدا نے معجزہ بھیجنے سے انکار کیا کیونکہ خدا کے علم میں تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے +

جن لوگوں نے مذکورہ بالا آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس کوئی معجزہ نہ تھا اُن کو امام فخر الدین رازی نے ملحد قرار دیا ہے اور اُن کا جواب اس طرح دیا ہے کہ خود قرآن ہی بہت بڑا معجزہ ہے کہ باوجودیکہ کافروں سے کہا گیا کہ مثل اس کے لاؤ اور وہ نہ لاسکے۔ ممکن ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اگر قرآن معجزہ تھا تو پھر کافروں نے یہ کیونکر کہا کہ "کیوں نہیں اُتاری گئی پیغمبر پر کوئی نشانی" تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کا کئی طرح پر جواب دینگے اول یہ۔ کہ لوگوں نے دشمنی سے قرآن کو معجزہ نہ ٹھیرایا ہوگا اور کہا ہوگا کہ یہ تو کتاب کی قسم سے ہے اور کتاب معجزات کی قسم میں سے نہیں ہے جیسے کہ توریت و زبور و انجیل اور اسی شبہ کے سبب سے اُنہوں نے وہ کہا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اُنہوں نے معجزات قاہرہ طلب کئے ہونگے جیسے کہ اور انبیا کے پاس تھے مثل سمندر کے چیر دینے اور پہاڑ کے سر پر معلق ہو جانے اور مردوں کے زندہ کرنے کے۔ تیسرے یہ کہ اُنہوں نے ضد سے علاوہ معجزات موجودہ کے اور معجزے طلب کئے ہونگے جیسے فرشتوں کا اُترنا یا آسمان کے ٹکڑے کا ٹوٹ پڑنا۔ چوتھے یہ کہ یا اُنہوں نے آسمان پر سے پتھروں کا برسنا یا اور عذاب کا اُترنا چاہا ہوگا کیونکہ یہ سب باتیں آیت کے لفظ میں شامل ہیں +

پھر امام صاحب کافروں کے مطلوبہ معجزات نہ نازل کرنے کی وجہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب خدا تعالےٰ نے قرآن مجید بہت بڑا معجزہ دیا تھا تو اس پر اور معجزہ طلب کرنا ضد اور خدا پر تحکم کرنا تھا کہ نے اور رد کرنے میں خدا اپنی مرضی کا مختار ہے وہ لوگوں کی خواہشوں کے مطابق نہیں کرتا تھا اُن کا سوال قبول کیا جانا نہ کیا۔ علاوہ اس کے اگر اُن کے اُن سوالوں کو پورا کر دیتا تو وہ ایک اور معجزہ چاہتے جب بھی پورا ہو جاتا تو اور چاہتے اور اس کی کچھ انتہا نہ ہوتی اس لئے پہلی ہی دفعہ یہ باب بند کر دیا۔ سوائے اس کے اگر خدا تعالےٰ نے اُن کے مطلوبہ معجزات کو نازل کرتا اور

www.poetrymania.com©

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰىٓ اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

بیشک ہم جانتے ہیں کہ بیشک تجھ کو رنجیدہ کرتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں پھر وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے ولیکن یہ ظالم اللہ کی نشانیوں سے ہٹ دھرمی کرتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور بیشک جھٹلائے گئے ہیں پیغمبر تجھ سے پہلے پھر انہوں نے صبر کیا اس پر کہ جھٹلائے گئے اور ایذا دی گئی یہاں تک کہ ہماری مدد اُن کے پاس آئی، اور کوئی نہیں بدلنے والا خدا کی باتوں کو، اور بیشک تیرے پاس آئی ہیں پیغمبروں کی خبروں میں سے ﴿۳۴﴾

اگر وہ ایمان نہ لاتے تو سب کو نیست و نابود کر ڈالتا پس خدا نے بمقتضائے رحمت کے اُن کو نازل نہیں کیا۔ اور یہ بھی ہے کہ خدا جانتا تھا کہ وہ لوگ ان معجزات کو فائدہ کی غرض سے نہیں طلب کرتے تھے بلکہ ضد سے طلب کرتے تھے اور خدا کو معلوم تھا کہ وہ ایمان نہیں لانے کے +

مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں صاف صاف بیان کیا ہے

اما شق القمر فعندنا لیس من المعجزات انما ھو من آیات القیامۃ کما قال اللہ تعالٰی اقتربت الساعۃ وانشق القمر ولکنہ صلے اللہ علیہ وسلم اخبر عنہ قبل وجودہ فکان معجزۃ من ھذا السبیل + + + + ولم یذکر اللہ سبحانہ شیئا من ھذہ المعجزات فی کتابہ ولم یشر الیھا قط لسر یدیع وھو ان القرآن انما ھو من الاسم فلا یذکر فیہ ما ھو من تحتہ (تفہیمات الٰہیہ)

کہ قرآن مجید میں کسی معجزہ کا ذکر نہیں ہے اور شق قمر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ معجزہ نہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک شق قمر معجزات میں سے نہیں ہے ہاں وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ قریب ہوئی ساعت اور پھٹ گیا چاند لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ہونے سے پہلے اُس کی خبر دی ہے اس راہ سے معجزہ ہے + + + اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے ان معجزات میں سے کچھ بھی اپنی کتاب (یعنی قرآن) میں ذکر نہیں کیا اور نہ مطلق اُس کی طرف اشارہ کیا ہے، اس میں نادر بھید یہ ہے کہ قرآن تو اسم ذات کا ہے (اور شاہ صاحب نے معجزات کو اشراقات میں داخل کیا ہے جو اسم ذات سے کم درجہ ہے اس لئے انہوں نے فرمایا کہ) پس جو چیز کہ اُس کے ماتحت ہے اُس کا ذکر اُس میں نہیں ہو سکتا +

مگر تعجب یہ ہے کہ اگر شاہ صاحب کے نزدیک کسی نبی کے معجزہ کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہوتا

www.poetrymania.com©

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۳۵﴾

اور اگر تجھ پر گراں گذرتا ہے اُن کا مُنہ پھیرنا، پھر اگر تو کرسکے کہ ڈھونڈ نکالے ایک سرنگ زمین میں یا ایک سیڑھی آسمان میں پھر لے آوے اُن کے پاس کوئی نشانی (تو بھی ایمان نہ لاوینگے) اور اگر خدا چاہے تو اُن سب کو ہدایت پر اکٹھا کر دے پھر نادانوں سے ہرگز مت ہو (۳۵)

تو اس وقت اُن کی یہ دلیل صحیح ہو سکتی تھی لیکن جب کہ شاہ صاحب اور انبیاء کے معجزات کا ذکر قرآن مجید میں تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ تفہیمات کے متعدد مقاموں سے پایا جاتا ہے تو یہ بھید ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ قرآن مجید میں بلحاظ اس بھید کے اور پیغمبروں کے معجزوں کا تو ذکر ہو اور بلحاظ اس بھید کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا ذکر نہ ہو +

غرضکہ امام صاحب نے اس بحث کو اُسی طریقہ پر کیا ہے جیسے کہ ہمارے ہاں کے قدیم علما کا طریقہ ہے اور شاہ صاحب نے اُس کو تصوف کے سانچہ موہوم میں ڈھالنا چاہا ہے مگر اس زمانہ کے لوگوں کو ایسی تقریروں سے تشفی نہیں ہوتی اور جب تک اصل حقیقت صاف صاف نہ بتائی جاوے دل کو طمانیت نہیں رہتی +

قرآن مجید میں اس آیت میں اور اَور متعدد آیتوں میں جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے اور نہایت صفائی سے اصل حقیقت کو بتا دیا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ کرامت کا اور انبیاء کے ساتھ معجزہ کا خیال فطرت کے ایک بڑے لمبے سلسلہ سے مربوط ہے جب تک کہ اُس سلسلہ پر ابتدا سے بغور کامل نظر نہ ڈالی جاوے اور قرآن مجید کی آیتوں کے ساتھ اُس کو تطبیق دی جاوے اُس وقت تک نہ معجزہ کی اور نہ کرامت کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور نہ اس آیت کی اور نہ قرآن مجید کی اور آیتوں کی جو شل اُس کے ہیں اصلی مراد و حقیقت کھلتی ہے اور نہ اُن لوگوں کے دلوں کو جو اصلی حقیقت کی تلاش میں ہیں تسلی ہوتی ہے پس اول ہم فطرت کے اُس سلسلہ کو مختصر طور پر بیان کرینگے اور اُس کے بعد قرآن مجید کی آیتوں کو اُس سے تطبیق دینگے۔ اور اسی کی ضمن میں انسان کے اُن خیالات کی غلطی ظاہر کر دینگے جو انبیاء علیہم السلام میں انسانوں سے بڑھ کر بجز نبوت کے سوا کسی اَور چیز کا ہونا بطور دلیل اُن کی نبوت کے ضروری سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں کے سمجھانے کے لئے اول فطرت کی اُن باتوں کی طرف توجہ دلانا ضرور ہے جن سے مخلوقات کا سلسلہ نبوت کے سلسلہ تک ملا ہوا ہے +

تمام مخلوقات میں انسان ہو یا حیوان۔ شجر ہو یا حجر۔ سب میں خدا نے ایک فطرت

www.poetrymania.com©

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾	اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردے (یعنی کافر) اُن کو اُٹھاویگا اللہ پھر اُس کے پاس لیجائے جاوینگے ﴿۳۶﴾

رکھی ہے، اور اُس کے اثر بغیر کسی کے بتانے اور بغیر کسی سکھلانے والے کے سکھانے اُسی فطرت کے مطابق ہوتے رہتے ہیں۔ اس ودیعت فطرت کو بعض علمائے اسلام نے الہامات طبعی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مگر خدا تعالٰے نے اُس کو وحی سے تعبیر کیا ہے جہاں فرمایا ہے "واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون (النحل آیت ۷۰) یہ وحی جبرئیل یا خدا کا اور کوئی فرشتہ شہد کی مکھی کے پاس لیکر نہیں گیا تھا بلکہ خود خدا اُس کے پاس لیجانے والا یا اُس میں ڈالنے والا تھا +

اب دیکھو کہ اس وحی نے شہد کی مکھی میں کیا کیا؟ کس طرح اُس نے پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھنے بلند درختوں کی ٹہنیوں میں اور کس حکمت سے چھتہ لگایا۔ اور کس دانائی سے اُس میں چھوٹے چھوٹے مسدس خانے بنائے۔ پھر کس طرح عمدہ سے عمدہ شفابخش پھولوں سے رس چوس کر لائی۔ اور کس طرح اُس سے میٹھا شہد نکالا جس کے مختلف رنگ ہیں۔ پھر کس طرح اُن مسدس خانوں کو اُس سے بھرا جس کی نسبت خدا نے فرمایا کہ "فیہ شفاء للناس" +

ایک چھوٹے سے زرد رنگ کے جانور بئے کو دیکھو کہ اُس وحی یا فطرت نے اس میں کیا کر دکھایا ہے۔ کس حکمت سے وہ اپنا گھونسلا بناتا ہے۔ دشمنوں سے محفوظ رکھنے کو کس قدر اونچے کانٹوں دار درختوں میں لٹکاتا ہے، اندھیری برسات کی راتوں میں کس طرح پٹ بیجنے کا چراغ اپنے گھونسلے میں جلاتا ہے۔ بجز اُس وحی کے اور کس نے اس کو بتایا ہے کہ وہ فاسفورس دار کیڑا صرف روشنی دیتا ہے اور گھونسلا نہیں جلاتا +

اس کے سوا اور پرندوں کو دیکھو کس طرح جوڑا جوڑا ہو کر رہتے ہیں، اپنے انڈوں کو دونوں مل کر کس طرح سیتے ہیں، ایسی معتدل حرارت اُن کو پہنچاتے ہیں کہ بڑے سے بڑے حکیم سے بھی نہیں ہوسکتی۔ پھر بچہ کس طرح انڈے کو کھٹک کر نکلتا ہے۔ پھر کس طرح وہ دونوں اُس کو پالتے ہیں جب بڑا ہو جاتا ہے تو اُڑ جاتا ہے اور وہی کرتا ہے جو اُس کے ماں باپ کرتے تھے +

چرندوں کا بھی یہی حال ہے وہ بھی اُسی وحی کے مطابق جو اُن کو دی گئی ہے کام کرتے ہیں اپنا چارہ ڈھونڈ لیتے ہیں، پانی تلاش کر لیتے ہیں دشت بعید فاصلہ سے پانی کی بو سونگھ لیتا ہے۔ حربہ کے جو اوزار اُن کے پاس ہیں موقع پر کام لاتے ہیں دشمن سے اپنی جان بچاتے ہیں، بکری نے گو کبھی بھیڑیا نہ دیکھا ہو مگر پہلی ہی دفعہ دیکھ کر کانپتی ہے اور جان بچانے کو بھاگتی ہے۔ یہ

www.poetrymania.com©

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾	اُنہوں نے کہا کیوں نہیں اُتاری گئی اُس پر (یعنی پیغمبر پر) کوئی نشانی (یعنی معجزہ) اس کے پروردگار کی طرف سے کہدے کہ بیشک خدا اس پر قادر ہے کہ اُتارے کوئی نشانی ولیکن اُن میں کے اکثر نہیں جانتے ﴿۳۷﴾

سب کرشمے اُسی وحی ربانی کے ہیں جو قادر مطلق ہمہ قدرت نے اُن کو عطا کی ہے +

انسان بھی مثل اُن کے ایک خلوق ہے وہ بھی اُس وحی کے عطیہ سے محروم نہیں رہا، مگر جس طرح مختلف قسم کے حیوانوں کو بقدر اُن کی ضرورت کے اُس وحی کا حصہ ملا ہے اسی طرح انسان کو بھی بقدر اُس کی ضرورت کے حصہ عطا ہوا ہے +

انسان جس شکل وشمائل اور ترکیب اعضا پر پیدا ہوا ہے وہ بظاہر اُس میں منفرد نہیں ہے بلکہ اُس سے کم درجہ کی بھی ایسی مخلوق پائی جاتی ہے جو بظاہر اُسی کی سی شکل وشمائل رکھتی ہے۔ اس سے مراد میری اُس مخلوق سے ہے جو انسان کے مشابہ ہے مگر انسانی تربیت کا مادہ نہیں رکھتی لیکن اس مقام پر میری بحث اُس شکل وشمائل کے انسان سے ہے جس میں انسانی تربیت کا مادہ بھی ہے۔ کیونکہ خدا کا خطاب بھی اُن ہی سے ہے نہ اُن سے جو حقیقت میں انسان نہیں ہیں بلکہ انسان سے کم درجہ میں اور بندروں کے سلسلہ میں داخل ہیں +

آب وہوا اور ملک کی حالت سے جہاں انسان رہتا ہے یا ایسے مقامات سے جہاں گو انسان پایا جاتا ہے مگر درحقیقت عمرانات میں شمار نہیں ہو سکتے انسان کی ضروریات میں بہت کچھ تغیر وتبدل ہو جاتا ہے مگر میں ان عارضی تبدیلات کو بھی اپنی اس بحث میں دخل نہ دونگا بلکہ انسان من حیث الانسان سے بمقتضائے اُس کی جبلت انسانی کی بحث کرونگا +

اب ہم انسان کا حیوان سے مقابلہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ انسان بمقابل حیوان کے اس وحی کا کس قدر زیادہ حصہ پانے کا مستحق تھا اور کن کن امور کے لئے +

ہم انسان اور حیوان دونوں میں بھوک اور پیاس کی خواہش پاتے ہیں مگر دونوں میں یہ فرق دیکھتے ہیں کہ حیوانوں کی اُس خواہش کے پورا کرنے کا تمام سامان خود خدا نے اُن کے لئے مہیا کر دیا ہے خواہ وہ جنگل میں رہتے ہوں یا پہاڑ میں خواہ وہ گھانس کھاتے ہوں یا دانہ چگتے ہوں، زمین کے کیڑے کوڑے کھاتے ہوں یا نہایت عمدہ تیار و فربہ جانوروں کا گوشت جہاں وہ ہیں سب کچھ اُن کے لئے مہیا ہے +

انسان کے لئے اُس کی اُن خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے بغیر اُس کی محنت و تدبیر کے کوئی چیز بھی مہیا نہیں یا یوں کہو کہ نہایت ہی کم مہیا ہے اُس کو خود اپنی غذا پیدا کرنی چاہیے

www.poetrymania.com©

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾	اور نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں پر اُڑتا ہے بجز اس کے کہ مثل تمہاری جماعتیں ہیں ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر اپنے پروردگار کے پاس اکٹھے کئے جاوینگے ﴿۳۸﴾

جب کہ وہ پانی کے چشموں سے دُور ہے تو خود اس کو پانی بھی پیدا کرنا چاہئے +

جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کا لباس خود اُن کے ساتھ ہے جو جاڑے اور گرمی میں تبدیل ہوتا رہتا ہے چھوٹی سی چھوٹی تیتریوں کا ایسا خوبصورت لباس ہے کہ بڑی سے بڑی شہزادی کو بھی نصیب نہیں مگر انسان ننگا پیدا ہوا ہے اُس کو خود اپنی تدبیر سے اپنی محنت سے اپنے لئے آپ گرمی و جاڑہ کا لباس پیدا کرنا ہے +

یہ ضرورتیں انسان کی فرداً فرداً پوری نہیں ہوسکتیں اور اس لئے اُس کو اپنے ہمجنسوں کے ساتھ جمع ہوکر رہنے اور ایک دوسرے سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے بہت قسم کے جانور بھی ہیں جو ایک جگہ جمع ہوکر رہتے ہیں مگر اُن کو آپس کی استعانت کی حاجت نہیں انسان ہی یک ایسا مخلوق ہے جو اپنے ہمجنسوں کی استعانت کا محتاج ہے +

اس طرح پر باہم ملکر رہنے کی ضرورت اور بہت سی ضرورتوں کو پیدا کر دیتی ہے اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ مجمع آپس میں کس طرح پر برتاؤ اور معاشرت کرے۔ کس طرح اپنے گھروں کو آراستہ کریں اور کس طرح اُن کا انتظام کریں۔ اُن قوے کو جو خدا نے اُن میں پیدا کئے ہیں اور جن سے توالد اور تناسل ہوتا ہے کس طرح پر کام میں لاویں۔ اُن مقاصد کے انجام کے لئے کس طرح سرمایہ پیدا کریں اور جو پیدا کیا ہے اُس کو کس طرح بغیر دوسرے کی مزاحمت کے اپنے صرف میں لاویں جس سے دوسرے کو نقصان نہ پہنچے۔ اُس مجمع کا مجموع من حیث المجموع کس طرح پر انتظام رہے۔ کسی دوسرے ویسے ہی مجمع کی دستدرازی اور زیادتی سے کس طرح محفوظ رہے +

یہ ضرورتیں انسان میں ایک اور قوت کی ودیعت ہونے کی ضرورت کو پیش کرتی ہیں جس کو عقل انسانی یا عقل کامل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ وہی ودیعت ہے جس سے انسان چند واقعات وقوعی یا مقدماتِ ذہنی سے ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے اور جزئیات کی تتبع سے کوئی کلیہ یا قاعدہ بناتا ہے یا قاعدہ کلیہ سے جزئیات کو حاصل کرتا ہے۔ ابتدا سے یعنی جب سے کہ انسان نے انسانی جامہ پہنا ہے وہ اس ودیعت کو کام میں لاتا رہا ہے اور جب تک کہ وہ ہے کام میں لاتا رہیگا +

www.poetrymania.com©

وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُکْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ مَنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یُضْلِلْہُ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْہُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾	اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو بہرے گونگے ہیں اندھیروں میں جس کو خدا چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو سیدھی راہ پر کرتا ہے ﴿۳۹﴾

یہی ودیعت ہے جس نے انسان کو نئی نئی ایجادوں اور حقایق اشیا کی تحقیقاتوں اور علوم وفنون کے مباحثوں پر قادر کیا ہے، یہی ودیعت ہے جس سے انسان انبساط کی طرف مائل ہوتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ کن محسوس اور ذہنی چیزوں سے وہ خوشی حاصل کرسکتا ہے پھر وہ اُن کے جمع کرنے اور ترتیب دینے یا ایجاد کرنے میں کوشش کرتا ہے یہی ودیعت ہے جس سے انسان کا دل ہر ایک واقعہ کی نسبت اس طرف مائل ہوتا ہے کہ یہ کیوں ہؤا اور پھر اس سے کیا ہوگا، یہی ودیعت ہے جس کے سبب سے انسان کے دل میں خالق کا، سزا وجزا کا، معاد کا، خیال پیدا ہوتا ہے +

وہ اپنے چاروں طرف اپنے سے بہت زیادہ قوی، مہیب، زبردست مخلوقات کو دیکھتا ہے اور اُس کے دل میں ایک اعلےٰ اور قوی زبردست وجود کا خیال پیدا ہوتا ہے اُس کے سامنے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جن کا ظاہر میں کوئی کرنے والا معلوم نہیں ہوتا، بیماریوں دباؤں قحطوں میں وہ مُبتلا ہوتا ہے اچھا موسم اور عمدہ فصلوں اور صحت وتندرستی کا زمانہ اُس پر گذرتا ہے اور اس اختلاف کے اسباب سے بہت کم واقف ہوتا ہے وہ اُس کو کسی ایسے وجود غیر معلوم سے منسوب کرتا ہے جس کے اختیار میں اُن کا کرنا تسلیم کرتا ہے ۔ پھر اُس غیر معلوم وجود سے خوف کھاتا ہے اور بھلائی کو اُس کی خوشی اور بُرائی کو اُس کی خفگی کا سبب قرار دیتا ہے ۔ پھر اُس غیر معلوم وجود کی خوشی حاصل کرنے اور اُس کی خفگی سے بچنے کی تدبیریں سوچتا ہے ۔ وہ فکر کرتا ہے کہ میں کون ہوں اور اخیر میں کیا ہونگا اور آخر کار اعمال کی جزا وسزا کا اور ایک قسم کی معاد کے یقین پر مائل ہوتا ہے +

یہ تمام خیالات جو بذریعہ وحی کے یا فطرت کے انسان میں پیدا ہوتے ہیں ماضی کے گذشتہ اور آیندہ نسلوں کے آنے اور برابر سنتے رہنے سے دلوں میں ایسے منقش ہوجاتے ہیں کہ بدیہات سے بھی اُس کا درجہ زیادہ ہوجاتا ہے ۔ اور جس طرح انسان کی حالت کو ترقی ہوتی جاتی ہے اُسی طرح اُن باتوں کو بھی جو فطرت نے اُس کو سکھائی ہیں ترقی ہوتی رہتی ہے ۔ بلکہ اُن فطرتی باتوں کا ترقی پانا ہی انسان کی ترقی کہلاتی ہے +

پس جب اس طرح اس انسانی پُتلے پر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام چیزیں جن کو انبیاء علیہم السلام اور حکمائے علیہم الرحمۃ نے دنیا میں قایم کیا ہے اور جن کو ہم ۔ علم معاش ۔ علم تمدن ۔ علم سیاست مدن ۔ علم تدبیر منزل ۔ علم معاشرت ۔ علم المعاملات والاحکام ۔ علم الدین یا ادیان ۔

www.poetrymania.com©

قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾	کہ (اے پیغمبر) کیا دیکھا ہے تم نے اپنے لئے اگر تم پر اللہ کا عذاب آوے یا تم پر بری گھڑی آوے کیا خدا کے سوا اور کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو ﴿۴۰﴾

علم البر والاثم ۔ علم المعاد والآخرت ۔ سے تعبیر کرتے ہیں وہی ہیں جن کی خود خدا نے انسان میں وحی ڈالی ہے یا اُن کو خود اُس کی فطرت میں رکھا ہے +

یہ حقیقت زیادہ تر وضاحت اور تعجب انگیز طریقہ سے منکشف ہوتی ہے جب کہ تمام دنیا کے انسانوں کو جہاں تک کہ ہم کو اُن سے واقفیت ہے باوجود اُن کی زبان ۔ اُن کی قوم ۔ اُن کے ملک ۔ اُن کی صورت ۔ اُن کی رنگت ' کے اختلاف کے بہت سی باتوں میں متفق پاتے ہیں گو طریقۂ عمل میں کچھ اختلاف ہو مثلاً ۔ معبود کا یقین ۔ اُس کی پرستش کا خیال ۔ موت کے بعد اعمال کی جزا و سزا ۔ دوسرے جہان کا وجود ۔ کسی نبی یا رہنماے روحانی کا ہونا ۔ دنیاوی معاملات میں ۔ تزوّج ۔ سرگروہ کا مقرر کرنا اور اس کے تابع رہنا ۔ افعال میں ۔ رحم دلی ہمدردی ۔ سچائی کا اچھا سمجھنا ۔ زنا ۔ چوری ۔ قتل ۔ جھوٹ کو بُرا جاننا ، یہ اور اُس کے مثل اور بہت سے امور ہیں جن میں تمام دُنیا کے انسانوں کو متفق پاتے ہیں ۔ چند کا ان اتفاقوں میں سے مستثنیٰ ہونا جن کے اسباب بھی جدا ہیں اس کلیہ کے متناقض نہیں ہے +

یہ خیال کرنا کہ ان سبھوں نے ایک ایسے زمانہ میں جب کہ سب یکجا ہونگے ان باتوں کو سیکھا ہوگا اور متفق ہو جانے کے بعد بھی وہ اُن سب باتوں کو اپنے ساتھ لے گئے ایک ایسا خیال ہے کہ جس کا ثبوت موجود نہیں ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ناممکن ہے اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ وہ سب کسی زمانہ میں یکجا تھے تو بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کی افتراق نے اُن کی حالت کو (جو ضرور ہے کہ بے انتہا زمانہ کی مفارقت باعث ہوئی ہوگی) ایسا تبدیل کر دیا ہے کہ صورت میں رنگت میں طبیعت میں اعضا کی ساخت میں اُن کے جوڑ بند میں اُن کی زبان میں ایک تبدیل عظیم واقع ہوگئی ہے تو یہ کیونکر تسلیم ہو سکتا ہے کہ وہ خود تو بدل گئے مگر جو سبق اُنہوں نے سیکھا تھا وہ نسل در نسل نہ بھولے ۔ بلکہ برخلاف اس کے وہ اس بات کی دلیل ہو سکتی ہے کہ یہ توافق اُسی وحی یا فطرت کا باعث ہے جو خدا نے انسان کو ودیعت کی ہے +

مگر خدا نے اس فطرت کو جس کو ہم نے عقل انسانی یا عقل کل سے تعبیر کیا ہے ایسا نہیں بنایا کہ سب میں برابر ہو یا سب میں ایک سا اُس کا ظہور ہو بلکہ انسان کے پُتلے میں اُس کے اعضا کی بناوٹ اس طور پر بنائی ہے کہ اس فطرت کا ظہور بہ تفاوت اور بانواع مختلف ہوتا ہے پس اس فطرت سے جس شخص کو اعلےٰ درجہ کا حصہ اور جس نوع کا دیا جاتا ہے وہ اوروں کے لئے اُس نوع کا

www.poetrymania.com©

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾

بلکہ اسی کو پکارو گے پھر جس مصیبت کے لئے اُس کو پکارتے ہو اگر چاہے تو دُور کر دیتا ہے اور تم جن کو اُس کا شریک بناتے ہو بھول جاتے ہو (۴۱) اور بےشک ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے لوگوں کے پاس پھر ہم نے اُن کو پکڑا عذاب اور مصیبت سے شاید کہ وہ عاجزی کریں (۴۲)

ہادی اور پیشوا ہو جاتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے ایسے شخص کو مفہّم کے لقب سے ملقب کیا ہے وہ حجۃ اللہ البالغہ میں "تحت باب حقیقۃ النبوۃ و خواصہا" ارقام فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ "مفہمون مختلف استعداد کے اور کئی قسم کے ہوتے ہیں جس کو اکثر خدا کی طرف سے بذریعہ عبادت کے تہذیب نفس کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ کامل کہلاتا ہے۔ جس کو اکثر عمدہ اخلاق اور تدبیر منزل کے علوم کا القا ہوتا ہے وہ حکیم کہلاتا ہے جس کو سیاست کے امور کا القا ہوتا ہے اور وہ اُس کو عمل میں لاسکتا ہے وہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ جس کو ملاء اعلیٰ سے تعلیم ہوتی ہے اور اُس سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں وہ مؤید بروح القدس کہلاتا ہے۔ اور جس کے دل میں اور زبان میں نور ہوتا ہے اور اُس کی نصیحت سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں اور اُس کے حواریوں اور مریدوں پر بھی نور و سکینہ نازل ہوتا ہے وہ ہادی اور مزکی کہلاتا ہے۔ اور جو قواعد ملت کا زیادہ جاننے والا ہوتا ہے وہ امام کہلاتا ہے۔ اور جس کے دل میں کسی قوم پر آنے والی مصیبت کی خبر ڈال دی جاتی ہے جس کی وہ پیشین گوئی کرتا ہے یا قبر و حشر کے حالات کا اُس پر انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کا وعظ لوگوں کو سناتا ہے وہ منذر کہلاتا ہے۔ اور جب خدا اپنی حکمت سے مفہمین میں سے کسی بڑے شخص کو مبعوث کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں لاوے تو وہ نبی کہلاتا ہے"۔ بہرحال شاہ صاحب نے اس مطلب کو کسی لفظوں سے اور ہم نے کسی لفظوں سے تعبیر کیا ہو نتیجہ واحد ہے کہ انسانوں ہی میں سے جس درجہ اور جس نوع کی فطرت یا وحی خدا نے جس انسان میں ودیعت کی ہے وہ اور دل کے لئے اُس نوع کا ہادی یا رہنما ہوتا ہے۔ جس میں خدا نے اعلیٰ درجہ کی تہذیب نفس انسانی کی فطرت پیدا کی ہے خواہ اُس کو اُنہی لفظوں سے تعبیر کرو خواہ "وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" کے لفظوں سے وہ نبی ہوتا ہے گو کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں کیوں نہ ہو +

پس اب ایسی مخلوق کی نسبت جس میں خدا نے اس قدر کاموں اور متعدد درجوں کی فطرت پیدا کی ہو خیال کرو کہ وہ کیا کریگی۔ ضرور ہے کہ وہ اپنی تمدنی فطرت کے مقتضا سے ایک جگہ اکٹھا ہو کر رہیگی۔ اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ایسی معین آوازیں ظاہر کریگی جو اُس کے مافی الضمیر

www.poetrymania.com©

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾	پھر کیوں نہ انہوں نے عاجزی کی جب کہ اُن کے پاس ہمارا عذاب آیا و لیکن سخت ہو گئے اُن کے دل اور اچھا دکھلایا اُن کو شیطان نے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۴۳﴾

دال ہوں۔ جس طرح اُس کو مافی الضمیر کے اظہار کی زیادہ ضرورت پیش آتی جاوے گی اُن آوازوں کی بھی کثرت اور اُن میں تنوع اور اشتقاق پیدا ہوتا جاوے گا رفتہ رفتہ وہ اُس گروہ کی زبان قرار پاوے گی اور علم لغت اور علم اشتقاق اور صرف و نحو اور فصاحت و بلاغت سے مالامال ہو جاوے گی +

وہ سب اپنی زندگی بسر کرنے کے سامان مہیا کرنے کی فکر کرینگے دریاؤں اور ندیوں اور چشموں کے مقامات کو پانی میسر آنے کے لیے تلاش کرینگے اگر وہ ایسا موقع نہ پاوینگے تو زمین کھود کر پانی نکالینگے۔ ایک غریب بیکس عورت بھی اپنے بچے کے لیے پانی کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑتی پھرے گی۔ گو کہ چند روز جنگل کی اتفاقیہ پیداوار پر وہ اپنی زندگی بسر کریں مگر غلہ پیدا کرنے پر کوشش کرینگے زمین کو پھاڑینگے اگر کدال میسر نہ ہوگی تو درخت کے سوکھے نوکدار ٹہنی سے بہزار مشقت زمین چیرینگے اور بیج ڈالینگے۔ بدن ڈھانکنے کی کوشش کرینگے۔ درختوں کے پتے ہی پہنینگے جانوروں کی کھالوں کے تہبند باندھینگے اپنے کھیت میں دوسرے کو نہ آنے دینگے اپنے غلہ کی حفاظت چرند پرند سے انسان سے ہر طرح پر کرینگے۔ رفتہ رفتہ زراعت کے قواعد اور حقوق کی بنیاد اور اُس کے قوانین قایم ہو جاوینگے اور جس طرح اُس کو ترقی ہوتی جاوے گی اُسی طرح ان سب باتوں میں جو معاش کے ذریعے ہیں ترقی ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ انگوری باغ لگا دینگے اور اُس سے شراب بنا دینگے اور اُس کو پی کر بدمست ہو جاوینگے +

وہ اپنی بود و باش کی فکر کرینگے مکانات بنا دینگے کالکمل تان کر یا سرکنڈے اور بانس جمع کر کے یا اینٹ اور گارہ بنا کر اور اس طرح مجتمع ہو کر گانوں اور قصبے اور شہر آباد کرینگے رفتہ رفتہ اس میں ترقی کرتے جاوینگے یہاں تک کہ قصر حمرا اور محل بیضا اور کرسٹل پیلس اور شیش محل بنا کر اُس میں چین کرینگے +

وہ اپنے گھروں کی درستی اور آبادی کی تدبیریں سوچینگے فرزندوں کی خواہش مونس غمگسار کی آرزو کو پورا کرینگے تزوج کے قواعد اولاد کی پرورش کے طریقے اُن کے حقوق اُن کے ساتھ سلوک کے طریقے قرار دینگے جو رفتہ رفتہ ایسی ترقی پاوینگے کہ علوم کا درجہ حاصل کرینگے اور علم تدبیر منزل کے نام سے موسوم ہونگے +

وہ اپنی گروہ میں راہ و رسم کے طریقے اخلاق اور دوستی اور محبت اور ہمدردی کے قاعدے ایجاد

www.poetrymania.com©

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا
عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى
اِذَا فَرِحُوا بِمَآ اُوْتُوٓا اَخَذْنٰهُمْ
بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

پھر جب وہ بھول گئے جو ہم نے اُن کو نصیحت کی تھی
کھول دئیے ہم نے اُن پر دروازے ہر چیز کے یہاں
تک کہ جب وہ خوش ہوگئے اُس چیز سے جو اُن کو دی گئی
پکڑ لیا ہم نے اُن کو دفعتہً پھر وہ نا اُمید تھے ﴿۴۴﴾

کرینگے رسم و رواج قایم کرینگے خوشی اور انبساط حاصل کرنے کے سامان مہیا کرینگے اور وہ تمام چیزیں رفتہ رفتہ علم اخلاق و معاشرت کا درجہ حاصل کرینگی ÷

وہ اس مجمع کی حفاظت کی اور اُس میں انتظام قایم کرنے اور سب کے حقوق محفوظ رہنے کی فکر میں پڑینگے اُس کے لئے قوانین تجویز کرینگے اور اُس کے نفاذ کے لئے کسی کو اپنا سردار بنا دینگے اور رفتہ رفتہ سلیمان کی سی بادشاہت اور عمر کی سی خلافت قایم کرینگے اور وہی قوانین ترقی پاتے پاتے علم سیاست مدن کا رتبہ حاصل کرینگے ÷

فطرت کے تفاوتِ درجات کے موافق اُنہی میں سے وہ لوگ پیدا ہونگے جن کو شاہ ولی اللہ صاحب نے۔ کامل، حکیم، خلیفہ، موید بروح القدس، ہادی و مزکی، امام، منذر، نبی، کے لقب سے ملقب کیا ہے اور اس زمانہ کے بے اعتقادوں نے ریفارمر اُن کا نام رکھا ہے اور اُنہی کی نسبت خدا نے یہ فرمایا ہے،، ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم ÷

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعثت انبیا کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ یا تو یہ ہوتا ہے کہ ایک دولت (یعنی حکومت یا سلطنت) کے ابتداے ظہور کا اور اُس سے اور دولتوں کے زوال کا وقت آپہنچتا ہے اُس وقت خدا اُس دولت کے لوگوں کے دین کو قایم رکھنے کے لئے کسی کو مبعوث کرتا ہے جس طرح کہ ہمارے سردار محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ (نعوذ باللہ ولیس اعتقادی ہذا) یا خدا تعالے نے کسی قوم کا بقا اور تمام انسانوں پر اُس کا برگزیدہ کرنا چاہتا ہے اُس وقت کسی کو مبعوث کرتا ہے جو اُن کی کجی کو سیدھا کرے اور کتاب اُن کو سکھاوے جس طرح کہ ہمارے سردار موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ یا کسی قوم کے منتظم کرنے کے لئے جس کی دولت و دین کی پائداری قرار پاچکی ہے کسی مجدد کے مبعوث کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ داؤد و سلیمان اور تمام انبیاے بنی اسرائیل کی بعثت ہوئی جن کو خدا نے اُن کے دشمنوں پر فتح دی۔ شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا یہ اُن کا استنباط ہے مگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے میں یقین کرتا ہوں کہ بعثت انبیاء صرف تہذیب نفسِ انسانی کے لئے ہوتی ہے نہ اور کسی چیز کے لئے ÷

بہرحال یہ تمام واقعات وہ ہیں جو از روے قاعدۂ فطرت انسان پر گذرتے ہیں اور انسان ہر ایک کام میں کسی نہ کسی کو اپنا ہادی اور پیشوا اور رہنما قایم کرتا ہے۔ اُس وقت ہماری بحث

www.poetrymania.com©

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

پھر کاٹی گئی جڑ اُس قوم کی جس نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے پروردگار عالموں کا ﴿۴۵﴾ کہہ دے اے پیغمبر کیا تم نے دیکھا ہے اگر اللہ تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو کونسا خدا ہے سوائے اللہ کے کہ تم کو وہ پھر لادے دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو پھر وہ پھرے رہتے ہیں ﴿۴۶﴾

اُن لوگوں سے متعلق نہیں ہے جو عموماً مختلف قسم کے علوم و فنون و معارف و مکاسب میں ہادی و پیشوا اور رہنما قرار پاتے ہیں۔ بلکہ صرف اُسی ہادی سے متعلق ہے جو تہذیب نفس انسانی کے لئے پیشوا اور ہادی ہوتا ہے ✦

ایسا ہادی جس میں اس قسم کی ہدایت کی کامل فطرت ہوتی ہے وہی نبی ہوتا ہے اور وہی فطرت، ملکۂ نبوت، ناموس اکبر، جبرئیل اعظم، کے لقب سے ملقب کیجاتی ہے۔ وہ کسی بات کو سوچتا ہے اور کچھ نہیں جانتا دفعۃً اس کے دل میں بغیر کسی ظاہری اسباب کے ایک القا ہوتا ہے اور قلب کو ایک صدمہ اُس کے القا سے محسوس ہوتا ہے جیسے کہ اوپر سے کسی چیز کے گرنے سے صدمہ ہوتا ہے یا اس قسم کا ایک انکشاف اُس کے دل پر ہوتا ہے جو سچ مچ وہ جانتا ہے کہ تمام حجاب اُٹھ گئے ہیں اور جس کی میں تلاش میں تھا مثل سپیدۂ دمِ صبح میرے سامنے موجود ہے شاید مختلف حالات و معاملات میں اوروں کو بھی ایسا ہوتا ہو مگر جب اُس شخص میں دو صفتیں تسلیم کرلی گئی ہیں ایک فطرت کا کامل ہونا اور دوسرے اُس فطرت کا تہذیب نفس انسانی سے مخصوص ہونا تو لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کا وہ القا یا وحی خواہ جبرئیل لیکر آیا ہو یا خود وہ ملکۂ نبوت تھی اس میں اور خدا میں ایلچی بنا ہو سچ اور فطرت اللہ کے مطابق ہے۔ اگر بحث رہ جاتی ہے تو اسی قدر رہ جاتی ہے کہ وہ شخص فی الواقع ایسا ہی ہے کہ نہیں ✦

تہذیب نفس سے بلاشبہ بہت امور متعلق ہونگے لیکن اُن سب میں ضرور کوئی ایسا امر ہوگا جو اصل اصول تہذیب نفس انسانی کا ہو اور وہ اصول بمقتضائے فطرت انسانی وہ ہے جس کو خود انسانی فطرت نے قائم کیا ہے یعنی وجود اعلیٰ اور قوی زبردست وجود کا۔ اس مقام پر ہم اس بحث کو کہ اس امر کو ہم نے کیوں اصل اصول تہذیب نفس انسانی قرار دیا ہے چھوڑ دیتے ہیں تاکہ خلط بحث نہ ہو جاوے پھر کسی مقام پر اُس سے بحث کرینگے اور اس لئے بتسلیم امر مذکور کہتے ہیں کہ ضرور اس ہادی کا سب سے اول اور سب سے مقدم کام اُس سب سے اعلیٰ اور سب سے قوی اور سب سے زبردست ہمہ قدرت وجود کی طرف

www.poetrymania.com©

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴۷)	کہہ دے اے پیغمبر کیا تم نے دیکھا ہے کہ اگر تم پر خدا کا عذاب دفعتہً یا جتلا کر آوے تو کیا ظالموں کی قوم کے سوا اور کوئی مارے جاوینگے (۴۷)

ہدایت کرتا ہوگا اور جب کہ وہ کامل فطرت سے ہدایت ہوگی تو تمام کامل فطرت رکھنے والے ہادیوں کو بھی میں اختلاف نہ ہوگا اور وہی فطرت اللہ اور دین اللہ ہوگا۔ اور امور جو اس کے متعلق ہیں طریقے یا رسمیں یا مصالح ہونگے جن کو اب ہم شرائع کے نام سے موسوم کرتے ہیں پس تمام انبیا کا جیسے انبیا ہوئے دین واحد تھا اصل دین میں کچھ تفاوت نہ تھا۔ خدا فرماتا ہے "شرع لکم من الدین ما وصّی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصّینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ" (الشوریٰ آیت ۱۱) اور ایک جگہ فرمایا ہے "لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا" (مائدہ آیت ۵۲)۔

بلحاظ اُن فطرتوں کے جو خدا نے انسان میں پیدا کی ہیں شاہ ولی اللہ صاحب بھی اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ انسان[۵۱] کا اُن کو ترک کرنا محال ہے اور وہ بہت سے امور میں ایک ایسے حکیم کے محتاج ہیں جو تمام ضرورتوں سے واقف ہو اور مصالح تدبیر جانتا ہو خواہ بذریعہ فکر و درایت کے خواہ اس طرح پر کہ خدا تعالیٰ نے اُس کی جبلت میں قوت ملکیہ بھی ہو اور ملاء اعلیٰ سے اُس پر علوم نازل ہوتے ہوں۔

پھر وہ لکھتے ہیں کہ انسانوں میں جو رسمیں قائم ہو جاتی ہیں اُن میں اکثر بسبب قوم کے سرداروں کی نادانی سے خرابیاں پڑ جاتی ہیں اور نفسانی خواہشوں اور شیطانی حرکتوں تک پہنچ جاتی ہیں اور بہت سے لوگ اُس کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور اس لئے ایک ایسے شخص کی حاجت ہوتی ہے جو غیب[۵۲] سے مؤید ہو اور مصالح کلیہ کا پابند ہو تا کہ رسومات بد کو مٹا دے اور ایسا شخص مؤید بروح القدس ہوتا ہے۔

پھر وہ ارقام فرماتے ہیں کہ انبیا کی بعثت اگرچہ دراصل اور بالتخصیص عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرنے کے لئے ہوتی ہے مگر بعد کو اُس کے ساتھ رسومات بد کا دُور کرنا بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے اگر شاہ صاحب کی مراد اُن رسوم بد سے ہے جو عبادات اور تہذیب نفس انسانی سے متعلق ہیں تو مستثنا اور اگر مراد اُن رسوم کی اصلاح سے بھی ہے جو محض دنیاوی امور سے متعلق ہیں تو ہم اُس کو نہیں قبول کر سکتے کیونکہ نبوت کو محض دنیاوی امور سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور

۵۱ حجۃ اللہ البالغہ باب اقامۃ الارتفاقات واصلاح الرسوم۔

۵۲ اگر شاہ صاحب بجائے غیب کے فطرت اللہ کا لفظ استعمال فرماتے تو مطلب بالکل صاف ہو جاتا۔

www.poetrymania.com©

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾	اور ہم نہیں بھیجتے پیغمبروں کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پھر جو کوئی ایمان لایا اور اچھے کام کئے پھر اُن کو کچھ ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۴۸﴾

قصہ تابیر نخل اور یہ الفاظ کہ ،، انتم اعلم باموردنیاکم ،، اور یہ حدیث کہ ،، من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ،، ایک بہت بڑی دلیل ہماری اس مدعا پر ہے +

تمام رسومات و عادات اور طریقے جو انسانوں میں بمقتضائے اُن کی فطرت کے قایم ہوجاتے ہیں وہ متعدد اقسام پر منقسم ہیں +

اول۔ جو خدا کی ذات وصفات سے متعلق ہیں یعنی اُس قوت اعلےٰ کے وجود سے جس کو انسانوں نے بمقتضائے اپنی فطرت کے تسلیم کیا ہے +

دوم۔ اُس کی عبادت کے طریقوں سے جو لوگوں نے بمقتضائے فطرت انسانی اُس کے لئے قرار دئے ہیں اور یہی امور وہ ہیں جن پر دین کا اطلاق ہوتا ہے +

سوم۔ وہ امور ہیں جو تہذیب نفس انسانی سے علاقہ رکھتے ہیں اور جن کو نوع انسانی نے بطور بدیہیات کے حسن یا قبیح قرار دے رکھا ہے مثلاً زنا۔ قتل سرقہ کذب وغیرہ کہ تمام نوع انسان کے نزدیک قبیح ہیں گو کہ کسی فرقہ نے زنا یا قتل و سرقہ و کذب کی حقیقت قرار دینے میں غلطی کی ہو۔ یا جیسے صداقت رحم ہمدردی کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک حسن ہیں گو کہ کسی سے اُس کی حد صحیح طور پر بیان نہ ہوسکی ہو۔ اُنہی امور سہ گانہ کی نسبت جو طریقے قرار پاتے ہیں اُن کا نام شریعت ہے +

چہارم۔ وہ امور ہیں جو محض دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہیں وہ نہ دین ہیں اور نہ انبیا کو من حیث النبوۃ اُن سے کچھ تعلق ہے۔ اسی میں وہ تمام مسائل بھی داخل ہیں جو علوم وفنون اور تحقیقات حقایق اشیاء سے علاقہ رکھتے ہیں گو کہ انبیا نے اُن امور کا ذکر اُس طرز یا الفاظ میں کیا ہو جس طرح پر اُس زمانہ کے لوگوں کا یقین یا اُن کی معلومات تھی +

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس بحث کی زیادہ تفصیل کی ہے اور بہت اچھی کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ چیز جو انبیا اسلئے ہیں تا طاقۃ خدا کے پاس سے لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ دیکھا جاوے کہ کھانے پینے اور لباس اور مکان بنانے اور زیب و زینت کرنے اور نکاح شادی بیاہ کرنے اور خرید و فروخت کرنے اور گناہ گاروں کے سزا دینے اور تنازعات کے فیصل کرنے میں اُس وقت کے لوگوں میں کیا عادتیں اور رسمیں مروج ہیں پھر اگر وہ سب باتیں عقل کلی کے مطابق ہوں سب ہیں تو اُن کے

www.poetrymania.com©

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾	اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو چھوئیگا اُن کو عذاب بہ سبب اس کے کہ وہ فاسق تھے ﴿۴۹﴾

اول بدل کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں بلکہ ضرور ہے کہ لوگوں کو اسی پر قایم رہنے کے لئے برانگیختہ کیا جاوے اور اُس باب میں اُن کی تصویب کی جاوے اور اُس کی خوبیاں بتلائی جاویں اور اگر وہ مطابق نہ ہوں اور اُن کے ردو بدل کی حاجت ہو کیونکہ وہ دوسروں کو ایذا پہنچاتی ہیں یا لذاتِ دنیا میں ڈال دیتی ہیں اور نیکی سے باز رکھتی ہیں اور دین دنیا سے بے فکر کر دیتی ہیں اُس وقت بھی کوئی ایسی بات نہیں نکالی جاتی جو بالکل اُن کے مالوف امور کے برخلاف ہو بلکہ جو اگلی مثالیں اُن لوگوں کے ہاں ہیں اور جو اچھے لوگ اُن لوگوں کے نزدیک گذرے ہیں اُن کی طرف اُن کو پھیرا جاتا ہے اور جب وہ اُس طرف مائل ہوتے ہیں تو اُن کو ٹھیک بات بتائی جاتی ہے اور اُن کی عقلیں اُس کو نامقبول نہیں کرتیں بلکہ اُن کے دلوں کو طمانیت ہو جاتی ہے کہ یہی سچ ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ انبیا علیہم السلام کی شریعتیں مختلف ہیں۔ جو لوگ راسخ فی العلم ہیں جانتے ہیں کہ شرع میں درباب نکاح اور طلاق اور معاملات اور زیب و زینت اور لباس اور انفصال مقدمات اور حدود اور لوٹ کے مال کی تقسیم کے کوئی ایسی بات نہیں آئی ہے جو اس وقت کے لوگ اُس کو نہ جانتے ہوں یا اُس کے کرنے سے تردد میں پڑ جاویں جب اُس کے کرنے کا حکم ہو۔ ہاں یہ ہوا ہے کہ جس میں جو خرابی تھی وہ درست کر دی گئی اور غلط کو صحیح کر دیا۔ اُن لوگوں میں سود خوری بہت تھی اُس کو منع کر دیا۔ وہ پھل آنے سے پہلے صرف پھول آنے پر میوہ بیچ ڈالتے تھے اور پھر اُس میں جھگڑا ہوتا تھا اُس کو منع کر دیا۔ دِیَت یعنی خون بہا عبد المطلب کے وقت میں دس اونٹ تھے پھر قوم نے دیکھا کہ قتل سے باز نہیں رہتے تو سو اونٹ دیت کر دئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسی کو قایم رکھا پہلے پہل مال غنیمت کی تقسیم ابی طالب کے حکم سے ہوئی اور رئیس قوم کے لئے بھی حصہ قرار پایا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خُمس جاری کیا۔ شاہان فارس یعنی قباد اور اُس کے بیٹے نوشیرواں نے خراج اور عشر لوگوں پر مقرر کیا تھا شرع میں بھی یہی قرار دیا گیا۔ بنی اسرائیل زنا کے جرم میں رجم کرتے تھے چوروں کے ہاتھ کاٹتے تھے (یہودیوں میں ہاتھ کاٹنے کی رسم نہ تھی بلکہ عرب میں تھی) جان کے بدلے جان مارتے تھے قرآن میں بھی یہی حکم نازل ہوا (رجم قرآن میں نہیں ہے) اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو تلاش کرنے والے سے مخفی نہیں ہیں۔ بلکہ اگر تو فطین یعنی پوری سمجھ کا ہے اور تمام احکام کے مراتب پر محیط ہے تو تو یہ بھی جانیگا کہ انبیاء علیہم السلام عبادات میں بھی اُس پیکے

سے اچھے قوم کے پاس تھا بعینہٖ اُس کی نقیر کے اور کچھ نہیں لائے لیکن اُنہوں نے جاہلیت کی تحریفات کو دور کر دیا اور جو مبہم تھا اُس کو اوقات و ارکان کے ساتھ منضبط کر دیا اور جو ٹھیک تھا اُس کو لوگوں

www.poetrymania.com©

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ (۵۰)	کہدے (اے پیغمبر) کہ نہیں تم کو یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں اور نہ میں تم کو یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں نہیں پیروی کرتا مگر اس کی جو وحی دی گئی ہے مجھ کو۔ کہدے کہ کیا اندھے اور آنکھوں سے دیکھنے والے برابر ہیں پھر کیا تم غور نہیں کرتے (۵۰)

میں پھیلا دیا (انتہٰی) ✦

یہ مضمون شاہ ولی اللہ صاحب کا قریب قریب ایسے مضمون کے ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کے خیال میں ہے اور جن کو ہمارے زمانہ کے علما اور مقدس لوگ کافر ملحد اور مرتد و زندیق کہتے ہیں گو کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وما جاء بہ پر بھی یقین رکھتے ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہ لوگ شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ انبیا عبادات میں بھی کوئی نئی چیز نہیں لائے بہرحال شاہ صاحب نے جو محض دنیاوی امور کو بھی مذہب یا شریعت میں شامل کر لیا ہے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ دین جیسا کہ اوپر بیان ہوا امرور ایام سے تبدیل نہیں ہو سکتا۔ لیکن دنیاوی معاملات وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور وہ کسی طرح ابدی خدا کی جانب سے صورت خاص کے محکوم نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ کہو کہ جب اصل اُن کے محفوظ ہیں تو حوادث جدیدہ کے احکام علمائے اسلام جو کانبیاء بنی اسرائیل ہیں استنباط کر سکینگے۔ تو ہم یہ کہینگے کہ علما و قوہن یہود کے اور قسیس و رہبان عیسائی مذہب کے بھی علم میں کچھ کم درجہ نہیں رکھتے تھے اگر اُنہوں نے دنیاوی احکام میں غلطی کی تو کیا وجہ ہے کہ یہ غلطی نہ کرینگے اور اگر دنیاوی احکام بھی داخل نبوت ہیں تو کیا وجہ ہوگی کہ اُن کی غلطیوں کی وجہ سے تو انبیاء کے مبعوث ہونے کی ضرورت ہو اور ان کی غلطی کے سبب نہ ہو۔ خصوصاً ایسی صورت میں کہ توریت مقدس میں جس قدر دنیاوی امور کا تذکرہ ہے اُس کا عُشر عشیر بھی قرآن مجید میں نہیں ہے ✦

یہ مباحث نہایت طویل ہیں اور یہ مقام اُن سب کے بیان کی گنجائش نہیں رکھتا مگر اس تمام بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ انسانوں میں بموجب فطرت انسانی کے کوئی نہ کوئی اُن کا ہادی ہو جاتا ہے اگر خدا نے اُس کو فطرت کامل اور وحی اکمل عطا فرمائی ہے تو وہ سچا ہادی ہوتا ہے جس کی نسبت خدا نے فرمایا ہے "لکل قوم ھاد" پس جو گروہ کسی شخص کو دین و شریعت کا ہادی سمجھتی ہے اُس کی بزرگی و تقدس کا اعتقاد بھی اعلےٰ درجہ پر رکھتی ہے جس کا نتیجہ موافق فطرت انسانی کے یہ ہوتا ہے کہ انسانوں سے اُس کو برتر درجہ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ ابن اللہ یا محیط ذات اللہ

www.poetrymania.com©

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ڈرا اُس (وحی) سے اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں کہ اکٹھے کئے جاوینگے اپنے پروردگار کے پاس کہ نہیں ہے اُن کے لئے سوائے اُس کے یعنی (پروردگار کے) کوئی دوست اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿۵۰﴾

(یعنی اوتار) یقین کیا جاتا ہے اور کم سے کم یہ ہے کہ اُس میں ایسے اوصاف اور کرامتیں اور معجزے تسلیم کئے جاتے ہیں جن سے نوع انسان سے اُس کو برتری حاصل ہو معمولی واقعات اور دنیا کو جو قانون فطرت کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہیں جب اُس کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو وہ اُس کی کرامت اور معجزہ قرار پاتے ہیں مثلاً اگر ایک عام آدمی کسی کو بددعا دے کہ تجھ پر بجلی گرے اور اتفاق سے وہ بجلی سے مارا جاوے تو کسی کو کچھ خیال بھی نہ ہو لیکن اگر وہ بددعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جس کے تقدس کا خیال لوگوں کے دلوں میں ہو تو اُس کی کرامت یا معجزہ سے منسوب ہو جاتی ہے۔ بہت سی باتیں ہوتی ہیں کہ اُن لوگوں سے جن کے تقدس کا خیال ہوتا ہے اسی طرح سرزد ہوتی ہیں جیسے کہ عام انسانوں سے مگر مقدس لوگوں سے سرزد ہونے کے سبب اُن کی قدر و منزلت زیادہ کی جاتی ہے اور معجزے و کرامات کے درجہ پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ انسان میں بعض ایسی قوتیں ہیں جو خاص طریقہ مجاہدہ سے قوی ہو جاتی ہیں اور کسی میں بمقتضائے خلقت قوی ہوتی ہیں اور اُن سے ایسے امور ظہور پاتے ہیں جو عام انسانوں سے جنہوں نے ان قوتوں کو قوی نہیں کیا ہے ظہور نہیں پاتے حالانکہ وہ سب باتیں اسی طرح ہوتی ہیں جس طرح کہ اور امور حسب مقتضائے فطرت انسانی واقع ہوتے ہیں مگر وہ بھی اُن مقدس شخصوں کے معجزے و کرامات شمار ہوتے ہیں۔ بہت عجیب باتیں افواہاً ایسے بزرگوں کی نسبت مشہور ہو جاتی ہیں جن کی درحقیقت کچھ اصل نہیں ہوتی مگر لوگ اُن بزرگوں کے تقدس کے خیال سے ایسے مؤثر ہوتے ہیں کہ اُسکی اصلیت کی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور بے تحقیق اُس پر یقین کر لیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ انبیائے سابقین علیہم السلام کے تمام واقعات کو لوگوں نے ایسے طور پر بیان کیا ہے جن کا واقع ہونا ایک عجیب طریقہ سے ظاہر ہوا اور پھر اُنہیں کو اُن کے معجزے قرار دئے ہیں اور بعضی ایسی باتیں منسوب کی ہیں جن کا کچھ ثبوت نہیں۔ انہی غلط خیالات کے سبب لوگوں نے انبیا علیہم السلام سے انکار کیا ہے چنانچہ قوم نوح قوم عاد قوم ثمود نے انبیا کے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ ”ان انتم الا بشر مثلنا“ پس انہی غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزوں کے طلبگار ہوئے تھے۔ کبھی یہ کہتے

www.poetrymania.com©

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾	اور نہ نکالدے (اپنے پاس سے) اُن لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو صبح و شام طلبگاری کرتے ہیں اپنے پروردگار کے مُنہ (یعنی اُس کی ذات پاک) کی نہ تجھ پر اُن کے حساب میں سے کچھ ہے اور نہ تیرے حساب میں سے اُن پر کچھ ہے کہ تو اُن کو نکالدے پھر ہووے تو ظالموں میں سے ﴿۵۲﴾

تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہیں تو کیوں نہیں اُن کے پاس فرشتے آتے کیوں نہیں اُن کے پاس خزانہ اُتارا گیا۔ کبھی کہتے تھے کہ یہ تو عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں بازاروں میں پڑے پھرتے ہیں یعنی انسانوں سے زیادہ کوئی بات ان میں نہیں ہے۔ کبھی آسمان سے پتھر برسوانے چاہتے تھے۔ کبھی آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کرتے تھے ❖

وحدانیت ثلاثہ کا ایک رکن جو توحید فی الصفات ہے اُس کی تکمیل کے لئے اس قسم کے خیالات کا مٹانا ضرور تھا اس لئے جا بجا قرآن مجید میں معجزات کی نفی آئی ہے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ "لوگوں سے کہہ دے کہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں انسان ہوں مثل تمہارے۔ مجھ کو وحی دی گئی ہے کہ یہی ٹھیک بات ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا واحد ہے" اور

> قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد (سورہ کہف آیت ۱۱۰) ❖

دوسری جگہ یہ حکم دیا کہ "لوگوں سے کہدے کہ میں مالک نہیں ہوں اپنے لئے کسی نفع یا ضرر کا بجز اُس کے کہ جو چاہے اللہ اور اگر میں غیب کا عالم ہوتا تو میں بھلائیوں کو بکثرت حاصل کرلیتا اور برائی مجھ کو چھوتی بھی نہیں، میں تو اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ڈرانے والے اور خوشخبری دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں" ❖

> قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون (سورہ اعراف آیت ۱۸۸) ❖

کافروں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزے طلب کئے اور صاف صاف کہا کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ تو زمین پھاڑ کر ہمارے لئے چشمے نکالدے، یا تیرے پاس کھجور اور انگور کا باغ ہو جس کے بیچ میں تو بہتی ہوئی نہریں نکالے زور سے بہتی ہوئی یا تو ہم پر جیسا کہ تو سمجھتا ہے آسمان کے ٹکڑے ڈالے۔ یا خدا اور فرشتوں کو اپنے ساتھ لا دے۔

> وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۰-۹۵) ❖

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ ﴿۵۳﴾

اور اسی طرح ہم نے فتنہ میں ڈالا ہے بعض کو سبب بعض کے کہ کہتے ہیں کیا ہم میں سے یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ کیا خدا نہیں ہے جاننے والا شکر کرنے والوں کو ﴿۵۳﴾

یا تیرے لئے کوئی مزین گھر ہو، یا تو آسمان پر چڑھ جاوے،، اور ہم تو تیرے منتر پڑھ ہرگز ایمان نہیں لانے کے جب تک کہ ہم پر ایسی کتاب اترے جو ہم پڑھ لیں،، مگر باوجود اس قدر اصرار کے جو کافروں نے معجزوں کے طلب میں کیا اور بغیر ایسے معجزوں کے ایمان لانے سے شدید انکار کیا اس پر بھی خدا نے اپنے پیغمبر سے یہی فرمایا کہ ،، تو ان سے کہدے کہ پاک ہے میرا پروردگار کیں تو کچھ نہیں ہوں مگر ایک انسان بھیجا ہوا یعنی رسول،، +

ایک اور جگہ ہے کہ ،، کافروں نے کہا ،، کیوں نہیں اتاری گئی اس پر یعنی پیغمبر پر نشانیاں
لولا انزل علیه ایات من ربه قل انما یعنی معجزے اس کے جواب میں خدا نے پیغمبر سے
الایات عند الله وانما انا نذیر مبین ۔ کہا کہ تو یہ کہدے کہ بات یہ ہے کہ نشانیاں یعنی
(سورہ عنکبوت آیت ۴۹) + معجزے تو خدا کے پاس ہیں اور اس کے سوا
کچھ نہیں کہ میں تو علانیہ ڈرانے والا ہوں +

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس جو افضل الانبیاء والرسل ہیں معجزہ نہ ہونے کے بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے پاس بھی کوئی معجزہ نہیں تھا اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنوں میں) سمجھتے تھے درحقیقت وہ معجزات نہ تھے بلکہ وہ واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوئے تھے۔ خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس بات کو کھول دیا اور چھپا لگا نہیں رکھا اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ بڑا جزو اسلام کا جس کے سبب اس کو خطاب ،، الیوم اکملت لکم دینکم ،، کا ملا اور جس کی وجہ سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے وہ صرف تکمیل لمتین توحید ذات باری کی ہے جو توحید ثلاثہ میں منحصر ہے یعنی توحید فی الذات۔ توحید فی الصفات۔ توحید فی العبادت۔ انبیاء علیہم السلام میں معجزات کا (علے المعنی المتعارفہ) یا اولیاء اللہ میں کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت ان میں دی ہے) توحید فی الصفات کو نامکمل کر دیتا ہے۔ کوئی عزت اور کوئی بزرگی اور کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسلام کی اور بانئ اسلام کی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو اس نے بغیر کسی لاؤ لپیٹ کے اور بغیر کسی دھوکا دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و قدرت کا دعوے کرنے کے صاف صاف لوگوں کو بتا دیا کہ معجزے تو خدا کے پاس ہیں میں تو مثل تمہارے ایک انسان ہوں خدا نے میرے دل میں جو وحی ڈالی

www.poetrymania.com©

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۴﴾	اور جس وقت تیرے پاس وہ لوگ آویں جو ہماری نشانیوں پر ایمان لائے ہیں تو تو کہ سلامتی ہو تم پر تمہارے پروردگار نے لکھ لی ہے اپنے آپ پر رحمت کہ جو کوئی تم میں سے نادانستہ بُرا کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اچھے کام کرے تو بیشک وہ بخشنے والا ہے رحم والا ﴿۵۴﴾

ہے اس کی میں حرم کو تلقین کرتا ہوں ۔ صلی اللہ علی محمد خاتم النبیین و ... ب
رب العلمین ✦

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں اس بات پر بحث کی ہے کہ معجزہ اگر فی نفسہ کوئی شے ہو تب بھی وہ مثبت نبوت نہیں ہو سکتا اور اب اس مقام پر نفس معجزہ سے بحث کرنا چاہتے ہیں مگر جب تک لفظ معجزہ کی تعریف اور مراد نہ متعین ہو جاوے اُس وقت تک اس پر بحث نہیں ہو سکتی ✦

علامہ سید شریف نے شرح مواقف میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک معجزہ وہ چیز ہے جس سے

المعجزة عندنا مایقصد به — مدعی رسالت کی تصدیق ہو جاوے اور گو وہ امر بطور خرق عادت
تصدیق مدعی الرسالة وان لم — کے نہ ہو ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مدعی رسالت
یکن خارقاً للعادة (شرح مواقف) — سے کہا کہ اس وقت مینہ برس جاوے تو میں تم کو نبی برحق

مانوں گا چنانچہ بادل آیا اور مینہ برسنے لگا ۔ سید شریف کے قول کے مطابق یہ مینہ برسنا معجزہ ہوا ۔ مگر اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اس طرح پر متصل یا متعاقب واقع ہونا دو قدرتی واقعوں کا سوائے سچے نبی کے اور کسی سے یا مدعی کاذب سے ظہور میں نہیں آ سکتا ✦

علاوہ اس کے تمام علمائے اسلام نے معجزہ کی تعریف میں اُس کا خارق عادت ہونا ضروری سمجھا ہے اور خود سید شریف بھی جب کہ یہ فرماتے ہیں کہ گو وہ خارق عادت نہ ہو تو وہ بھی معجزات کا خارق عادات ہونا تسلیم کرتے ہیں صرف خارق عادت ہونا لازمی نہیں قرار دیتے ✦

عادت سے مراد یہ ہے کہ ایک کام ہمیشہ ایک طرح پر ہوتا رہتا ہو اور اس کے اسباب بھی یکساں طریقہ پر جمع ہوتے رہتے ہوں اور جب وہ اسباب جمع ہو جاویں بلا تفاوت اُس امر کا ظہور ہو ✦

خرق عادت کے دو معنی ہو سکتے ہیں ۔ اول یہ کہ جو امر ہمیشہ بطور عادت مستمرہ کے یکساں طور پر ہوتا رہتا ہے اور بطور عادت مالوفہ کے ہو گیا ہے اُس کے برخلاف کوئی امر وقوع میں نہ آوے ۔ مثلاً آسمان پر سے خون کے مشابہ کوئی شے برسے یا پتھر کا ٹکڑا گرے گو کہ ایسا ہونے کے لئے کوئی سبب امور طبعی میں سے ہو ✦

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾	اور اسی طرح ہم نشانیوں کو بیان کرتے ہیں اور تاکہ ظاہر ہو جاوے راہ گنہگاروں کی ﴿۵۵﴾

دوسرے یہ کہ پیچرل ہو یعنی خارج از قانون قدرت یعنی اللہ تعالٰے نے جو قاعدہ ملو سقانون وقوع واقعات اور ظہور حوادث کا مقرر کیا ہے اور عادت اللہ اسی کے مطابق جاری ہے اُس کے برخلاف وقوع میں آوے ✦

پہلے معنوں پر بطور اصطلاح یا مجاز کے خرق عادت کا اطلاق کیا جانا ممکن ہے مگر حقیقۃً اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اُس کا وقوع بھی اُس کے اسباب کے اجتماع پر منحصر ہے اور عادت میں داخل ہے نہ خرق عادت میں کیونکہ جب اُس کے اسباب جمع ہو جاوینگے تو یکساں طریقہ پر اُس کا وقوع ہوگا گو کہ کیسا ہی نادر الوقوع ہو ✦

مثلاً عادت یہ ہے کہ جب شیشہ ایک بلندی سے جس سے اُس کو پورا صدمہ پہنچے ہاتھ سے چھوٹ پڑتا ہے تو ٹوٹ جاتا ہے ایک دفعہ ہمارے ہاتھ سے شیشہ چھوٹ پڑا اور نہ ٹوٹا تو ظاہر میں خرق عادت ہوئی مگر حقیقت میں خرق عادت نہیں ہے اس لئے کہ اُس کے گرنے پر یا تو وہ اسباب جمع نہ تھے جن سے اُس کو ٹوٹنے کے لایق صدمہ پہنچتا یا ایسے اسباب موجود تھے جنہوں نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچنے سے باز رکھا پس اُس کا نہ ٹوٹنا درحقیقت موافق عادت کے ہے نہ بطور خرق عادت کے کیونکہ جب اس طرح کے اسباب جمع ہو جاوینگے تو کوئی شیشہ بھی ہاتھ سے چھوٹ کر گرنے سے نہیں ٹوٹنے کا ✦

یا مثلاً ایک شخص نے ایک شخص کو آنکھ بھر کے دیکھا اور وہ بیہوش ہو گیا یا اُس نے بہرے کے کانوں میں اُنگلیاں ڈالدیں یا اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور وہ بہرا سننے اور وہ اندھا دیکھنے لگا پس اگر اس کا سبب کوئی ایسی قوت ہے جو انسانوں میں موجود ہے اور اُسی قوت کی قوت سے اُس نے یہ کام کیا ہے تو اُس پر خرق عادت کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ جو انسان اپنی اُس قوت کو کام میں لانے کے لایق کر لیگا وہ بھی ویسا ہی کر دیگا پس یہ بات حقیقۃً کچھ خرق عادت نہ ہوئی بلکہ عین عادت ہوئی ✦

علاوہ اس کے اگر ہم مجازاً ایسے واقعات پر خرق عادت کا اطلاق بھی کریں تو وہ معجزہ کی تعریف میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ معجزے یا کرامات کو انبیا اور اولیا کے ساتھ مخصوص ہونا لازم ہوگا مگر جب اُن واقعات کا وقوع اجتماع اسباب پر منحصر ٹھیرا تو اُس کی تخصیص شخصی دُون شخصی باقی نہیں رہتی ✦

واقعات اور حادثات ارضی وسماوی موافق اُس قانون قدرت کے جو خدا تعالٰے نے

www.poetrymania.com©

قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ قُل لَّا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾	کہدے کہ بیشک مجھ کو منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔ کہدے کہ میں پیروی نہیں کرتا تمہاری خواہشوں کی، بیشک میں گمراہ ہو جاؤنگا اُس وقت اور نہ ہونگا میں ہدایت پائے ہوؤں میں سے ﴿٥٦﴾

اُن میں رکھا ہے یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہیں پس کسی امر کے بعد کسی واقعہ یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ اُس کا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہے +

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتیں انبیا اور اولیا سے ظہور میں آتی ہیں وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالےٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی الفور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کر دیتا ہے کیونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے کما قیل "اذا اراد اللہ شیئا ھیئا اسبابہ" بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے اُس کے اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے "ان اللہ علےٰ کل شیٔ قدیر۔ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون" ۔ ہاں یہ سب سچ ہے مگر وہ اُن سب چیزوں کو اُسی طرح پر کرتا ہے جو اُس نے قانون قدرت کا قاعدہ بنایا ہے ۔ اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے +

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں بہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُس کو نہیں بدلتا حیث قال " و جرت عادۃ اللہ تعالےٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لھا۔ مگر اس کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونے کے اُن قوے یعنی خاصیتوں میں قبض و بسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر مقتضائے رحمت کا قرار دیا ہے قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال آویگا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہیگا اور باوجود آلہ قتل کے درست ہونے کے وہ قتل نہ ہوسکیگا !! ۔ بسط کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر پاؤں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کر دیا جس میں نہانے سے اُن کے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی !!! ۔ احالہ کی مثال یہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کر دیا !! ۔ اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانے کا قصہ لکھا ہے !! +

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اس کے لئے کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے

www.poetrymania.com©

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾	کہدے کہ بیشک مجھ کو منع کیا گیا ہے کہ میں اُن کی عبادت کروں جن کو خدا کے سوا تم پکارتے ہو۔ کہدے کہ میں پیروی نہیں کرتا تمہاری خواہشوں کی، بیشک میں گمراہ ہوجاؤنگا اُس وقت اور نہ ہونگا میں ہدایت پائے ہوؤں میں سے ﴿۵۶﴾

اُن میں رکھا ہے یکے بعد دیگرے واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پس کسی امر کے بعد کسی واقعہ یا حادثہ ارضی و سماوی کا ظاہر ہونا کسی طرح معجزہ میں شامل نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کا ظہور اُسی عادت پر ہوتا ہے جو خدا تعالےٰ نے قانون قدرت کے بموجب اُس میں رکھی ہے +

بعض عالموں نے کہا ہے کہ جو معجزات اور کرامتیں انبیا اور اولیا سے ظہور میں آتی ہیں وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور میں نہیں آتیں مگر خدا تعالےٰ بسبب اپنی مہربانی کے جو اُن بزرگوں پر رکھتا ہے فی الفور اُس کے ظہور کے اسباب مہیا کردیتا ہے کیونکہ وہ اسباب مہیا کرنے پر قادر ہے کما قیل "اذا اراد اللہ شیئا ھیئا اسبابہ" بعضوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے اُس کے اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے "ان اللہ علےٰ کل شیءٍ قدیر۔ اذا اراد شیئًا ان یقول لہ کن فیکون"۔ ہاں یہ سب سچ ہے مگر وہ اُن سب چیزوں کو اُسی طرح پر کرتا ہے جو اُس نے قانون قدرت کا قاعدہ بنایا ہے۔ اور ان الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُس قانون قدرت کے قاعدہ کے برخلاف کرتا ہے +

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں بہ تحت باب الابداع والخلق والتدبیر اول تو اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ خدا نے جو خاصیت جس چیز میں رکھی ہے اُس کو نہیں بدلتا حیث قال "و جرت عادۃ اللہ تعالےٰ ان لا تنفک الخواص عما جعلت خواص لھا۔ مگر اس کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بلحاظ تدبیر عالم کے اور شر کے رفع ہونے کے اُن خواص یعنی خاصیتوں میں قبض وبسط و احالہ اور الہام سے تصرف کرنا بندوں پر مقتضاے رحمت کا قرار دیا ہے۔ قبض کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ جب دجال آویگا تو ایک مسلمان کو قتل کرنا چاہیگا اور باوجود آلہ قتل کے درست ہونے کے وہ قتل نہ ہوسکیگا !! بسط کی مثال اُنہوں نے یہ دی ہے کہ زمین پر پاؤں مارنے سے خدا نے حضرت ایوب کے لئے ایک چشمہ پیدا کردیا جس میں نہانے سے اُن کے بدن میں جو بیماری تھی جاتی رہی !!! احالہ کی مثال یہ دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم پر آگ کو ٹھنڈی ہوا کردیا !! اور الہام کی مثال میں کشتی کے توڑنے اور لڑکے کے مار ڈالنے اور دیوار بنانے کا قصہ لکھا ہے !! +

مگر یہ استدلال صحیح نہیں ہے اول تو اس کے لئے کہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے

www.poetrymania.com©

قُلْ اِنِّیْ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ (۵۷)	کہہ کہ بیشک میں اپنے پروردگار کے پاس سے صریح دلیل رکھتا ہوں اور تم نے اُس کو جھٹلایا۔ میرے پاس وہ چیز نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو، نہیں ہے حکم مگر اللہ کو بیان کرتا ہے سچ کو اور وہ بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے (۵۷)

علاوہ اس کے ان میں سے ایک مثال تو ابھی واقع ہی نہیں ہوئی باقی مثالوں کی نسبت ثبوت باقی ہے کہ وہ اسی طرح واقع ہوئی تھیں جس طرح کہ مثال میں پیش ہوئی ہیں، اور اگر بالفرض اسی طرح واقع ہوئی تھیں تو اُن میں یہ تحقیق باقی ہے کہ آیا وہ اس استدلال کی مثالیں ہو سکتی ہیں باآنکہ وہ بلا کسی سبب کے اور بغیر کسی اِمالہ کے اور بغیر کسی الہام کے صرف مطابق عام قانون قدرت کے واقع ہوئی تھیں +

پس جب تک کہ خرقِ عادت کے دوسرے معنی یعنی خلاف قانونِ قدرت کے نہ ثابت ہو جاویں اُس وقت تک کسی واقع کا وقوع بطور معجزہ و کرامت کے تسلیم نہیں ہو سکتا۔ مگر ہم اس کے انکار پر مجبور ہیں کیونکہ خدا تعالےٰ نے ہم کو صاف صاف بتلایا ہے کہ جو قانونِ قدرت اُس نے بنا دیا ہے اُس میں کسی طرح تبدیل نہیں ہو سکتی نہ خدا اُس میں کبھی تبدیل کرتا ہے اور نہ تبدیل کریگا۔ خدا کا بنایا ہوا قانونِ قدرت اُس کا عملی وعدہ ہے کہ اسی طرح ہوا کریگا پھر اگر اُس کے برخلاف ہو تو خلفِ وعدہ اور کذب خدا کی ذات پاک پر لازم آتا ہے جس سے اُس کی ذات پاک بری ہے +

خدا نے فرمایا ہے کہ " انا کل شیئٍ خلقناہ بقدر (سورہ قمر آیت ۴۹) یعنی ہم نے ہر چیز کو ایک اندازہ پر پیدا کیا ہے۔ اور فرمایا ہے " وکل شیئٍ عندہ بمقدار (سورۂ رعد آیت ۹) یعنی ہر چیز خدا کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے تفسیر کبیر میں امام فخرالدین رازی نے لکھا ہے " فمعناہ بقدر وحدٍ لا یجاوز ولا ینقص عنہ " یعنی اُس کے معنی یہ ہیں کہ ایک اندازہ اور ایک حد پر کہ نہ اُس سے بڑھتی ہے نہ کم ہوتی ہے۔ اور فرمایا ہے " وخلق کل شیئٍ فقدرہٗ تقدیرا (سورۂ فرقان آیت ۲) یعنی اللہ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا پھر مقرر کیا اُس کا ایک اندازہ " اور یہی اندازہ قانونِ قدرت ہے +

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے کہ لا تبدیل لخلق اللہ (سورہ روم آیت ۲۹) یعنی اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے لئے بدل جانا نہیں ہے۔ اور ایک جگہ فرمایا کہ " فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا " (سورہ ملائکہ آیت ۴۱ و ۴۲) یعنی تو ہرگز نہیں پانے کا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا اور نہ پاویگا تو اللہ کی سنت میں اُلٹ جانا۔ اور اسی طرح فرمایا ہے " سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا " (سورۂ فتح آیت ۲۳)

www.poetrymania.com©

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (۵۹)	اور اُس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں اُن کو کوئی نہیں جانتا بجز اُس کے اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل میں ہے اور دریا میں اور نہیں گرتا کوئی پتہ مگر کہ وہ اس کو جانتا ہے اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں لہ نہ کوئی رطب اور نہ کوئی یابس مگر وہ ہے بیان کرنے والی کتاب میں (یعنی علم الٰہی) میں (۵۹)

ہونے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ شخص جس سے معجزہ ہوا مفہمین میں سے ہے کیونکہ اُس کا ایسا ہونا باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابۃ دعا اور ظہور برکت کا۔ دوم یہ کہ ملاء اعلےٰ اُس کے حکم بجالانے کو موجود ہوا اور اُس کو الہام اور احالات اور تقریبات ہوتے ہوں جو پہلے نہ ہوتے تھے پس وہ اپنے احباب کی مدد کرتا ہے اور دشمنوں کو مخذول کرتا ہے اور خدا کا حکم ظاہر ہوتا ہے اگرچہ کافر اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں جو واقعات بوجہ اپنے خارجی اسباب کے ہوتے ہیں اور آسمان و زمین کے بیچ میں جو حوادث ظہور پاتے ہیں خدا تعالےٰ اُنہی کو کسی وجہ سے اُس کا معجزہ قرار دیدے (انتہےٰ) ✦ .

تعریف معجزہ و کرامات میں جب لفظ "خرق عادت" کو جس کے معنی بجز خلاف قانون قدرت کے اور نہیں ہوسکتے جیسے کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے محفوظ رکھا جاوے تو تینوں صورتیں جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہیں داخل معجزہ و کرامات نہیں ہوسکتیں ✦

پہلی صورت میں شاہ صاحب نے مفہمین سے کسی امر کا ظاہر ہونا معجزہ یا کرامت قرار دیا ہے۔ مفہمین کے معنی اُنہوں نے یہ لکھے ہیں کہ اُن کا ملکہ نہایت اعلےٰ ہو ممکن ہو کہ وہ ایک بہت بڑے نظام مطلوب کے قایم کرنے کو سچے دعوے سے برانگیختہ ہوں اور اُن پر ملاء اعلےٰ سے علوم اور احوال الٰہیہ کی بھوار پڑتی ہو۔ معتدل المزاج ہوں اُن کی شکل و صورت درست اور خُلق اچھا ہو اُن کی رائے میں اضطراب و عدم استقلال نہ ہو نہ اُن میں بے انتہا کی ذکاوت ہو جس سے کلی سے جزئی تک اور مغز سے پوست تک رستہ نہ ہو اور نہ ایسے سخت غبی ہوں کہ جزئی کلی تک اور پوست سے مغز تک نہ پہنچ سکیں سب سے زیادہ سنت کے پابند ہوں نہایت عابد ہوں معاملات میں لوگوں کے ساتھ ٹھیک ہوں عام بھلائی کی تدبیروں کو درست رکھتے ہوں نفع عام میں شوق رکھتے ہوں بلا سبب کسی کو نہ ستاویں ہمیشہ عالم غیب کی جانب متوجہ رہیں اُس کا اثر اُن کے کلام سے اُن کے مُنہ سے ظاہر ہوتا ہو اور اُن کی تمام شان سے معلوم ہوتا ہو کہ موید من الغیب ہیں اُن کو ادنے ریاضت

لہ قال الرازی۔ ز ظلمٰت الکتاب المبین ہو علم اللہ تعالےٰ لا غیرہ وھذا ھو الاصوب (تفسیر کبیر) ✦

www.poetrymania.com©

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ	وہ وہ ہے جو مار ڈالتا ہے تم کو (یعنی سُلا دیتا ہے) رات میں اور جانتا ہے جو کمایا ہے تم نے دن میں پھر تم کو اُٹھاتا ہے اُس میں (یعنی دن میں) تا کہ پورا کیا جائے وقت

قربِ سکینہ کی وہ باتیں کھلجاتی ہیں جو اوروں کو نہیں کھلتیں پس ایسا شخص باعث ہوتا ہے بعض حوادث کے انکشاف کا اور سبب ہوتا ہے استجابت دعا اور ظہور برکات کا" +

برکت کے معنی شاہ صاحب نے یہ بتلائے ہیں کہ جس شے پر برکت دیجاوے یا تو اُس کا نفع زیادہ ہو جاوے مثلاً تھوڑی سی فوج دشمن کے خیال میں بہت سی معلوم ہونے لگے اور وہ بھاگ جاوے یا تھوڑی غذا میں طبیعت تصرف کرکے ایسا خلط صالح پیدا کرے کہ اُس سے دو چند غذا کھانے کی برابر ہو یا خود وہ شے ہی بسبب منقلب ہو جانے مادہ ہوائی کے بشکل اُس شے کے زیادہ ہو جاوے +

اس تمام بیان میں شاہ صاحب مقیمین سے اُس امر کے ظہور کو قانون قدرت کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں پس جب کہ وہ قانون قدرت کے ماتحت ہے اور تخیل تھوڑی فوج کو بہت تصور کر سکتا ہے اور طبیعت قلیل غذا سے کثیر غذا کا فائدہ دیسکتی ہے اور مادہ ہوائی بالفرض کوئی شے بن جا سکتا ہے تو وہ نفس انسانی کے خاصوں میں سے ایک خاصہ ہے شخص دون شخص پر موقوف نہیں ہے اور اس لیے کسی کا معجزہ نہیں ہوسکتا +

دوسری صورت جو شاہ صاحب نے لکھی ہے وہ الہامات اور احالات اور تقریبات کی قسم سے ہے اور جب کہ یہ نہیں بیان کیا کہ وہ الہامات واحالات وتقریبات بمقتضائے فطرت انسانی نہیں ہیں تو اُنھوں نے اُن سب کو داخل فطرت انسانی سمجھا ہے اور جب وہ فطرت انسانی میں داخل ہیں تو قانون قدرت کے ماتحت ہیں اور اس سے معجزہ قرار نہیں پاسکتے +

تیسری صورت تو نہایت ضعیف ہے اُس کا نتیجہ یہ ہے کہ دو امروں کا جن کا وقوع موافق قانون قدرت کے ہوتا ہے ایک دوسرے کے متصل واقع ہونا معجزہ ہے۔ مثلاً ایک شخص مرگیا اور اُسی کے قریب سورج گہن لگا یا ایک پیغمبر کو لوگوں نے ستایا اور اُس کے بعد کوئی واقعہ مثل طوفان یا وبا کے واقع ہوا پس پچھلے واقعہ کا اقتران پہلے واقعہ کے ساتھ معجزہ ہے حالانکہ یہ تمام امور وہیں جو قانون قدرت کے موافق واقع ہوتے رہتے ہیں اور اُن کا اقتران کسی واقعہ کے ساتھ صرف اتفاقی ہے اور وہ بھی مطابق قانون قدرت کے پس بموجب اُس اُصول کے جس کی بنا پر ہم نے معجزہ وکرامت سے انکار کیا ہے اُس اصول کے مطابق شاہ ولی اللہ صاحب بھی معجزہ وکرامت کے منکر ہیں شاہ صاحب نے اس سے بھی زیادہ وضاحت سے ایک جگہ تفہیمات میں تمام معجزات کو اسباب پر مبنی کیا ہے اور جب وہ اسباب مبنی ہیں تو تابع قانون قدرت ہیں اور جب تابع قانون قدرت ہیں تو معجزہ

www.poetrymania.com©

مُسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾	معیّن پھر اُسی کے پاس تم کو پھر جانا ہے پھر تم کو بتلا دیگا جو کچھ تم کرتے تھے ﴿۶۰﴾

نہیں اِس لئے کہا جا سکتا ہے کہ دراصل شاہ صاحب بھی ہمارے اصول کے موافق منکرین معجزات سے ہیں اُنھوں نے تفہیمات میں لکھا ہے کہ ۔ بیشک مقامات نفس الامر کے متفاوت ہیں اُن میں سے

ان مراتب نفس الامر متفاوتة منها مقام الاسباب فيه العلة والمعلول فقط والسبب والمسبب ونحسب من المحقق عندنا انه لم يترك الاسباب قط ولن يترك ولن تجد لسنة الله تبديلا انما المعجزات والكرامات امور اسبابية غلب عليه السبوغ فباينت سائر الاسبابيات (تفہیمات)

مقام اسباب ہے اور اُس مقام میں فقط علت معلول کا سلسلہ ہے اور صرف سبب اور مسبب کا اور ہمارے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ اسباب کبھی نہیں چھوٹتے اور نہ چھوٹینگے اور نہ کبھی تو پاویگا اللہ کی سنت میں ادل بدل ہونا ۔ اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ معجزے اور کرامتیں امور اسبابیہ ہیں (یعنی سبب پر مبنی ہیں) مکمل ہونا اُن پر غالب ہوگیا ہے اس لئے تمام اور اسبابیات سے جدا ہوگئے ہیں +

غرضکہ ہم نے معجزہ وکرامت کے مفہوم میں اس امر کو داخل کیا ہے کہ اُس کا وقوع خلاف قانون قدرت ہو اور اسی اصول پر معجزہ وکرامت سے انکار کیا ہے ۔ مشرکین عرب بھی اسی قسم کے معجزے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب کرتے تھے جن سے جا بجا قرآن مجید میں انکار ہوا ہے ۔ لیکن اگر وقوع خلاف قانون قدرت کو مفہوم معجزہ سے خارج کر دیا جائے اور امورات اتفاقیہ یا نادر الوقوع پر جو قانون قدرت کے مطابق واقع ہوتے ہیں معجزہ کا اطلاق کیا جاوے تو ایسی حالت میں صرف اصطلاح قرار دینے کا اختلاف ہوگا اور جو اصطلاح ہم نے قرار دی ہے اُس کے مطابق اُس پر معجزہ وکرامت کا اطلاق نہ ہوگا +

تمام فرق اسلامیہ معجزات کو حق بیان کرتے ہیں اور سوائے معتزلیوں اور اُستاد ابو اسحاق اسفرائنی کے جو اہل سنت وجماعت میں سے ہیں تمام فرقے کرامات اولیا کے بھی قائل ہیں اور شیعہ صرف دوازدہ امام علیہم السلام میں حصر کرامت کرتے ہیں معتزلے اس وجہ سے کرامات کے منکر ہیں کہ اگر اولیا سے بھی کرامتیں ہوں تو اُس میں اور معجزہ میں کچھ تمیز باقی نہیں رہتی اور پھر معجزہ ثبوت نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتا ۔ لیکن محققین علما معجزوں کا بیان اس طرح پر کرتے ہیں کہ گویا اُن کا وقوع قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے پس اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تمام علمائے فرق اسلامیہ اس مسئلہ میں میرے ساتھ متفق ہیں اور صرف اصطلاح کا فرق ہے اور جس اصطلاح مقررہ کے مطابق ہم نے معجزات وکرامات کا انکار کیا ہے وہ سب بھی اُس کے منکر

www.poetrymania.com©

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ
يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى
إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾
ثُمَّ رُدُّوْٓا إِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ
أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ
الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

وہی زبردست ہے اوپر اپنے بندوں کے اور بھیجتا
ہے تم پر نگہبان یہاں تک کہ جب آتی ہے تم میں سے
ایک کو موت تو اُس کو مار ڈالتے ہیں ہمارے
بھیجے ہوئے اور وہ تقصیر نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ پھر
وہ لیجائے جاتے ہیں اللہ کے پاس جو اُن کا مالک
ہے برحق اُسی کے لئے حکم ہے اور وہ بہت جلد
حساب لینے والوں میں سے ہے ﴿۶۲﴾

ہیں اور اگر علماے متقدمین اس بات کے منکر ہوں کہ معجزہ وکرامت کا وقوع خلاف قانون قدرت ہوتا ہے یا خلاف قانون قدرت بھی ہو سکتا ہے تو بلاشبہ وہ ہم سے اور ہم اُن سے بالکل مختلف ہیں ؂

حکماء وفلاسفہ نے معجزات یا کرامات کا انکار کسی وجہ سے کیا ہو مگر ہمارا انکار صرف اس بنا پر نہیں ہے کہ وہ مخالف عقل کے ہیں اور اس لئے اُن سے انکار کرنا ضرور ہے بلکہ ہمارا انکار اس بنا پر ہے کہ قرآن مجید سے معجزات وکرامات یعنی ظہور امور کا بطور خرق عادت یعنی خلاف فطرت یا خلاف جبلت یا خلاف خلقت یا خلاف قدر التی قدرھا اللہ کے امتناع پایا جاتا ہے جس کو ہم مختصر لفظوں میں یوں تعبیر کرتے ہیں کہ کوئی امر خلاف قانون قدرت واقع نہیں ہوتا اور اس لئے معجزات وکرامات سے جب کہ اُن کے معنوں میں غیر مقید ہونا قانون قدرت کا مراد لیا جاوے تو انکار کرتے ہیں اور اگر اُن کے مفہوم میں یہ بھی داخل کیا جاوے کہ وہ مطابق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں تو صرف نزاع لفظی باقی رہ جاتی ہے کیونکہ جو امر کہ واقع ہوا اور جس شخص کے ہاتھ سے واقع ہوا اُس کو ہم دونوں تسلیم کرتے ہیں مگر وہ اُس کا معجزہ یا کرامت نام رکھتے ہیں ہم اُس کا یہ نام نہیں رکھتے ؂

اس اختلاف کا نتیجہ تشریح مندرجہ ذیل سے بخوبی واضح ہوگا۔ ایک عجیب امر جو عام طور پر نہیں ہوا کرتا کسی پیغمبر یا ولی سے منسوب ہوا یا کسی پیغمبر کے زمانہ میں ہوتا بیان ہوا۔ تو اوّل ہم اُس کے فی الحقیقت واقع ہونے کا ثبوت تلاش کرینگے اور غالباً معتقدین معجزہ وکرامت بھی اس میں مختلف نہ ہونگے۔ شاید انجام کو اس بات میں اختلاف ہو کہ اُن کے نزدیک اُس کے وقوع کا کافی ثبوت ہو اور ہمارے نزدیک نہ ہو لیکن بغرض تسلیم اُس کے ثبوت کے ہم دونوں اُس کے وقوع میں متفق ہونگے ؂

اُس کے بعد ہم غور کرینگے کہ اُس کا وقوع آیا کسی قانون قدرت کے مطابق ہوا ہے جو

www.poetrymania.com©

قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمٰتِ
الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا
وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ
لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ
اللّٰهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ
ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾

کہ کون تم کو نجات دیتا ہے جنگلوں اور دریاؤں کے
اندھیروں سے پکارتے ہو اُس کو گڑگڑا کر اور چھپکے
سے کہ اگر ہم کو ان سے نجات دیگا تو بیشک ہم شکر
کرنے والوں میں ہونگے ﴿٦٣﴾ کہ کہ اللہ تم کو ان
سے نجات دیتا ہے اور ہر سختی سے پھر تم شرک
کرتے ہو ﴿٦٤﴾

ہم کو اب تک معلوم ہیں اگر اُس کا وقوع کسی معلوم قانون قدرت کے مطابق ہم کو معلوم ہُوا تو ہم اُس کو اُس کی طرف منسوب کرینگے معتقدین معجزہ وکرامت امر مذکورہ پر غور وفکر کئے بغیر اُس کو معجزہ یا کرامت قرار دینگے +

اور اگر کوئی قانون قدرت اُس کے وقوع یا ظہور کا ہم کو معلوم نہ ہو تو چونکہ ہم کو قرآن مجید نے یقین لایا ہے کہ تمام امور موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے ہیں ہم یہ کہینگے کہ ضرور اس کے لئے بھی کوئی قانون قدرت ہے جو ہم کو معلوم نہیں ہے ۔ اور معتقدین معجزہ وکرامات بغیر مذکورہ بالا خیال کے اُس کو معجزہ یا کرامت قرار دینگے اور اس صورت میں صرف نزاع لفظی یا اصطلاحی یا عقلی بے عقلی باقی رہ جاتی ہے +

ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزے یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور نامکمل کر دیتا ہے اور اُس کا ثبوت پیر پرست وگور پرست لوگوں کے حالات سے جو اس وقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ وکرامت کے خیال نے اُن کو پیر پرستی و گور پرستی کی رغبت دلائی ہے اور خدائے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف اُن کو رجوع کیا ہے اور منتیں ماننا اور نذر و نیاز چڑھانا اور اُن کے نام کے نشانات بنانا اور جانوروں کی بھینٹ دینا سکھایا ہے بخوبی حاصل ہے ۔ اسی وجہ سے ہمارے سچے نبی محمد رسول اللہ نے اور ہمارے سچے خدا وحدہٗ لاشریک نے صاف صاف معجزات کی نفی کر دی تاکہ توحید کامل بندوں کو حاصل ہو اور بندے خدا پر اس طرح یقین لاویں کہ لا الٰہ الا اللہ ہو واحد فی ذاتہ لاشریک لہ ۔ لا الٰہ الا اللہ ہو واحد فی صفاتہ لا مثل ولا شبیہ ولا شریک لہ لا الٰہ الا اللہ ہو المستحق للعبادت لاشریک لہ وھذا اکمل الایمان باللہ ولھذا قال اللہ تعالیٰ لحبیبہ محمد رسول اللہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ والحمد للہ الذی وھب لی ھذا الایمان ایمانًا کاملًا و طمئن قلبی بما الھمنی ربی والصلوٰۃ علی محمد وآلہ +

www.poetrymania.com©

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

کہدے کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے ایک عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے (یعنی آفت سماوی یا ارضی) یا تم کو ہمسر گروہوں میں کردے اور مزا چکھا دے تمہارے ایک گروہ کو دوسرے کی لڑائی کا، دیکھ کس طرح ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ سمجھیں ﴿۶۵﴾

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ انبیاء پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہرہ کے ہوتا ہے مگر یہ خیال محض غلط ہے انبیاء علیہم السلام پر یا کسی ماننے باطل پر ایمان لانا بھی انسانی فطرت میں داخل اور قانون قدرت کے تابع ہے۔ بعض انسان بازروے فطرت کے ایسے سلیم الطبع پیدا ہوتے ہیں کہ سیدھی اور سچی بات اُن کے دل میں بیٹھ جاتی ہے وہ اُس پر یقین کرنے کے لئے دلیل کے محتاج نہیں ہوتے باوجودیکہ وہ اس سے مانوس نہیں ہوتے مگر اُن کا وجدان صحیح اُس کے سچ ہونے پر گواہی دیتا ہے اُن کے دل میں ایک کیفیت پیدا ہوتی ہے جو اُس بات کے سچ ہونے پر اُن کو یقین دلاتی ہے۔ یہی لوگ ہیں جو انبیاء ے صادقین پر صرف اُن کا وعظ و نصیحت سُنکر ایمان لاتے ہیں نہ معجزوں اور کرامتوں پر۔ اسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکھا ہے مگر جو لوگ معجزوں کے طلبگار ہوتے ہیں وہ کبھی ایمان نہیں لاتے اور نہ معجزوں کے دکھانے سے کوئی ایمان لا سکتا ہے خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ "اگر تو زمین میں ایک سرنگ ڈھونڈ نکالے یا آسمان میں ایک سیڑھی لگالے تب بھی وہ ایمان نہیں لانے کے" اور ایک جگہ فرمایا کہ "اگر ہم کاغذوں پر لکھی ہوئی کتاب بھی بھیجدیں اور اُس کو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو لیں تب بھی وہ ایمان نہیں لانے کے اور کہینگے یہ تو علانیہ جادو ہے" پس ایمان نہ صرف ہدایت (فطرت) پر منحصر ہے جیسے کہ خدا نے فرمایا "اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم"۔

ماننے باطل پر جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے دل میں بھی غالباً اسی قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس کا سبب کبھی اُن کی فطرت ہوتی ہے جو کجی کی طرف مائل ہے سیدھی طرف مائل ہی نہیں ہوتی اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم" (الانعام) اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ دین آبائی کا اور سوسیٹی کا ایسا بوجھ اُن کی طبیعتوں پر ہوتا ہے کہ سیدھی بات کے دل میں آنے کی جگہ ہی نہیں رہتی اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ متخلی بالطبع ہو کر اُس بات پر غور نہیں کرتے اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ "فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح" جس کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اُس کا دل اسلام کے

www.poetrymania.com©

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ لِّكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۶۶)

اور جھٹلایا اُس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ سچ ہے کہدے کہ میں نہیں ہوں تم پر وکیل ہر چیز کے قرار پانے کے لئے وقت ہے اور قریب ہے کہ تم جانو گے (۶۶)

صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون (الانعام آیت ۱۲۵)

لئے (یعنی سیدھی راہ پر چلنے کے لئے) کھول دیتا ہے اور جس کو خدا گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اُس کے دل کو تنگ اور ایسا دق کر دیتا ہے کہ سیدھی بات کے اختیار کرنے کو آسمان پر چڑھنے سے بھی زیادہ مشکل سمجھتا ہے اسی طرح خدا اُن پر بُرائی ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے ،، ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ہدایت پانے یا گمراہ ہونے کو اپنا فعل قرار دیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ خدا جو فاعل حقیقی ہے ہمیشہ تمام چیزوں کو جو ظہور میں آتی ہیں اپنی طرف نسبت کرتا ہے اسی طرح ان آیتوں میں بھی انسان کے فطرتی افعال کو اپنی طرف نسبت کیا ہے مگر درحقیقت یہ بیان انسان کی فطرت کا ہے اور بس +

(۶۶) (ویرسل علیکم حفظۃ) اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علماء نے عجیب باتیں لکھی ہیں - اول تو اُنہوں نے اس آیت کے ان لفظوں سے " ویرسل علیکم حفظۃ " اور قرآن مجید کی اور آیتوں کے ان الفاظ سے " معقبات بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ " اور ان الفاظ سے " ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید " اور ان الفاظ سے " وان علیکم لحافظین کراما کاتبین " یہ قرار دیا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ انسان سے خارج اُس کے نگہبان فرشتے متعلق ہیں جو ملائک حفظہ کے نام سے موسوم ہیں +

مگر اسی آیت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ " حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا " تو اس پر یہ بحث پیش آئی کہ یہ فرشتے مار ڈالتے ہیں وہی حفظہ ہیں جو آخر کو قتلہ ہو گئے یا اُن سے علیحدہ ہیں - بعضوں کا یہ قول ہے کہ یہ قتلہ وہی حفظہ ہیں اور اکثر قول ہے کہ نہیں قتلہ حفظہ سے علیحدہ ہیں اور اسی قول کو راجح قرار دیا ہے +

اس کے بعد جو اس آیت میں یہ الفاظ ہیں کہ " ثم ردوا الی اللہ مولاھم الحق " یہ قرار دیا ہے کہ جب انسان مر جاتا ہے تو یہ قتلہ فرشتے بھی مر جاتے ہیں اور خدا کے پاس لیجائے جاتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ فرشتے نہیں لیجائے جاتے بلکہ آدمی جو مرتے ہیں وہ لیجائے جاتے ہیں - مگر کسی مفسر نے یہ نہیں لکھا کہ اگر یہ حفظہ و قتلہ فرشتے جو ہر ایک انسان پر متعین ہیں اگر وہ بھی انسان کے ساتھ نہیں مرتے تو پھر کیا کیا کرتے ہیں خدا تعالیٰ اُن کو کسی اور خدمت پہ معین کرتا

www.poetrymania.com©

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (۶۹)

اور چھوڑ دے اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل و تماشا کر رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے اُن کو دھوکا دیا ہے اور نصیحت کر ساتھ اس کے کہ ہلاکت میں پڑیگی ہر ایک جان بسبب اُس کے جو کمایا ہے، نہیں ہے اُس کے لئے سوائے خدا کے کوئی دوست اور نہ کوئی بخشوانے والا اور اگر بدلا دیوے کتنا ہی بدلا تو اُس سے کچھ نہیں لیا جاویگا۔ یہی لوگ ہیں جو ہلاکت میں پڑے ہیں بسبب اُسکے جو اُنہوں نے کمایا ہے اُن کے لئے ہے پینا کھولتے ہوئے پانی کا اور عذاب دُکھ دینے والا بسبب اُس کے کہ وہ کفر کرتے تھے (۶۹)

ملائکہ کی بحث میں ہم نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ملائکہ کا اطلاق انہی قوئے پر ہوا ہے جو خدا نے انسان میں اور اپنی دیگر مخلوقات میں پیدا کئے ہیں نہ کسی ایسے جسم پر جو خارج از انسان پیدا ہوا ہو پس حفظہ کا موصوف محذوف خواہ ملائکہ کو قرار دو خواہ قوئے کو دونوں صورتوں میں مطلب واحد ہے +

(۷۲) (وھو الذی) اس آیت میں جس بات پر غور کرنی ہے وہ یہ ہے کہ، کن فیکون سے کیا مراد ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اسی آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ خدا کا جو یہ

لیس المراد بقولہ کن فیکون خطاب امر لان ذلک الامر ان کان للمعدوم فھو محال وان کان الموجود فھو امر بان یصیر الموجود موجودا وھو محال بل المراد منہ التنبیہ علی نفاذ قدرتہ ومشیتہ فی تکوین الکائنات وایجاد الموجودات (تفسیر کبیر)

قول ہے کہ کن فیکون نہ تو اس سے مراد کسی کی طرف خطاب کرنا ہے اور نہ حکم دینا ہے اس لئے کہ اگر یہ معدوم چیزوں کے لئے ہو تو وہ محال ہے اور اگر موجود چیزوں کے لئے ہو تو موجود چیزوں کو کہنا ہوگا کہ موجود ہو جاؤ اور یہ بھی محال ہے بلکہ اس سے مراد جتلانا ہے کہ خدا کی قدرت اور خواہش تمام کائنات کے ہونے اور موجودات کے ایجاد پانے میں نافذ ہے"۔ پس جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں کے لغوی معنی ہی مراد ہیں یہ اُن کی غلطی ہے اور اس امر کے محقق ہونے میں کہ۔ خدا جو کرتا ہے اُسی قانون قدرت کے مطابق کرتا ہے جو اُس نے اُن چیزوں کے موجود ہونے کے لئے بنایا ہے۔ کچھ تخلل واقع نہیں ہوتا +

(۷۳) (ینفخ فی الصور) یہ مضمون قرآن مجید میں بہت جگہ بہ تبدل الفاظ آیا ہے سورہ انعام میں ہے یوم ینفخ فی الصور (۷۳)، سورہ کہف میں ہے ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا (۹۹) سورہ طٰہٰ میں ہے یوم ینفخ فی الصور ونحشر المجرمین یومئذ زرقا (۱۰۲)، سورہ مومنون میں ہے

www.poetrymania.com©

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى
اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى
اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ
حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ
اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى
اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۷۰)

کہیے (اے پیغمبر) کہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو
جو نہ ہم کو نفع دے اور نہ ضرر پہنچا سکے اور ہم اپنی ایڑیوں کے
بل الٹے پھیں بعد اس کے کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی۔ مثل اس
شخص کے جس کو شیاطین نے مجبور کر دیا ہو اور زمین پر حیران
رہ گیا ہو۔ اس کے دوست ہیں اس کو سیدھی راہ پر
بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ کہیے خدا ہی کی ہدایت
ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالم
کے مطیع ہوں (۷۰)

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض (۸۹) سورہ یٰسین میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱) سورہ زمر میں ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (۶۸) سورہ ق میں ہے ونفخ فی الصور ذلک یوم الوعید (۲۰) سورہ الحاقہ میں ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ (۱۳) سورہ نبا میں ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۱۸) سورہ مدثر میں ہے فاذا نقر فی الناقور فذلک یومئذ یوم عسیر (۸) +

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں اور ان میں اس دن کا ذکر ہے جب کہ تمام دنیا الٹ پٹ اور درہم برہم ہو جاوے گی مگر ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صور جمع صورۃ کی ہے اور اس سے مراد مردوں میں روح پھونکنے سے ہے اگر اس رائے کو تسلیم کیا جاوے تو ان آیتوں میں سے اکثر جگہ صور کے لفظ کے متعارف معنوں کے لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان سب آیتوں میں صور کے لفظ سے وہی آلہ مراد ہے جس کو بھونپو۔ نرسنگھا۔ سنکھ۔ تری۔ قرنا۔ ترم۔ بگل کہتے ہیں اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی ہے +

تاریخ کے تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں یعنی حضرت موسےٰ کے وقت سے بھی پیشتر لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کو آگ جلانے کا رواج تھا پہاڑوں پر اور اونچے مقامات پر آگ جلاتے تھے اور گویا وہ پیغام تھا کہ سب آکر جمع ہو گویا وہ علامت حشر کی تھی اب بھی بعض بعض پہاڑی قوموں میں یہ رسم پائی جاتی ہے +

لڑائی کے میدان میں غولوں کے کسی ایک طرف جمع کرنے یا حملہ کے لئے مستعد کرنے کا حکم پہنچانے میں دقت پڑتی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے اس کام کے لئے مشعلوں کا جلانا اور

www.poetrymania.com©

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾

کہدے (اے پیغمبر) کہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو جو نہ ہم کو نفع دے اور نہ ضرر پہنچا سکے اور ہم اپنی ایڑیوں کے الٹے پھیں بعد اس کے کہ خدا نے ہم کو ہدایت کی۔ مثل اس شخص کے جس کو شیطانوں نے مخبوط کر دیا ہو اور زمین پر حیران رہ گیا ہو۔ اس کے دوست ہیں اس کو سیدھی راہ پر بلاتے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ کہدے کہ خدا ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم پروردگار عالموں کے مطیع ہوں (۷۰)

ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض (۸۹) سورہ یٰسین میں ہے ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (۵۱) سورہ زمر میں ہے ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض (۶۸) سورہ ق میں ہے ونفخ فی الصور ذلك یوم الوعید (۱۹) سورہ الحاقہ میں ہے فاذا نفخ فی الصور نفخۃ واحدۃ (۱۳) سورہ نبا میں ہے یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا (۱۸) سورہ مدثر میں ہے فاذا نقر فی الناقور فذلك یومئذ یوم عسیر (۸) +

اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام آیتیں قیامت کے حال سے متعلق ہیں اور ان میں اس دن کا ذکر ہے جب کہ تمام دنیا الٹ پلٹ اور درہم برہم ہو جاوے گی مگر ابو عبیدہ کا قول ہے کہ صور جمع صورۃ کی ہے اور اس سے مراد مردوں میں روح پھونکنے سے ہے اگر اس رائے کو تسلیم کیا جاوے تو ان آیتوں میں سے اکثر جگہ صور کے لفظ کے متعارف معنوں کے لینے کی ضرورت باقی نہیں رہتی مگر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان سب آیتوں میں صور کے لفظ سے وہی آلہ مراد ہے جس کو بھونپو۔ نرسنگھا۔ سنکھ۔ تری۔ قرنا۔ ترم۔ بگل کہتے ہیں اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی ہے +

تاریخ کے قصص سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں یعنی حضرت موسٰے کے وقت سے بھی پیشتر لڑائی کے لئے لوگوں کے جمع کرنے کو آگ جلانے کا رواج تھا پہاڑوں پر اور اونچے مقامات پر آگ جلاتے تھے اور گویا وہ پیغام تھا کہ سب آکر جمع ہو گویا وہ علامت حشر کی تھی اب بھی بعض بعض پہاڑی قوموں میں یہ رسم پائی جاتی ہے +

لڑائی کے میدان میں فوجوں کے کسی خاص طرف جمع کرنے یا حملہ کے لئے مجتمع کرنے کا حکم پہنچانے میں دقت پڑتی ہو گی معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں نے اس کام کے لئے شعلوں کی بناوٹ اور

www.poetrymania.com©

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَ
هُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۱﴾
وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ
كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۷۲﴾

اور یہ حکم دیا گیا ہے) کہ قائم کرو نماز کو اور اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو وہ وہ ہے جس کے پاس لیجائے جاؤ گے ﴿۷۱﴾ وہ وہ ہے جس نے درستی سے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جس دن کہے گا کہ ہو پھر ہو جاویگا ﴿۷۲﴾

اور مشعلوں کی روشنی کے ذریعہ سے لڑائی کے میدان میں غولوں کو حکم پہنچانا ایجاد کیا +

غالباً دن کو مشعلوں سے بخوبی کام نہ نکلتا ہوگا اس لئے ایک ایسی چیز کی تلاش کی ضرورت پیش آئی جس کی بہت بڑی آواز ہو اور وہ آواز لڑائی کے میدان میں حکم بھیجنے کا ذریعہ ہو مصری ہی اس کے موجد ہوئے اور انہوں نے دریائی جانوروں کی ہڈی کے خول سے جس میں خل گھونگھے کے پیچ در پیچ ہوتے تھے اور جس میں پھونکنے سے نہایت سخت و شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا چنانچہ اب تک ہندو اسی کا استعمال کرتے ہیں جو سنکھ کے نام سے مشہور ہے +

بنی اسرائیل جب مصر میں تھے تو انہوں نے مصریوں سے اس کو اخذ کیا تھا اور جب وہ جنگل میں آوارہ و پریشان ہوئے اور پہاڑی اور جنگلی ملک میں دریائی جانوروں کے خول میسر تھے انہوں نے صحرائی جانوروں خصوصاً مینڈھے یا دنبہ یا پہاڑی بکرے کے سینگوں سے جو ٹیڑھے اور پیچ دار ہوتے تھے اور جن میں پھونکنے سے ویسی ہی سخت شدید آواز نکلتی تھی یہ کام لینا شروع کیا صور کے معنی قرن یعنی سینگ کے ہیں۔ بعد اس کے جب زمانہ نے ترقی کرنا شروع کیا تو اس کو اور اشیا مثل چاندی پیتل اور تانبے وغیرہ سے اور نہایت عجیب و پیچدار طور سے بنانے لگے +

توریت سفر خروج باب ۱۰ میں لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ تو اپنے لئے چاندی کے دو قرنا بنا جب تو ان دونوں کو بجاوے تو تمام لوگ خیمہ کے دروازہ پر جمع ہو جایا کریں۔ اور جب ایک کو بجاوے تو بنی اسرائیل کے سردار تیرے پاس آجایا کریں۔ اور جب زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جانب مشرق ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں اور جب دو دفعہ زور سے بجائی جاوے تو جن کے خیمے جنوب کی جانب ہوں وہ کوچ کرنا شروع کریں۔ اور جب سب کو ایک جگہ ٹھیرانا مقصود ہو تو دھیمی آواز سے بجایا جاوے اگر اپنے ملک میں اپنے دشمن سے جس نے تم پر زیادتی کی ہے لڑنے کو جاؤ تو قرنا کو بہت زور سے بجاؤ اور خوشی کے دنوں میں اور عیدوں کے دن اور ہر مہینہ کے شروع میں قربان گاہوں میں بجایا کرو اور ہارون کی اولاد اس کو بجایا کرے +

یرمیاہ اور عہد عتیق کی اور کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ شہروں اور ملکوں سے لڑائی کے

www.poetrymania.com©

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾	اُس کا کہنا درست ہے اُسی کے لئے بادشاہت ہے جس دن پھونکا جاویگا صور میں جاننے والا ہے چھپے اور کھلے کا اور وہ حکیم ہے خبر رکھنے والا ﴿۷۳﴾

لئے لوگوں کو جمع کرنے کو قرنا بجائی جاتی تھی چنانچہ یرمیاہ نبی کی کتاب میں لکھا ہے کہ "علم را در زمین برپا دارید کرنا را درمیان طوائف بنوازید در برابرش اقوام را زبدہ نمائید و بر ضدش ممالک آرا راط دمتی واشکناز را آواز دہید و بر خلافش سرداران را نصب نمودہ اسپہا را مثل ملخ برآورید" (باب ۵۱ ورس ۲۷)

اور ایک مقام میں لکھا ہے کہ " در یہودا اخبار نمودہ و در اورشلیم مسموع گردانید و بگوئید کہ در زمین قرنا بنوازید باواز بلند ندا کردہ بگوئید کہ جمع آیند تا آنکہ در شہرہائے حصار دار آئیم" (باب ۴ ورس ۵)

یہودیوں نے اپنے خیال میں خدا تعالے کے پاس بھی فرشتوں کی فوج کا ہونا اور اُس میں درجہ بدرجہ سرداروں کا ہونا تسلیم کیا تھا اور اسی خیال سے فوج میں کام لینے کو فرشتوں کے پاس بھی صور یا قرنا کا ہونا خیال کیا اور صور پھونکنے والے فرشتے قرار دئیے جن میں سب کا سردار اسرافیل فرشتہ ہے

عیسائیوں نے بھی اس خیال میں یہودیوں کی پیروی کی یوحنا حواری اپنے مشاہدات میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے تین فرشتوں کو تُرئی پھونکنے پر متعین دیکھا (باب ۸ ورس ۱۳)

یہودی اور عیسائی دونوں حشر اجساد کے اور سب مُردوں کے ایک جگہ جمع ہونے کے قائل تھے اُس حشر اور اجتماع کے لئے اُسی خیال کے مطابق جس طرح وہ لوگوں کو جمع کیا کرتے تھے اُنہوں نے صور کا پھونکا جانا تصور کیا اشعیاہ نبی کی کتاب سے یہ خیال کہ قیامت کے شروع میں صور پھونکی جاویگی جا بجا پایا جاتا ہے۔ اور سینٹ پال نے اپنے پہلے خط کے باب پندرھویں میں جو کارنتھیوں کو لکھا ہے اس خیال کو بخوبی ظاہر کیا ہے جہاں لکھا ہے کہ " ہم سب ایک دم میں ایک پل مارنے میں پچھلی تُرئی پھونکنے کے وقت مبدل ہو جاوینگے کہ تُرئی پھونکی جاویگی اور مردے اُٹھینگے اور ہم مبدل ہو جاوینگے"

ہمارے ہاں کے علما نے حسب عادت اپنے اس امر میں یہودیوں کی پیروی کی ہے اور نفخ صور کے لغوی معنی لئے ہیں اور جب اُنہوں نے لغوی معنی لئے تو ضرور ہوا کہ صور کو بشکل معینہ موجود اور اس کے بجانے کے لئے فرشتے قرار دیں بعض بزرگوں نے یہاں تک یہودیوں کی پیروی کی ہے

www.poetrymania.com©

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ (یعنی چچا) آزر سے کہ کیا تو نے ٹھیرایا ہے بتوں کو خدا بیشک میں تجھ کو اور تیری قوم کو علانیہ گمراہی میں دیکھتا ہوں ﴿۷۴﴾

کہ جس طرح توریت میں لکھا ہے کہ خدا نے موسے کو چاندی کی دو صوریں بنانے کا حکم دیا تھا اُنھوں نے بھی صور کو جوڑا قرار دیا ہے کہ ایک کے بجانے سے ایک طرح کی اور دونوں کو ساتھ بجانے سے دوسری طرح کی آواز نکلیگی اور اُس پر حاشیہ یہ چڑھایا کہ صور میں بقدر تعداد ارواحوں کے چھید ہیں جیسے بانسلی میں ہوتے ہیں اور جب مردوں کو زندہ کرنے کے لئے صور پھونکی جاویگی تو اروا حیں صور کے چھیدوں میں سے نکل پڑینگی (دیکھو تفسیر کبیر سورۃ مدثر آیت ۸) +

مگر قرآن مجید میں جس طرح تنزہ ذات باری کا اور اُس کے کاموں کا بیان ہے وہ اس قسم کے خیالات کثیفہ کا مانع ہے نفخ صور صرف استعارہ ہے بعث و حشر کا اور تبدل حالت کا جس طرح لشکر میں صور بجنے سے سب مجتمع ہو جاتے ہیں اور لڑنے کو کھڑے ہو جاتے ہیں اور گروہ در گروہ آموجود ہوتے ہیں اسی طرح بعث و حشر میں ارادۃ اللہ سے جس طرح کہ اُس نے قانون قدرت میں مقرر کیا ہو گا وقت موعود پر سب لوگ اُٹھینگے اور جمع ہو جاوینگے اُس حالت نفخ صور سے استعارہ کیا گیا ہے پس اس آیت سے یا قرآن مجید کی اور آیتوں سے یہ بات کہ فی الواقع کوئی صور یعنی متعارف موجود ہے یا موجود ہوگی اور فی الواقع وہ مثل صور متعارفہ کے پھونکنے کے پھونکی جاویگی اور فی الواقع اُس کو فرشتے لئے ہونگے اور وہ اُس کو پھونکینگے ثابت نہیں +

گو کہ تمام علماے اسلام صور کو ایک شے موجود فی الخارج اور اُس کے لئے پھونکنے والے فرشتے یقین کرتے ہیں اور عموماً مسلمانوں کا اعتقاد یہی ہے مگر بعض اقوال اُنہی علما کے ایسے پائے جاتے ہیں جن میں صاف بیان ہے کہ نفخ صور صرف استعارہ اور تمثیل ہے تفسیر کبیر میں سورہ طٰہٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو آخرت کی باتیں ان چیزوں کی مثالوں سے بتلاتا ہے جو دنیا میں دیکھی جاتی ہیں اور لوگوں کی عادت ہے کہ کوچ کے وقت اور لشکروں میں بھونپو یعنی بُوق یعنی صور بجاتے ہیں

واللّٰہ تعالیٰ یعرف الناس من امور الاخرۃ بامثال ما شوھد فی الدنیا ومن عادۃ الناس النفخ فی البوق عند الاسفار وفی العساکر (طٰہٰ)

اور سورہ مومنون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نفخ فی الصور استعارہ ہے اور اُس سے مُراد بعث و حشر ہے

ان النفخ فی الصور استعارۃ والمراد منہ البعث والحشر (مؤمنون)

سورہ نمل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جائز ہے کہ یہ

یجوز ان یکون تمثیلا لدعاء الموتی فان خروجھم من قبورھم کخروج الجیش عند سماع صوت الآلۃ (نمل)

وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے تھے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی تاکہ وہ ہووے یقین کرنے والوں میں سے (۷۵) پھر جب اُس پر رات چھا گئی اُس نے ایک تارے کو دیکھا۔ کہا یہ ہے میرا پروردگار پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں دوست نہیں رکھتا ڈوب جانے والوں کو (۷۶)

تشبیہ ہو مردوں کے بلانے کی۔ بیشک اُن کا اپنی قبروں میں سے نکلنا لشکر کے نکلنے کی مانند ہے جب کہ وہ صور کی آواز سنتے ہی نکل کھڑا ہوتا ہے۔ پس جن عالموں کی یہ رائے ہے وہ بھی بشیر تاویل صور کے لغوی معنی لیتے ہیں اور نہ صور کے وجود فی الخارج کو مانتے ہیں اور نہ اُس کے وجود کیلئے اُس کے پھونکنے والوں کی ضرورت جانتے ہیں۔ حشر اجساد کا مسئلہ قابل بحث ہے ہم اُس کی نسبت بھی کسی وقت بحث ارواح کے بعد بحث کرینگے واللہ المستعان ٭

(۷۴) (واذ قال ابراھیم لابیہ آزر) اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیتوں میں حضرت ابراہیم کی نسبت جو حالات مذکور ہیں اُن میں چند امور غور طلب ہیں۔ اول یہ کہ آزر حضرت ابراہیم کے کون تھے قرآن مجید میں آزر کو حضرت ابراہیم کے اب کے لفظ سے تعبیر کیا ہے مگر قرآن مجید میں اب کا اطلاق باپ اور چچا دونوں پر آیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا کہ نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسمعیل واسحٰق۔ حالانکہ اسمٰعیل حضرت یعقوب کے چچا تھے اُن پر بھی یعقوب کے باپ کا اطلاق ہوا ہے۔ تفسیر کبیر میں بھی بعض اقوال لکھے ہیں کہ اس آیت میں اب کا اطلاق عم پر ہوا ہے ظن غالب ہے کہ حضرت ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا۔ توریت سے پایا جاتا ہے کہ تارح کے بھائی بھی تھے مگر توریت میں ان کے نام نہیں بیان کئے چنانچہ کتاب پیدائش باب ۱۱ ورس ۲۴ و ۲۵ میں لکھا ہے کہ "وناحور بست و نہ سال زندگی نمودہ تارح را تولید نمود۔ وناحور بعد از تولید نمودن تارح یک صد و نوزدہ سال زندگانی نمودہ پسران و دختران را تولید نمود" ان آیتوں سے تارح کے بھائیوں یعنی حضرت ابراہیم کے چچاؤں کا ہونا پایا جاتا ہے ٭

علاوہ اس کے توریت کے اسی باب میں لکھا ہے کہ بعد اُن تمام واقعات کے جو حضرت ابراہیم پر اُن کے وطن "اور کسدیم" میں گذرے اُنہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کے ساتھ اُن کے باپ تارح بھی تھے اور اُنہوں نے بھی اُس ملک کو چھوڑ دیا تھا چنانچہ ورس ۳۱ میں لکھا ہے کہ "تارح پسر خود ابرام و پسر پسر خود لوط پسر حاران و عروس خود

www.poetrymania.com©

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَىٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ فَلَمَّاۤ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾

پھر جب دیکھا چاند کو چمکتا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار پھر جب ڈوب گیا تو کہا کہ اگر میرا رب مجھ کو ہدایت نہ کریگا تو بیشک میں گمراہوں کے گروہ میں سے ہو جاؤنگا ﴿۷۷﴾ پھر جب دیکھا سورج کو چمکتا ہوا کہا یہ ہے میرا پروردگار یہ ہے سب سے بڑا پھر جب وہ ڈوب گیا کہا اے میری قوم میں بیشک بیزار ہوں اُس سے جو تم شرک کرتے ہو ﴿۷۸﴾

ساری زن پسرش ابرام را برداشت و باہم دیگر از اور کلدانیاں بقصد رفتن بزمین کنعن بیرون آمدند "

پس یہ ایک دلیل اس بات کی ہے کہ جس مباحثہ کا قرآن مجید میں ذکر ہے وہ حضرت ابراہیم کے باپ سے نہیں ہوا تھا بلکہ اب کا لفظ عم پر بطور اظہار محبت اور بزرگی چچا کے جن سے مباحثہ پیش آگیا تھا بولا گیا ہے +

دوسرے یہ کہ جب حضرت ابراہیم نے یہ مباحثہ کیا تو اُن کی عمر کیا تھی۔ اس امر کا تحقیق کرنا ناممکن ہے کیونکہ ان امور کی تحقیقات صرف توریت پر منحصر ہے نسخے توریت کے اس باب میں نہایت مختلف ہیں عبری توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ دنیوی کے ۱۹۵۰ برس بعد حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور یونانی نسخہ توریت سے جس کو سپٹواجنٹ کہتے ہیں اُن کی پیدایش ۲۷۲۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور سامری نسخہ توریت سے ۲۵۹۸ برس بعد معلوم ہوتی ہے عیسائی مورخوں نے ولادت حضرت ابراہیم کی ۲۰۰۸ برس بعد سنہ دنیوی کے اور اُن کا اور کلدانیان سے نکلنا ۲۰۰۳ سنہ دنیوی میں قرار دیا ہے اور اس حساب سے اُس وقت اُن کی عمر پچھتر برس کی تھی مگر اس حساب پر اعتماد کرنے کی کوئی کافی وجہ نہیں ہے +

قرآن مجید سے جہاں خدا نے فرمایا ہے " قالوا سمعنا فتی یذکرهم یقال له ابراهیم " معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت ابراہیم جوان تھے اور دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے " ولقد اتینا ابراهیم رشده من قبل وکنا به عالمین " (سورۂ انبیا آیت ۵۲) اور اسی آیت کے بعد اس مباحثہ کا ذکر ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل وقت مباحثہ کے حضرت ابراہیم جوان اور رشید ہو چکے تھے اور اُن کا دل الہامات ربانی سے معمور تھا جس کے لئے عموماً چالیس برس کی عمر خیال کی جاتی ہے پس کچھ عجب نہیں ہے کہ یہ واقعہ اسی عمر کے قریب قریب واقع ہوا ہو +

مگر ہمارے علمائے مفسرین کو " فلما جن علیه اللیل " نے گھبرا دیا ہے وہ سمجھے ہیں کہ یہ پہلی دفعہ تھی جو اُنہوں نے رات دیکھی تھی اور اس لئے بے اصل قصہ اپنی تفسیروں میں لکھا ہے کہ اُس زمانہ

www.poetrymania.com©

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۷۹﴾ وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿۸۰﴾

بیشک میں نے متوجہ کیا اپنے مُنہ کو اُس کی طرف جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو دلی یقین سے اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے ﴿۷۹﴾ اور حجّت کی اُس سے اُس کی قوم نے اُس نے کہا کہ کیا تم حجّت کرتے ہو میرے ساتھ اللہ میں اور بیشک اُس نے مجھ کو ہدایت کی ہے اور میں نہیں ڈرتا اُس سے جس کو تم اُس کے ساتھ شریک کرتے ہو مگر یہ کہ اگر چاہے میرا خدا کسی امر کو، پھیلا ہوا ہے میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر پھر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ﴿۸۰﴾

کے بادشاہ کے خوف سے جس نے ایک خواب دیکھا تھا اور لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا حضرت ابراہیم کی ماں نے اُن کے حمل کو چھپایا اور جب لڑکا پیدا ہونے کا وقت آیا تو ایک پہاڑ کی کھو میں جا کر جنا اور اُس کا مُنہ پتھروں سے بند کر دیا اور حضرت جبرئیل نے حضرت ابراہیم کی پرورش کی جب وہ اُسی پہاڑی کی کھو میں بڑے ہو گئے تو اُس کھو میں سے پہلی دفعہ رات کو ایک ستارہ دیکھا پھر چاند دیکھا پھر سورج دیکھا +

مگر یہ خیال اور یہ قصہ دونوں صحیح نہیں ہیں حضرت ابراہیم کے ناحور اور ہاران دو اور بڑے بھائی تھے اور حضرت ابراہیم سب سے چھوٹے تھے انسان کی فطرت میں ہے کہ جب وہ کسی قوم میں پیدا ہوتا ہے تو یا تو اُسی قوم کی باتوں پر یقین کرتا ہے اور اُسی قوم کے عقاید و اعمال کی پیروی کرنے لگتا ہے یا اُس قوم کے افعال و اقوال کو تعجب و حیرت کی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے نہ اُن پر یقین کرتا ہے اور نہ اُن افعال میں شریک ہوتا ہے اور نہ اُس کے ذہن میں آتا ہے کہ اصل بات کیا ہے اور ایک تفکر اور سوچ کی حالت میں ایک زمانہ بسر کرتا ہے اور خدا کی ہدایت جو خدا نے انبیا اور صلحا کی فطرت میں رکھی ہے اُس کی تائید کرتی رہتی ہے اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے "کذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض" اسی حالت میں ایک رات ستارہ اور چاند اور اُس کے بعد سورج کو دیکھ کر حضرت ابراہیم کو وہ خیال آیا جو قرآن مجید میں مذکور ہے پس ضرور نہیں ہے کہ وہ رات پہلی ہی رات ہو جو اُنہوں نے دیکھی تھی +

تیسرے یہ کہ "ملکوت السموات والارض" سے اور اُس کے دکھلانے سے کیا مراد ہے، علمائے مفسرین نے اُس کی نسبت بھی بہت سی رطب و یابس باتیں لکھی ہیں مگر خدا کی قدرت اور اُس کی عظمت اور وحدانیت پر یقین کرنے کے لئے موجودات عالم اور اُس کی خلقت اور فطرت پر غور کرنے سے زیادہ یقین لانے والی کوئی چیز نہیں ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید

www.poetrymania.com©

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَ
لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا
فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۱) اَلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ
بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَ
هُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۸۲)

اور کیونکر میں ڈروں اس سے جس کو تم شریک کرتے ہو
اور تم نہیں ڈرتے اس سے کہ تم شریک کرتے ہو اللہ کے
ساتھ اس کو جس کے لئے کوئی دلیل تم پر اتاری نہیں گئی ہے۔
پھر دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے اگر
تم جانتے ہو (۸۱) وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور
اُنھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (یعنی شرک) میں نہیں ملایا
ہے، وہی لوگ ہیں کہ اُن کے لئے امن ہے اور وہ
ہی ہدایت پائے ہوئے ہیں (۸۲)

میں متعدد طریقہ پر وجود عالم سے صانع کے وجود پر استدلال کیا ہے پس خدا نے آسمان و زمین کی بادشاہت کی حقیقت حضرت ابراہیم کے دل پر کھولی جس کی ابتدا تارے چاند و سورج کو رب خیال کرنا اور اُس کی انتہا " انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض " کہنا ہے اور اسی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے " کذلك نری ابراهيم ملكوت السموات والارض " +

چوتھے یہ کہ علماے اسلام کو ایک اور مشکل پیش آئی ہے کہ اُن کے اصول مقررہ کے موافق انبیا کبھی اور کسی حال میں مرتکب شرک و کفر نہیں ہوئے پس کیونکر حضرت ابراہیم نے تارہ اور چاند اور سورج کو دیکھ کر کہا کہ " هذا ربی " اس شبہ کے رفع کرنے کو اُنھوں نے متعدد طرح سے صعوبتیں اٹھائی ہیں مگر یہ امر نہایت صاف ہے جس میں کچھ مشکل نہیں +

بلاشبہ انبیا علیہم السلام کبھی مرتکب شرک و کفر کے نہیں ہوتے اُن کی فطرت ہی اُس آلودگی سے پاک ہوتی ہے مگر قدیم زمانہ میں جو بت پرستی تھی اور جس شرک و کفر میں اُس زمانہ کے لوگ گرفتار تھے اُس کی حقیقت پر اول غور کرنی لازم ہے۔ تمام مشرکین ذات باری کا کسی کو شریک نہیں قرار دیتے تھے بلکہ خدا کے سوا موجودات غیر مرئی اور اجرام سماوی کو مدبرات عالم اور مالک نفع و نقصان سمجھتے تھے اور اُنھی کے نام سے ہیاکل اور اصنام بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے اور اُن کو یقین تھا کہ اُن کی رضامندی و خوشنودی فائدہ بخش اور اُن کی ناراضی مضرت رساں ہے مگر کسی وجود غیر مرئی کو یا کسی کو اجرام سماوی میں سے صرف مدبر عالم خیال کرنا خواہ وہ خیال صحیح ہو یا غلط کفر و شرک نہیں ہو سکتا بلکہ کفر و شرک اُس وقت ہوتا ہے جب کہ اُس میں قدرت نفع و نقصان پہنچانے کی مانی جاوے یعنی یہ سمجھا جاوے کہ اُس میں قدرت ہے کہ جب چاہے نفع پہنچاوے جب چاہے نقصان اور اسی خیال سے اُس کی پرستش کی جاوے۔ مثلاً مسلمانوں کا یہ خیال کہ مینہ کے برسانے والے فرشتے بادلوں پر متعین ہیں اور مینہ برساتے پھرتے ہیں یا یہ خیال کہ آفتاب فصول اربعہ کا باعث

www.poetrymania.com©

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ
عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾
وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ
قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ
سُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ
مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾

اور یہ ہماری دلیلیں ہیں ہم نے اُن کو ابراہیم کو اُس
کی قوم پر کرنے کو دی تھیں ہم بلند کر دیتے ہیں درجے
جس کے چاہتے ہیں بیشک تیرا پروردگار حکمت والا ہے
جاننے والا ﴿۸۳﴾ اور ہم نے اُس کو عطا کیا اسحٰق اور یعقوب
ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور نوح کو ہم نے اس سے پہلے ہدایت
کی اور اُس کی (یعنی ابراہیم کی) اولاد میں سے ہیں داؤد
اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسٰے اور
ہارون اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی کرنے
والوں کو ﴿۸۴﴾

اور روئیدگی اور پھولوں اور پھلوں کا مدبر ہے نہ کفر ہے نہ شرک ہے لیکن جب آفتاب یا ستارہ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جاوے کہ اُن کو مینہ برسانے یا نہ برسانے اور میوہ پکانے یا نہ پکانے کا اختیار ہے اور اُن کی رضامندی اُس کے لئے مفید اور ناراضی مضرت رساں ہے اور اس خیال پر اُن کی پرستش کی جاوے تو وہ بلاشبہ شرک و کفر ہے۔ تارح کے خاندان میں زیادہ تر اجرام علوی کے اصنام کی پرستش ہوتی تھی اسی وجہ سے حضرت ابراہیم کا خیال ستارے اور چاند اور سورج پر رب یعنی مدبرات میں سے ہونے کا گیا نہ الٰہ ہونے کا اور اُس کو بھی خدا کی ہدایت سے جو فطرت انبیا میں ہے قرار نہ ہوا پس صرف یہ خیال شرک و کفر نہ تھا اور حضرت ابراہیم نے اُن میں سے کسی کی پرستش نہیں کی نہ اُن میں جب چاہیں نفع اور جب چاہیں مضرت پہنچانے کی قدرت یقین کی اس لئے کسی طرح اُن کا اس معصیت میں مبتلا ہونا لازم نہیں آتا ✦

اس بیان کی تشریح بعد کی آیتوں سے بخوبی ہوتی ہے جہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا ہے کہ "میں نہیں ڈرتا اُس سے جس کو تم خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو" پھر فرمایا کہ "کیونکر میں ڈروں اُس سے جس کو تم شریک کرتے ہو" یہ اقوال صاف اس بات پر دال ہیں کہ جن کی نسبت حضرت ابراہیم نے ربی کہا تھا اُن کو مالک اور قادر نفع و نقصان پہنچانے پر نہیں مانا تھا ✦

پانچویں یہ کہ اس آیت میں جو الفاظ "لیکون من الموقنین" ہیں زیادہ تر غور کے لائق ہیں خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض اس لئے دکھائیں تاکہ یقین کرنے والوں میں ہو۔ ہم اُن لوگوں کو جو بتقلید آبائی یا باطاعت کسی کے قول کی خدا پر یقین رکھتے ہیں مومن پاک جانتے ہیں مگر جو لوگ کہ بعد غور و فکر کے اور خدا کی قدرتوں کو جستجو

www.poetrymania.com©

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (۸۶) وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۸۷)	اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے (۸۵) اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط ہر ایک کو ہم نے بزرگی دی عالموں پر (۸۶) اور اُن کے باپوں اور اُن کی اولادوں اور اُن کے بھائیوں میں سے ہم نے اُن کو برگزیدہ کیا اور ہم نے اُن کو سیدھے رستے کی طرف ہدایت کی (۸۷)

پر غور و فکر کر کے خدا پر یقین لاتے ہیں وہ نہایت اعلےٰ درجہ پر پہنچتے ہیں جن کا یقین پورا کامل یقین ہوتا ہے اور کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا اسی سبب سے خدا نے حضرت ابراہیم کو ملکوت السموات والارض دکھانے کا مقصد یہ بتلایا ہے کہ "لیکون من الموقنین" ✦

ہمارا یہ یقین و تجربہ ہے کہ انسان کو جس قدر علم فطرت ۔ قوانین قدرت ۔ علم السماء والافلاک ۔ بڑھتا جاتا ہے اور بہ تحیل سینز علوم طبیعیات حقہ میں جس قدر اُس کی واقفیت اور مہارت زیادہ ہوتی جاتی ہے اُسی قدر اُس کو خدا کے وجود کا یقین اور اُس کی قدرت و عظمت اور شان الوہیت اور استحقاق معبودیت کا دل میں زیادہ نقش ہوتا جاتا ہے وللہ در من قال ✦

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

پس یہی قوانین قدرت لا آف نیچر تھے جو زبان شرع میں ملکوت السموات والارض سے تعبیر کئے گئے ہیں اور جن کو خدا نے حضرت ابراہیم کو دکھایا تھا یا یوں کہو کہ سمجھایا تھا اور جس کی بدولت اُنہوں نے "فیکون من الموقنین" کا خطاب پایا ✦

چھٹے یہ کہ یہ مباحثہ حضرت ابراہیم کا جو قرآن میں مذکور ہے توریت میں نہیں ہے توریت میں کسی واقعہ کا نہ ہونا اُس کے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا ✦

(۱۲۴) (مثل ما اوتی رسل اللہ) کافروں کے اس قول پر کہ "ہم ہرگز ایمان نہیں لانے کے جب تک ہم کو اُس کے مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے رسولوں کو دیا گیا ہے" حسن اور ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے کافروں کی یہ مراد تھی کہ جب تک ہم کو ویسے ہی معجزے نہ دکھلائے جاویں جیسے کہ انبیائے سابقین نے دکھائے تھے اُس وقت تک ہم ایمان نہیں لانے کے مگر امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ یہ قول ضعیف ہے قول قوی وہ ہے جو محققین نے کہا ہے یعنی کافر چاہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو خدا کی طرف سے پیغمبر ہونے کا

www.poetrymania.com©

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۸۸)
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ (۸۹)
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (۹۰)
وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (۹۱)

یہ ہے اللہ کی ہدایت، ہدایت کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اور اگر وہ شرک کرتے تو بیشک ملیامیٹ ہوجاتا اُن سے جو کچھ کہ اُنھوں نے کیا تھا (۸۸) یہ وہ لوگ ہیں کہ اُن کو ہم نے دی ہے کتاب اور حکمت اور نبوت پھر اگر یہ لوگ اُس کے ساتھ کفر کریں تو بیشک ہم نے اُس کے لئے مقرر کیا ہے اور قوم کو کہ اُس کے ساتھ کفر کرنیوالے نہیں ہیں (۸۹) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے پھر اُنہی کی ہدایت کی پیروی کر۔ کہدے (لوگوں سے) کہ میں تم سے اُس پر کچھ صلہ نہیں مانگتا، یہ نہیں ہے مگر نصیحت عالموں کے لئے (۹۰) اور نہیں قدر کی اللہ کی جیسا حق اُس کی قدر کرنے کا تھا جب اُنھوں نے کہا کہ نہیں اُتاری ہے اللہ نے کسی بندے پر کوئی چیز۔ کہدے کہ کس نے وہ کتاب اُتاری ہے جس کو موسے لایا ہے، نور اور ہدایت لوگوں کے لئے تم اُس کو کرتے ورق ورق، اُن کو دکھاتے ہو اور بہت سوں کو چھپاتے ہو اور تم کو سکھایا گیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے، تم اور نہ تمہارے باپ، کہدے اللہ نے پھر اُن کو چھوڑ دے اُن کی بیہودہ بحثوں میں کھیل کرتے (۹۱)

دعوے کرتے ہیں جب تک ہمارے پاس بھی خدا کی طرف سے کوئی پیغام نہ آئے ہم ہرگز ایمان نہیں لانے کے اُسی کے جواب میں خدا نے فرمایا "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" یعنی خدا کی طرف سے پیغام آنا تو نبوت ہے ہر کسی کو نبوت نہیں مل سکتی بلکہ خدا خوب جانتا ہے کہ کس کو نبوت دے +

(حیث یجعل رسالتہ) یہ بھی ایک دقیق مسئلہ ہے ہم نے جا بجا بیان کیا ہے کہ نبوت بطور ایک ایسے منصب کے نہیں ہے جیسے کہ کوئی بادشاہ کسی کو کوئی منصب دیدیتا ہے بلکہ نبوت ایک فطری امر ہے اور جس کی فطرت میں خدا نے ملکہ نبوت رکھا ہے وہی نبی ہوتا ہے اور اس بات کو ہم نہیں مانتے کہ سب انسان ایک سے ہوتے ہیں اور اُن میں سے جس کو خدا چاہتا ہے نبی اور

www.poetrymania.com©

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ
مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ
لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا
وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ
یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ
افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ
اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ
وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ
اللّٰهُ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ
غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا
اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا
كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ
وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور یہ کتاب ہے کہ اس کو ہم نے اُتارا ہے برکت والی سچا بتانے
والی اُس چیز کی جو اُس کے ہاتھوں میں (یعنی اُسکے آگے)
ہے تاکہ تو مکہ والوں کو اور جو اُس کے گرد میں ڈراوے ۔ اور جو
لوگ ایمان لائے ہیں آخرت پر بیشک ایمان لاتے ہیں اُس پر
(یعنی ہذا کتاب پر یعنی قرآن پر) اور وہ اپنی نماز کی نگہبانی
کرتے ہیں ﴿۹۲﴾ اور کون اُس شخص سے زیادہ ظالم ہے
جس نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا ۔ یا اُس نے کہا کہ وحی
بھیجی گئی ہے میرے پاس اور حقیقت میں اُسکے پاس کچھ وحی
نہیں بھیجی گئی اور اُس شخص سے جس نے کہا کہ اب میں اُتارونگا
مثل اُسکے جو اللہ نے اُتارا ہے اور اگر تو دیکھے ظالموں
کو جب کہ وہ موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے
ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج کے
دن تم کو بدلا دیا جاویگا رسوا کرنے والا عذاب بسبب
اُسکے جو تم کہتے تھے اللہ پر ناحق اور تم اُس کی نشانیوں
سے سرکشی کرتے تھے ﴿۹۳﴾

پیغمبر کر دیتا ہے +

یہ تحقیق کچھ ہماری پیدا کی ہوئی نہیں ہے بلکہ اس باب میں قدیم سے علما کی دو رائیں ہیں بعض علما کی یہ رائے ہے کہ سب انسان برابر ہیں اُن میں سے اللہ جس کو چاہتا ہے درجہ نبوت دیدیتا ہے۔

واعلم ان الناس اختلفوا فی هذه المسئلة فقال بعضهم النفوس والارواح متساوية فی تمام الماهية فحصول النبوة والرسالة لبعضها دون البعض تشريف من الله واحسان وتفضل وقال الآخرون بل النفوس البشرية مختلفة بجواهرها وماهياتها فبعضها خيرة طاهرة من علائق الجسمانيات مشرقة بالانوار الالهية مستعلية منورة وبعضها خسيسة كدرة محبة للجسمانيات فالنفس ما لم تكن من القسم الاول لم تصلح لقبول الوحی والرسالة ثم ان القسم الاول يتم الاختلاف فيه بالزيادة والنقصان والقوة والضعف الی مراتب لا نهاية لها

اور بعض علما کی یہ رائے ہے کہ نبی اپنے روئے فطرت و خلقت کے نبی ہوتا ہے چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں یہ دونوں قول نقل کئے ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس مقام پر ان دونوں قولوں کو نقل کردیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ بات جاننی چاہیئے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نفوس اور ارواح تمام ماہیت میں سب برابر ہیں پس نبوت اور رسالت کا ایک کو ملنا

www.poetrymania.com©

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٩٧﴾

اور بیشک تم آئے ہو ہمارے پاس اکیلے جیسا کہ ہم نے تم کو اول دفعہ پیدا کیا تھا اور تم نے چھوڑ دیا جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اپنے پیٹھوں کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ تمہارے شفاعت کرنے والے جن کو تم نے خیال کیا تھا کہ بیشک وہ تم میں (یعنی تمہاری بھلائی میں خدا کے ساتھ) شریک ہیں بیشک کٹ گیا تم میں کا علاقہ اور کھو گیا تم سے جس پر تم گھمنڈ رکھتے تھے (۹۴) بیشک اللہ پھاڑ کر اگانے والا ہے بیجوں اور گٹھلیوں کا۔ نکالتا ہے زندہ کو (یعنی ہرے لہلہاتے درخت قوت نامیہ سے بڑھنے والے کو) مردہ (یعنی خشک بیج اور گٹھلی) سے اور نکالنے والا ہے مردہ کا (یعنی خشک دانے اور گٹھلی کا) زندہ (یعنی سبز لہلہاتے قوت نامیہ رکھنے والے درخت) سے یہ ہے اللہ پھر کہاں بہکے جاتے ہو (۹۵) پو کو پھاڑنے والا ہے (یعنی رات کو پھاڑ کر سفیدۂ صبح کو نکالنے والا ہے) اور بنایا ہے رات کو آرام کے لئے اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے یہ مقرر کیا ہوا ہے بڑے زبردست جاننے والے کا (یعنی خدا کا) (۹۶) وہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا ہے تاکہ اُن سے رستہ پاؤ جنگل اور سمندر کے اندھیروں میں۔ بیشک ہم نے تفصیل سے نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں (۹۷)

فلاجرم كانت مراتب الرسل مختلفة فمنهم من حصلت له المعجزات القوية والتبع القليل ومنهم من حصلت له معجزة واحدة او اثنتان وحصل له تبع عظيم ومنهم من كان الرفق غالبا عليه ومنهم من كان التشديد غالبا عليه (تفسير كبير)۔

اور دوسرے کو نہ ملنا خدا کی طرف سے شرف دینا اور احسان کرنا اور بزرگی دینا ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ نفوس بشری اپنے جوہر اور اپنی ماہیت میں مختلف ہیں بعضے اُن میں سے برگزیدہ اور علایق جسمانیات سے پاک اور انوار الٰہیہ سے روشن اور بلند درجہ پر منور ہوتے ہیں۔ اور بعضے اُن میں سے خسیس اور گدلے جسمانیات سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں پس نفس جب تک

www.poetrymania.com©

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّفْقَهُوْنَ (۹۸) وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ
نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ
خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا
وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا
وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى
ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ (۹۹) وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا
لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (۱۰۰)
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰى
يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ
صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۰۱)

اور وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے
پھر تمہارے لئے ٹھیرنے کی جگہ ہے اور جائے امانت
بیشک ہم نے بتفصیل نشانیاں بیان کی ہیں اُن لوگوں
کے لئے جو سمجھتے ہیں (۹۸) اور وہ وہ ہے جس نے
آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے ہر چیز کے اس سے
پودے نکالے، پھر ہم نے اس سے نکالے ہرے (پودے)
اس میں سے ہم نکالتے ہیں دانے گتھا بیج اور کھجور کے
درخت کے گابھے میں سے خوشے لٹکتے ہوئے اور باغ
انگور اور زیتون اور انار کے جو ایک سے بھی ہیں اور
ایک سے بھی نہیں، دیکھو اس کے پھل کو جب پھلے
اور اس کے پکنے کو بیشک اس میں نشانیاں ہیں
اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں (۹۹)
اور انہوں نے ٹھیرایا ہے اللہ کے لئے
ساجھی جنوں کو حالانکہ (خدا نے) ان کو پیدا
کیا ہے اور بہتان بندی کی ہے اس پر
بیٹوں اور بیٹیوں کی بغیر جاننے کے وہ پاک
ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں (۱۰۰) پیدا
کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا کہاں سے ہوا
اس کے لئے بیٹا اور نہیں ہے اس کے لئے کوئی جوڑا
(خدا نے) پیدا کیا ہر چیز کو اور وہ ہر چیز کو
کو جاننے والا ہے (۱۰۱)

کہ قسم اول سے نہ ہو وہ وحی اور رسالت کے قبول کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ پھر قسم اول میں زیادتی اور کمی اور قوت اور ضعف کے اُن درجوں تک جن کی کچھ انتہا نہیں ہے اختلاف واقع ہوتا ہے اور اسی وجہ سے رسولوں کے درجے مختلف ہوتے ہیں پھر اُن میں سے بعضے ہیں جن کو معجزات تو بہت حاصل ہوتے ہیں اور اُن کے پیرو بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور بعض اُن میں سے وہ ہوتے ہیں جن کو ایک یا دو معجزے حاصل ہوتے ہیں اور ان کے پیرو بہت سے ہو جاتے ہیں اور اُن میں سے بعضوں پر نرمی غالب ہوتی ہے اور اُن میں سے بعضوں پر تشدد غالب ہوتا ہے +

www.poetrymania.com©

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ
یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ
الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآىِٕرُ
مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ
فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا وَمَاۤ
اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَ
كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَ
لِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ
لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ
اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾

یہ ہے اللہ پروردگار تمہارا نہیں ہے کوئی خدا مگر وہ
پیدا کرنے والا ہر چیز کا پھر اُسی کی عبادت کرو اور وہ
ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۱۰۲﴾ نہیں پاتیں اُس کو نظریں اور
وہ پالیتا ہے نظروں کو اور وہ ہے مہربان خبر رکھنے والا ﴿۱۰۳﴾
بیشک آئی ہیں تمہارے پاس دلیلیں تمہارے پروردگار سے
پھر جس نے اُن کو دیکھا تو اپنے (فائدہ کے) لئے اور
جو کوئی اُن سے اندھا ہوا تو اُس کا (نقصان)
اُسی پر ہے اور ہم نہیں ہیں تم پر نگہبان ﴿۱۰۴﴾ اور اسی طرح
ہم طرح طرح پر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اور تاکہ وہ
کہیں کہ تو نے سیکھ لیا ہے (بصائر کو یعنی دلیلوں کو اپنے
پروردگار سے) اور تاکہ ہم اُس کو بیان کریں اُن لوگوں
کے لئے جو جانتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ تابعداری کر اُس کی جو
وحی کی گئی ہے تجھ کو تیرے پروردگار سے نہیں ہے
کوئی خدا مگر وہ منہ پھیر لے مشرکوں سے ﴿۱۰۶﴾

گو اس تقریر میں ماہیت نفوس بشری میں تفرقہ کرنا شاید غلطی ہو خصوصاً اُن لوگوں کی رائے میں جو تمام نفوس حیوانی کی ماہیت کو متحد مانتے ہیں اور تفاوت مدارج کا اُس کی صورت نوعیہ پر قرار دیتے ہیں جس سے وہ نفس متعلق ہے تاہم حاصل اس تقریر کا جو امام صاحب نے لکھی ہے یہی ہے کہ انبیاء میں از روئے خلقت و پیدایش و فطرت کے ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس کے سبب وہ نبی ہوتے ہیں اس لئے خدا نے فرمایا کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" غرضکہ اس مطلب کو امام صاحب نے کسی تقریر سے بیان کیا ہو اور ہم نے کسی تقریر سے مطلب دونوں کا متحد ہو جاتا ہے اگر فرق رہتا ہے تو اس قدر رہتا ہے کہ ہمارے نزدیک جو ملکہ نبوت فطرت میں رکھا گیا ہے وہ اپنے وقت حیض پر اسی طرح ظہور کرتا ہے جس طرح درخت میں سے پھول پھل اپنے وقت میں اُس کے قوی ہو جانے کے بعد پیدا ہوتے ہیں جو بخت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور امام صاحب کی تقریر کے مطابق باوصف فطرت کے موجود ہونے کے وہ فطرت رسالت دئے جانے کی محتاج رہتی ہے اسی سبب سے ہم تو کہتے ہیں کہ النبی نبی فی بطن امہ اور امام صاحب یوں کہینگے کہ بعض الانسان قابل للنبوۃ فی بطن امہ اما ان یوتی اولا ۔

شاہ ولی اللہ صاحب بھی تفہیمات میں اسی رائے کے موید معلوم ہوتے ہیں اُنہوں نے

www.poetrymania.com©

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا
جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ
عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا
اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ
زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ
اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا
بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ
اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ
عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ
لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ
وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ
اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ
اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى
وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا
مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

اور اگر خدا چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے اور ہم نے
تجھ کو نہیں کیا ہے اُن پر نگہبان اور نہیں ہے تو
اُن پر تعینات ﴿۱۰۷﴾ اور مت گالی دو اُن لوگوں کو
جو پکارتے ہیں (اور کسی کو) اللہ کے سوا پھر وہ اللہ کو
گالی دینگے بے سمجھے اسی طرح ہم نے اچھا کر دکھایا ہے
ہر گروہ کے لئے اُن کے عمل کو پھر اُن کے پروردگار
کے پاس اُن کو جانا ہے پھر اُن کو خبر دیجاویگی اُس
کی جو وہ کرتے تھے ﴿۱۰۸﴾ اور اُنہوں نے قسمیں
کھائیں اللہ کی پنی نہایت سخت قسمیں کہ اگر اُن کے
پاس نشانی آوے تو اُس پر ایمان لاوینگے، کہدے
کہ اِس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ نشانیاں اللہ کے پاس
ہیں اور (اے مسلمانوں) کیا تم نہیں جانتے کہ بیشک جب وہ
(یعنی نشانیاں) آویگی تو وہ ایمان نہیں لانے کے ﴿۱۰۹﴾
اور ہم الٹ دینگے اُنکے دلوں کو اور اُن کی نگاہوں کو جس طرح
کہ وہ اس پر ایمان نہیں لائے پہلی دفعہ اور ہم اُن کو چھوڑ دینگے
اُن کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے ﴿۱۱۰﴾ اور اگر ہم بھیجتے اُن پر
فرشتے اُتارتے اور مردے اُن سے باتیں کرتے اور ہم اُنکے پاس
ہر چیز کو آمنے سامنے اکٹھا کر دیتے تو بھی یہ نہ ہوتا کہ وہ ایمان لاتے
مگر یہ کہ چاہے اللہ ولیکن اُن میں کے اکثر جاہل ہیں ﴿۱۱۱﴾

صاف لکھ دیا ہے کہ یہ رائے کہ نبوت محض خدا کا فضل ہے قرون اولے کی نہیں ہے چنانچہ شاہ صاحب

حقیقة النبوة ان یرید الله بعباده اصلاحا
فیتدلی الیهم بوجود یشبه الوجود العرضی قائما
برجل زکی الفطرة تام الاخلاق تتنبه منه اللطیفة
الانسانیة لایقال ذهب علماء اهل السنة الی ان النبوة
محض نعمة من الله تعالی من غیر خصوصیة من العبد
وانت تثبت لهم خصوصیة فی استعدادهم لانا
نقول هذا قول نشأ بعد القرون المشهود لها
بالخیر فان مدلول الکتاب والسنة وما جمع علیه السلف

کا قول یہ ہے کہ نبوت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کا ارادہ کرے
اور اُن کی طرف ایک خاص توجہ اور عنایت مائل کرے
(تدلّی کے لغوی معنی ہیں ڈول کا کنوئیں میں لٹکانا)
بسبب وجود کے جو قائم ہو ایک انسان کامل اور
پاک طینت عمدہ خصلت میں جس کا لطیفہ انسانی
بیدار اور خبردار ہو۔

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا
شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى
اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا
مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ
اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ
الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ
مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ
مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ
فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا
وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ
وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ
تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ
يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ
اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

اور اسی طرح ہم نے کیا ہے ہر نبی کے لئے دشمن انسانوں
اور جنوں کے شیطانوں کو ان میں کے بعضے بعضوں
کے کانوں میں چکنی چپڑی باتیں ڈالتے ہیں فریب دینے کو
اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ اس کو نہ کرتے پس چھوڑ دے
ان کو اور اس کو جو کچھ وہ بہتان بندی کرتے ہیں ﴿۱۱۲﴾
اور تاکہ اس کی طرف جھک جاویں ان لوگوں کے دل جو ایمان
نہیں لائے آخرت پر اور تاکہ وہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ
وہ کر لیویں جو کچھ کہ وہ کر رہے ہیں ﴿۱۱۳﴾ پھر کیا اللہ
کے سوا میں (اور کسی کو) حکم کرنیوالا پسند کروں ۔ اور وہ
وہ ہے جس نے تمہارے پاس مفصل کتاب (یعنی قرآن) اتاری
اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) دی ہے
جانتے ہیں کہ بیشک وہ (یعنی قرآن) اتارا ہوا ہے تیرے
پروردگار سے بالتحقیق پھر تو مت ہو شک کرنے والوں
میں (اس بات میں کہ ان کو یعنی اہل کتاب کو قرآن کے خدا
کی طرف سے ہونے میں شک ہے) ﴿۱۱۴﴾ اور تمام ہوئی
بات تیرے پروردگار کی سچائی اور انصاف سے کوئی بدلنے
والا نہیں ہے اس کی باتوں کو اور وہ سننے والا ہے
جاننے والا ﴿۱۱۵﴾ اور اگر تو تابعداری کرے اکثروں کی
جو زمین (یعنی دنیا) میں ہیں تو تجھ کو بھٹکا دینگے اللہ
کی راہ سے وہ پیروی نہیں کرتے بجز گمان کے اور وہ نہیں
ہیں مگر اٹکل پچو کہنے والے ﴿۱۱۶﴾

ھو ان الخصوصیۃ التی ترجع الی کثرۃ المال وصباحۃ
الوجہ وغیر ذلک من حسنات التی یفتخر بہا العامۃ
لا دخل لہا فی النبوۃ وکان الکفار یقولون اما کان ہذہ
یجد جلالرسالۃ سوی یتیم ابی طالب لولا انزل
القرآن علی رجل من القریتین عظیم فکشف اللہ تعالٰی
الشبہۃ واشبع فی الرد واما الصفات الباطنیۃ
التی تکلم فیہا فلا شبہۃ ان الانبیاء اتم الخلق

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ سب علمائے اسلامیہ کا
یہ قول ہے کہ نبوت محض خدا کا فضل ہے بندہ کی
خصوصیت کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے اور تمہاری
تقریر سے ان کے لئے ایک خصوصیت استعداد کی ثابت
ہوتی ہے اس لئے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قول بہت سچ ہے
بعد انقضا کے قرون مشہود لہا بالخیر کے پیدا ہوا ہے

www.poetrymania.com©

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ
عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ
بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١١٧﴾ فَكُلُوا مِمَّا
ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ
بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ
أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ
عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ
عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ
إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ
بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ
هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾
وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ
إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ
بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا تَأْكُلُوا
مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَ
إِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ
إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ
وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ
لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون بھٹک رہا ہے
اُس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پائے ہوؤں
کو ﴿۱۱۷﴾ پھر کھاؤ اُس کو جس پر خدا کا نام لیا گیا ہو (یہودی
قربانی سوختنی کو نہیں کھاتے تھے بلکہ آگ میں جلا دیتے تھے)
اگر تم ہو اُس کی نشانیوں پر ایمان لانے والے ﴿۱۱۸﴾ اور
کیا ہوا ہے تم کو کہ نہیں کھاتے اُس کو جس پر خدا کا نام لیا
گیا ہے حالانکہ بیشک مفصل بیان کر دیا ہے (خدا نے) تمہارے
لئے جو چیز کہ تم پر حرام ہے مگر وہ کہ جس پر (یعنی جس کے
کھانے پر) تم لاچار ہو (یعنی بحالت گرسنگی شدید) اور
بیشک بہت سے البتہ گمراہی کرتے ہیں بہ سبب اپنی
ہوائے نفسانی کے بغیر جاننے کے بیشک تیرا خدا وہ خوب
جانتا ہے زیادتی کرنے والوں کو ﴿۱۱۹﴾ اور چھوڑ دو ظاہر کے
گناہ اور باطن کے گناہ بیشک جو لوگ گناہ کماتے ہیں جلد
بدلا دئیے جاوینگے اُس کا جو وہ کرتے تھے ﴿۱۲۰﴾ اور مت کھاؤ
جس پر خدا کا نام نہیں لیا گیا اور بیشک وہ (یعنی اُس کا
کھانا) بُرا کام ہے، اور بیشک شیطان اپنے دوستوں
کے (دل میں) وسوسہ ڈالتے ہیں کہ ہم
تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم اُن کی تابعداری
کرو تو بیشک تم مشرک ہو گے ﴿۱۲۱﴾

فیہا واتوا ھم بخلاف دار کا ھم نفث من نکو ذلك
لا لیتحقق ان یتکمد بہ لعبد عن سبیل الانبیاء
راسا الا تری ان ھرقل کیف قال وکذلك الانبیاء
تبعث فی نسب قومھا وبالجملۃ فللرسل ترکت ان یکن
قابلیۃ عن الرسول ورکن تدل وتدبیر من یرسل
(تفہیمات)

کہ کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع سلف سے یہ
ثابت ہے کہ خصوصیت کثرۃ مال اور خوبی چہرہ کو
(اور ایسی ہی اور صفات جن کو عام لوگ موجب
فخر جانتے ہیں) نبوت میں کچھ دخل نہیں ہے کفار یہ
کہا کرتے تھے کہ خدا کو اس ابو طالب کے یتیم کے
سوا کوئی آدمی رسالت کے لئے نہ ملا کیوں نہ اُتارا گیا یہ قرآن اُن دونوں شہروں کے کسی بڑے
آدمی پر خدا تعالٰے نے اس شبہ کو اصول یاد و صاف طرح سے اُن کے قول کو رد کر دیا اور صفات باطنیہ
جن میں ہم کلام کرتے ہیں وہ بلاشبہ انبیا میں بہت زیادہ تھیں انبیا سب خوبیوں کے پوری طرح سے

www.poetrymania.com©

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا
لَهُۥ نُورًا يَمْشِي بِهِۦ فِي النَّاسِ
كَمَن مَّثَلُهُۥ فِي الظُّلُمَٰتِ لَيْسَ
بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَٰلِكَ زُيِّنَ
لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۲۲)
وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ
أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا
يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا
يَشْعُرُونَ (۱۲۳) وَإِذَا جَآءَتْهُمْ
ءَايَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ
مِثْلَ مَآ أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ اللَّهُ أَعْلَمُ
حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ سَيُصِيبُ
الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِندَ اللَّهِ
وَعَذَابٌ شَدِيدٌۢ بِمَا كَانُوا
يَمْكُرُونَ (۱۲۴) فَمَن يُرِدِ اللَّهُ
أَن يَهْدِيَهُۥ يَشْرَحْ صَدْرَهُۥ
لِلْإِسْلَٰمِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُۥ
يَجْعَلْ صَدْرَهُۥ ضَيِّقًا حَرَجًا
كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ كَذَٰلِكَ
يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ
لَا يُؤْمِنُونَ (۱۲۵)

کیا وہ شخص جو مردہ (یعنی کافر) تھا پھر ہم نے اُس کو
زندہ (یعنی ایمان والا) کیا اور ہم نے اُس کے لیئے نور
پیدا کیا کہ اُس کے ساتھ لوگوں میں چلتا ہے اُس شخص
کی مانند ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ اندھیروں میں پڑا
ہے اور اُن سے نکلنے والا نہیں، اسی طرح اچھا کر دکھایا
گیا ہے کافروں کے لیئے جو کچھ کہ وہ کرتے تھے (۱۲۲) اور
اسی طرح ہم نے ہر گانوں میں اُس کے بدکاروں کو سردار کر دیا ہے
تاکہ وہ اُس میں مکر کریں اور وہ مکر نہیں کرتے مگر آپ اپنے
ساتھ اور نہیں جانتے (۱۲۳) اور جب کہ اُن کے پاس کوئی
نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لانیگے
جب تک ہم کو اُس کی مثل نہ دیا جاوے جیسا کہ اللہ کے
رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ خوب جانتا ہے کہ کس جگہ رکھے
اپنی پیغمبری کو، قریب ہے کہ پہنچیگی اُن لوگوں کو جو گناہ
کرتے ہیں ذلت خدا کے نزدیک اور سخت عذاب بسبب اُسکے
جو وہ مکر کرتے تھے (۱۲۴) پھر جس کو خدا چاہتا ہے
کہ اُس کو ہدایت کرے کھول دیتا ہے اُس کے دل کو اسلام کے
لیئے اور جس کو چاہتا ہے کہ اُس کو گمراہ کرے اُس کے
دل کو تنگ اور دق کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمانوں میں
چڑھا جاتا ہے، اسی طرح اللہ برائی ڈالتا
ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں
لاتے (۱۲۵)

جامع تھے اُن کے اخلاق بہت اچھے تھے وہ نہایت پاک ذات تھے جو اُس کا منکر ہے وہ کسی طرح
اس لائق نہیں ہے کہ اُس سے کلام کیا جاوے کہ وہ انبیا کے خصائل اور خوبیوں سے بالکل دور ہے
کیا نہیں معلوم ہے کہ ہرقل نے کہا تھا کہ انبیا ایسے ہی ہوتے ہیں اپنی قوم کے عمدہ خاندان میں سے
بھیجے جاتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ رسالت کے دو رکن ہیں ایک رکن استعداد اور قابلیت نبی کا
اور دوسرا رکن توجہ اور عنایت اور تدبیر الٰہی کا ◆

(۱۳۰) (یا معشر الجن والانس) اس آیت میں خدا تعالےٰ نے دو گروہوں کو یعنی جن و انس کو

www.poetrymania.com©

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا
قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ
عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ
يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ
قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ
وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ
رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ
وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ
اَجَّلْتَ لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ
اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ
بَعْضًا بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ
وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ
رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ
لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى
اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا
عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور یہ ہے تیرے پروردگار کا سیدھا رستہ بیشک ہم
نے مفصل بیان کر دی ہیں نشانیاں اُن لوگوں کے لئے
جو نصیحت پکڑتے ہیں ﴿۱۲۶﴾ اُن کے لئے اُن کے پروردگار
کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہ اُن کا دوست ہے بسبب
اُس کے جو وہ کرتے تھے ﴿۱۲۷﴾ اور جس دن (خدا) اُن سب کو
اکٹھا کریگا (کہیگا) اے گروہ جنوں کے البتہ تم نے بہت
تابعدار کر لئے انسان میں سے اور کہینگے اُن کے دوست
انسانوں میں سے اے ہمارے پروردگار ہم میں سے ایک نے دوسرے
سے فائدہ اُٹھایا (یعنی اُن کو خدا نہیں بنایا بلکہ فائدہ اُٹھانے
کے لئے اُن کی پرستش کی) اور ہم پہنچ گئے اپنی میعاد کو
جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی (خدا) کہیگا کہ آگ تمہارے
ٹھیرنے کی جگہ ہے ہمیشہ اُس میں رہوگے (کیونکہ وہ شرک
فی العبادت کرتے تھے اور اعتقاداً صفات باری میں
مشرک تھے) مگر جو چاہے اللہ بیشک تیرا پروردگار حکمت
والا ہے جاننے والا ﴿۱۲۸﴾ اور اسی طرح ہم غالب کر دیتے
ہیں بعض ظالموں کو بعض پر بسبب اُس کے جو وہ کماتے
تھے ﴿۱۲۹﴾ اے گروہ جن و انس کے کیا نہیں آئے تمہارے
پاس رسول تم میں سے بیان کرتے تھے تمہارے سامنے
میری نشانیاں اور تم کو ڈراتے تمہارے اس دن کے ملنے سے
وہ کہینگے ہم اپنے پر آپ گواہی دیتے ہیں اور فریب دیا اُن کو
دُنیا کی زندگی نے اور گواہی دی اُنہوں نے اپنے پر آپ
کہ وہ کافر تھے ﴿۱۳۰﴾

مخاطب کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے یعنی تمہاری جنس میں سے رسول نہیں آئے
اس پر مفسرین نے بحث کی ہے کہ آیا جنوں کی گروہ میں سے اُن کے لئے بھی پیغمبر رسول ہوئے تھے
یا نہیں ۔ ضحاک کا قول ہے کہ جس طرح انسانوں میں انسان پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اسی طرح جنوں
میں سے جن اُنکے لئے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں ۔ اور اکثر علما کا قول ہے کہ پیغمبر صرف انسان ہی ہوئے
ہیں جنوں میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا جنوں کے لئے بھی وہی انسان پیغمبر پیغمبر ہوتا ہے +

www.poetrymania.com©

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ
مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا
غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
مِّمَّا عَمِلُوْا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ
عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ
ذُو الرَّحْمَةِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ
كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ
اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ
لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾
قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ
اِنِّيْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾
مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ
لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾
وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ
وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ
بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا
فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ
اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ
اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

یہ اس لئے تاکہ تیرا پروردگار شہروں کو (ان کے بسنے والوں
کی) زیادتیوں کی سبب ایسی حالت میں ہلاک کرنیوالا نہ ہو کہ
اس کے لوگ غافل ہوں ﴿۱۳۱﴾ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں
اس پر جو انہوں نے کیا ہے اور تیرا پروردگار بے خبر نہیں ہے
اس سے جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۳۲﴾ اور تیرا پروردگار بے پرواہ ہے
رحمت والا اگر چاہے تم کو دور کر دے اور تمہارے بعد جس کو
چاہے جانشین کرے جس طرح کہ تم کو پیدا کیا دوسری قوم
کی نسل سے ﴿۱۳۳﴾ بیشک جس کا وعدہ تم سے کیا جاتا
ہے ضرور آنے والا ہے اور تم عاجز کرنے والے
نہیں ہو ﴿۱۳۴﴾ کہہ دے اے میری قوم عمل کرو اپنی جگہ
پر بیشک میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر تم جلد جان
لوگے ﴿۱۳۵﴾ کون شخص ہے کہ ہوگی اس کے لئے
آخرکار (بھلائی آخرت کی) گھر کی بیشک نہیں
فلاح پانے کے ظالم ﴿۱۳۶﴾ اور انہوں نے اللہ
کے لئے مقرر کیا ہے کھیتی اور مویشی میں سے حصہ،
پھر کہتے ہیں موافق اپنے گمان کے کہ یہ اللہ کے لئے ہے
اور یہ ہمارے مقرر کئے ہوئے شریکوں (خداؤں) کے لئے، پھر
جو کچھ کہ ان کے مقرر کئے ہوئے شریکوں کے لئے ہے وہ تو
اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو کچھ اللہ کیلئے ہے تو وہ ان کے مقرر کئے ہوئے
شریکوں تک پہنچتا ہے کیا برا ہے جو انہوں نے فیصلہ کیا ہے ﴿۱۳۷﴾

اس بیان سے ظاہر ہے کہ تمام علماء اسلام نے جنوں کی جداگانہ ایسی ہی مخلوق قرار دی ہے جیسے کہ انسان کی مگر قرآن مجید سے جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت نہیں ۔

جن اور جس قدر الفاظ اس مادہ سے بنے ہیں ان سب کے معنی پوشیدہ مستور عن الاعین جسم پر ہوئے غیر مرئی کے ہیں مشرکین عرب تمام ان واقعات کو جن کے وقوع کے اسباب ان کو معلوم نہ ہوتے تھے اور اکثر بیماریوں کو جن کا سبب وہ نہ جانتے تھے غیر معلوم یا غیر مرئی سو ترکا اثر خیال کرتے تھے اور اس کو لفظ جن سے تعبیر کرتے تھے اب بھی تمام جاہل آدمی بیماری کا سبب یعنی جن بھوت کا اثر خیال کرتے ہیں ۔

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ
قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ
لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ
دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ
فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾
وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ
حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ
بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ
ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ
اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً
عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ
بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ
لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى
اَزْوَاجِنَا وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ
فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ
وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾
قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ
سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا
رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ
قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ
وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ
وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

اور اسی طرح ان کے مقرر کئے ہوئے شریکوں نے اچھا
دکھلایا ہے بہت سے مشرکوں کو اپنی اولاد کے مار
ڈالنے کو تاکہ وہ ان کو مار ڈالیں اور تاکہ مشتبہ ہو جاوے
ان پر ان کا دین اور اگر چاہتا اللہ تو وہ اس کو نہ کرتے
پھر چھوڑ دے ان کو اور اس کو جو کچھ کہ وہ بہتان بندی کرتے
ہیں ﴿۱۳۷﴾ اور انہوں نے کہا کہ یہ مویشی اور کھیتی اچھوتی ہے کسی
کوئی نہ کھلاوے بجز اس کے جس کو ہم موافق اپنے گمان کے چاہیں
(یعنی کھانے کے لائق سمجھیں) اور مویشی ہے کہ ان کی پیٹھیں
حرام کی گئی ہیں (یعنی ان پر سوار ہونا حرام ٹھہرایا) اور مویشی ہے
کہ اُس پر (بوقت ذبح) خدا کا نام نہیں لیتے بہتان بندی کے
خدا پر قریب ہے کہ خدا ان کو سزا دیگا بسبب اس کے جو بہتان
بندی کرتے تھے ﴿۱۳۸﴾ اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ اس
مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے
لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر مرا
ہوا ہو تو ہم سب اس میں شریک ہیں بدلا دیگا ان کو
اللہ ان کی باتوں کا بیشک وہ حکمت والا ہے
جاننے والا ﴿۱۳۹﴾ بیشک ٹوٹے میں پڑے ہیں
وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی سے بغیر علم
کے مار ڈالا اور حرام کر لیا اس کو جو رزق دیا تھا
ان کو اللہ نے بہتان بندی کر کے خدا پر۔ بیشک
وہ گمراہ ہوئے اور ہدایت پائے ہوئے نہ تھے ﴿۱۴۰﴾
وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا باغوں کو ٹانڈ پر پھیلے ہوئے
اور بغیر ٹانڈ کے کھڑے ہوئے اور کھجور کے درختوں کو
اور کھیتی کو طرح طرح کے ہیں اس کے پھل

حضرت موسیٰ کی کتاب پیدائش یعنی توریت میں جہاں تمام عالم کے پیدا ہونے کا ذکر ہے
جنوں کی مخلوقات کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے ابتدا
زمانہ میں بالکل ایسی مخلوق کا کچھ خیال نہ تھا مگر مجوسیوں اور بت پرستوں میں تھا۔ جب کہ انہوں نے

www.poetrymania.com©

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا
وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ
إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ
وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِينَ ١٤١ وَمِنَ الْأَنْعَامِ
حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا
رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُبِينٌ ١٤٢ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ
مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ
قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ
أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ
الْأُنْثَيَيْنِ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ١٤٣

اور زیتون اور انار کو کہ ایک سے بھی ہیں اور ایک سے نہیں کھاؤ اُس کے پھل کو جب پھلے اور دو اُس کا حق اُس کے کاٹنے کے دن اور اسراف مت کرو بیشک خدا دوست نہیں رکھتا اسراف کرنے والوں کو ١٤١ اور (پیدا کیا) مویشی میں سے بوجھ اُٹھانے کو اور فرش بنانے کو، کھاؤ اُس سے جو رزق دیا ہے اللہ نے تم کو اور پیروی نہ کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے ١٤٢ آٹھ جوڑے (بوجھ اور فرش والے مویشی کے) دو بھیڑ میں سے، دو بکری میں سے، کہہ کہ کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو یا اُس کو جس کو دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لے لیا ہے، مجھ کو بتلاؤ دلیل سے اگر تم سچے ہو ١٤٣

غیر مرئی موثر کو واقعات غیر معلوم السبب اور امراض غیر معلوم العلۃ کا فاعل سمجھا تھا تو یہ بات لازم تھی کہ وہ اُن کے لئے کوئی صورت اور کسی قسم کا جسم تصور کریں اور اُن کو ذی عقل اور فاعل بالارادہ بھی سمجھیں اور اُن کو انسانوں سے بہت زیادہ قوی اور قوی ہیکل لمبا تڑنگا خیال کریں اور اُن سے ڈرتے رہیں اور اُن کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے اُن کی پرستش کریں تا کہ اُن کی خفگی کے نتیجوں سے محفوظ رہیں اور اُن کی مہربانی سے فائدہ اُٹھا دیں +

غالباً اس خیال کی ابتدا مجوسیوں سے ہوئی جو ابتدا ہی سے اہرمن و یزدان کے قائل تھے انہی سے یہودیوں میں اور عرب کے بت پرستوں میں پھیلی۔ مشرکین عرب میں یہاں تک اس کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ یقین کرتے تھے کہ ہر ایک جنگل میں جن رہتے ہیں اور جب وہ سفر میں جاتے تھے یا شکار کے لئے کسی جنگل میں اُترتے تھے تو اُس جنگل یا میدان کے جنوں کے سردار سے پناہ مانگتے تھے تمام عرب میں یہ خیال پیدا ہوا تھا اور مسلمانوں میں بطور ارث کے چلا آتا تھا اس لئے تمام مفسرین نے جہاں قرآن مجید میں لفظ جن یا جان یا اُس کے مثل آیا اُس کے معنی ویسی ہی بھوت کے سمجھے

_ آٹھ جوڑے اس طرح پر ہوئے - ١ - بھیڑ نر و مادہ - ٢ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ٣ - بکری نر و مادہ - ٤ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ٥ - اونٹ نر و مادہ - ٦ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ - ٧ - بیل نر و مادہ - ٨ - اُن کے پیٹ کے بچے نر و مادہ +

www.poetrymania.com©

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ
اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ
الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ
اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ
النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ قُلْ لَّآ اَجِدُ
فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ
يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً
اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ
فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿١٤٦﴾

اور اونٹ سے دو، اور بیل سے دو، کہہ کیا دونوں
نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو یا اُس کو جس کو
دونوں ماداؤں کے پیٹ نے اندر لے لیا ہے، کیا تم گواہ
تھے جب خدا نے تم کو اُس کا حکم دیا تھا، پھر کون زیادہ ظالم
ہے اُس سے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا
تاکہ گمراہ کرے آدمیوں کو بغیر علم کے بیشک اللہ ہدایت
نہیں کرتا ظالم لوگوں کو (۱۴۵) کہہ دے (اے پیغمبر) میں
نہیں پاتا اُس میں جو مجھ پر وحی کی گئی ہے کہ حرام کیا گیا
ہے کسی کھانے والے پر جو اُس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مرا ہوا ہو
یا (رگوں میں سے) بہا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت ہو پھر
بیشک وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اُس پر خدا کے سوا اور کسی کا نام
پکارا گیا ہو، پھر جو کوئی (فاقوں کے مارے) مضطر ہو بغیر
نافرمانبردار ہونے یا حد سے گذرنے والے کے (اور ایسی حالت میں بقدر
حاجت اُس میں سے کھالے) تو بیشک تیرا پروردگار بخشنے
والا ہے مہربان (۱۴۶)

اور اسی کے مناسب تفسیریں لکھدیں مگر اس بات پر غور نہیں کیا کہ قرآن مجید سے بھی ایسی صورت و شمائل مخلوق کے ہونے کا وجود پایا جاتا ہے یا نہیں ‌+

ہمارے پاس اس بات سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ سوائے موجودات مرئی اور محسوس کے کوئی اور ایسی مخلوق موجود نہ ہو جو مرئی نہ ہو مگر کلام اس میں ہے کہ جس طرح جنوں کی مخلوق کو مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے ایسی مخلوق کا وجود قرآن مجید سے ثابت نہیں ‌+

علمائے اسلام جن کی تعریف میں بیان کرتے ہیں کہ "جسم ناری حاس متحرک بالارادۃ متشکل باشکال مختلفۃ" — اسی بنا پر عام مسلمان خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک ہوائی آگ کے شعلے سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں مرد اور عورت دونوں ہیں وہ لڑکے اور لڑکیاں جنتے جنلتے ہیں طرح طرح کی شکلوں میں بن جاتے ہیں انسانوں کے سروں پر آتے ہیں اُن کو تکلیف پہنچاتے ہیں اُن کو اُٹھا لیجاتے ہیں اُن کو مار ڈالتے ہیں انسانوں پر عاشق ہو جاتے ہیں اُن کو تازہ بتازہ میوے لا کر دیتے ہیں اور دکھائی نہیں دیتے مگر جب چاہیں اور جس شکل میں چاہیں اپنے تئیں دکھلا دیتے ہیں۔ یعنی اپنے جسم میں دفعۃً البالمادہ پیدا کر لیتے ہیں کہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ آدمی کی صورت بن کر بزرگوں کی خدمت میں

www.poetrymania.com©

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

اور اُن لوگوں پر جو یہودی ہیں ہم نے حرام کیا ہر ناخون دار جانور کو اور گائے اور بھیڑ میں سے ہم نے اُن پر حرام کی اُن کی چربی مگر وہ جس کو اُن کی پیٹھیں یا پسلیاں اُٹھائے ہوئے ہوں یا وہ جو لپٹ رہا ہوتا ہے ہڈی کے۔ اُن کو ہم نے یہ بدلا دیا ہے بسبب اُن کی نافرمانی کے اور بیشک ہم سچے ہیں ﴿۱۴۶﴾ پھر اگر تجھ کو وہ جھٹلاویں تو کہہ کہ تمہارا پروردگار رحمت وسیع رحمت والا ہے، اور نہیں ہٹایا جاتا اُس کا عذاب گنہگار لوگوں سے ﴿۱۴۷﴾

حاضر ہوتے ہیں عامل اُن کو آدمی بنا کر اپنے گھوڑے کا سائیس کر لیتے ہیں۔ مگر اس میں سے ایک بات بھی قرآن مجید سے ثابت نہیں ✦

مشرکین عرب جو جنوں کا یقین رکھتے تھے وہ اُن کو جنگلوں اور پہاڑوں میں انسانوں سے مخفی رہنے والے جانتے تھے اور شریر اور زبردست قوی ہیکل خیال کرتے تھے اور اس قسم کے انسانوں پر بھی جن کا اطلاق کرتے تھے۔ قرآن مجید میں بھی کہیں استعارۃً جن کا اطلاق شیطان مغوی للانسان پر ہوا ہے اور کہیں وحشی اور شریر انسانوں پر اور کہیں بطور الزام و خطابیات کے اُسی وجود خیالی پر جس کا مشرکین یقین کرتے تھے۔ مگر خطابیات کے طور پر بیان کرنے سے فی الواقع ویسی مخلوق کے ہونے کا ثبوت نہیں ہوتا ✦

اس آیت میں جس کی تفسیر ہم لکھ رہے ہیں اور سورہ سبا کی آیت میں خدا تعالیٰ نے مشرکین کو

ويوم يحشرهم جميعا ثم يقول للملائكة اهؤلاء اياكم كانوا يعبدون قالوا سبحانك انت ولينا من دونهم بل كانوا يعبدون الجن اكثرهم به مؤمنون (سبا ۔ ۳۹ و ۴۰)

اُنہی خیال کے مطابق خطابیات کے طور پر جنوں کی پرستش کا الزام دیا ہے۔ اس آیت سے پہلی آیتوں میں خدا تعالیٰ نے انسانوں کا جو اُس کی ہدایت سے سیدھی راہ پاتے ہیں اور جو سیدھی راہ سے گمراہ ہوتے ہیں ذکر کیا ہے جہاں فرمایا ہے "فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء" پھر اُنہی دونوں گروہوں کو قیامت کے دن اکٹھا کرنا کہا ہے ان لفظوں سے کہ "ویوم نحشرھم جمیعا" ھُم کی ضمیر اُنہی دونوں گروہوں کی طرف راجع ہے اور جنوں کی پرستش کا کچھ ذکر نہیں ہے دفعۃً فرمایا "یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس" یہ صاف قرینہ اس بات کا ہے کہ یہ جملہ خطابیات کے طور پر مشرکین کے الزام دینے کو اُن کے خیالی معبودوں کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے اپنے بہت سے

www.poetrymania.com©

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۵۰﴾

اب کہینگے وہ لوگ جو شرک میں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ ہم کوئی چیز حرام ٹھیراتے، اسی طرح جھٹلایا ہے اُن لوگوں نے جو اُن سے پہلے تھے یہاں تک کہ اُنہوں نے چکھا مزا ہمارے عذاب کا، کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اُس کو ہمارے لئے لاؤ۔ تم پیروی نہیں کرتے مگر گمان کی اور تم نہیں ہو مگر اٹکل پچو کہنے والے (۱۴۹) کہہ کہ پھر اللہ ہی کے لئے ہے دلیل مضبوط پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت کرتا (۱۵۰)

پیروی کرتے ہیں۔ اس خطاب کا جواب جنوں کی طرف سے کچھ نہیں دیا بلکہ مشرکین جو عقیدہ جنوں کی پرستش کی نسبت رکھتے تھے اُس کو بیان کیا ہے کہ ہم تو ایک دوسرے سے نفع اُٹھانے کی غرض سے اُن کی پرستش کرتے تھے اور شریک ذات باری نہیں جانتے تھے۔ اُس پر خدا نے یہ فیصلہ کیا کہ "النار مثواکم" یعنی تمہاری جگہ آگ ہے۔ اور یہ ایک نہایت مؤثر اور فصیح و بلیغ طرز تقریر ہے اس بات کے سمجھانے کو کہ خدا کے سوا دوسرے کی پرستش گو کہ الٰہ اعتقاد کرکے نہ ہو شرک اور باعث دخول نار ہے کیونکہ وہ بھی شرک فی العبادت اور شرک فی الصفات میں داخل ہے۔ پس اس طرح جنوں کو مخاطب کرنے سے ثابت نہیں ہوتا کہ فی الواقع جنوں کی ایسی ہی مخلوق ہے جیسے کہ مشرکین عرب یقین کرتے تھے یا جس طرح کہ مسلمان عالموں نے لکھا ہے ✦

سورہ سبا کی آیت میں دوسرا طرز تجاہل عارفانہ اختیار کیا ہے کیونکہ یہ بات معلوم تھی کہ مشرکین جنوں کی پرستش کرتے تھے باوجود اس علم کے خدا فرشتوں سے جو مشرکین کے نزدیک بھی جنوں سے بہتر تھے پوچھیگا کہ کیا مشرکین تمہاری پرستش کرتے تھے جواب دینگے نہیں۔ جنوں کی پرستش کرتے تھے جن کو ملائکہ سے مشرکین بھی کم درجہ کا سمجھتے تھے اور اس طرز بیان سے جنوں کی پرستش کی زیادہ تحقیر نکلتی ہے۔ مگر کسی طرح جنوں کی ایسی مخلوق ہونے کا جیساکہ بیان کیا گیا ہے ثبوت نہیں ہوتا ✦

سورہ انعام میں ایک جگہ خدا نے فرمایا ہے کہ مشرکین نے جنوں کو خدا کا شریک بنایا ہے لیکن

وجعلوا للّٰہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔ (انعام ۱۰۰) ✦

اُن کو یعنی مشرکین کو خدا نے پیدا کیا ہے ھُم کی ضمیر جن کی طرف پھیرنی اس لئے ٹھیک نہیں ہے کہ مشرکین جنوں کو غیر مخلوق نہیں سمجھتے تھے اور اس صورت میں وخلقھم کے لفظ سے کچھ معتد بہ فائدہ نہیں ہوتا اور مشرکین کی طرف ضمیر پھیرنے سے

www.poetrymania.com©

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

کہدے لاؤ اپنے گواہوں کو جو گواہی دیتے ہیں کہ بیشک خدا نے حرام کیا ہے اُس کو، پھر اگر وہ گواہی بھی دیں تو تو اُن کے ساتھ گواہی مت دے اور نہ پیری کر اُن لوگوں کی خواہشوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن لوگوں کی جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر اور وہ (اصنام کو) اپنے پروردگار کے برابر کرتے ہیں ﴿۱۵۱﴾

اس بات کے اعتقاد کا فائدہ ہے کہ خالق ہی مستحق عبادت ہے نہ کوئی مخلوق ◆

اس آیت میں صرف مشرکین کے اعتقاد کا ذکر ہے مگر اس سے نہ جنوں کی فی الواقع ایسی مخلوق ہونے کا ثبوت ہے جیسے کہ مشرکین اعتقاد کرتے تھے اور نہ خدا کے بیٹے اور بیٹیوں کے ہونے کا ثبوت ہے ◆

سورۂ اعراف میں خدا تعالیٰ نے ابلیس کا قول نقل کیا ہے کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کرنے

قال انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین (اعراف - ۱۱) ◆

میں یہ کہا کہ میں اُس سے بہتر ہوں تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے ◆

خلق الانسان من صلصال کالفخار و خلق الجان من مارج من نار (الرحمن ۱۳ و ۱۴) ◆

اور سورہ الرحمن میں فرمایا ہے کہ "پیدا کیا انسان کو سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو بھڑکتی آگ سے ◆

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حماء مسنون و الجان خلقناہ من قبل من نار السموم (حجر - ۲۶ و ۲۷)

اور سورہ حجر میں فرمایا ہے کہ "ہم نے انسانوں کو پیدا کیا ہے سڑی مٹی سے اور جان یعنی جن کو آگ کی لُو سے ◆

اذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کان من الجن ففسق عن امر ربہ (کہف ۴۰)

اور سورہ کہف میں فرمایا ہے کہ جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ جنوں میں سے یعنی سرکشوں میں سے تھا ◆

ان آیتوں کے بیان کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ ابلیس کی خلقت بھی نار سے بیان ہوئی ہے اور سورہ کہف میں ابلیس پر جن کا اطلاق ہوا ہے اور سورہ الرحمن اور سورہ حجر میں انسان کے پیدا کرنے کے ساتھ جو جان کے آگ سے پیدا کرنے کا ذکر ہے اُس سے وہی ابلیس مراد ہے مغوی للانسان اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ وہ کوئی وجود خارج از انسان نہیں ہے اور اس لئے

www.poetrymania.com©

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا
الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (١٥٢) وَلَا تَقْرَبُوْا
مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ
حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ
وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ
نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا
وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا
ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ (١٥٣)

کہ کہ آؤ میں پڑھ دوں جو حرام کیا ہے تمہارے پروردگار نے تم پر کہ اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو، اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو مت مار ڈالو مفلسی کے ڈر سے ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی، اور بے حیائی کے پاس مت جاؤ جو کھلی ہوئی بیحیائیوں میں سے ہو اور جو پوشیدہ ہیں سے ہو، اور نہ مار ڈالو کسی جان کو کہ اُس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے مگر انصاف پر، یہ ہیں کہ اُن کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو (١٥٢) اور نہ جاؤ یتیم کے مال کے پاس مگر اس طرح کہ وہ نیکی سے ہو جب تک کہ وہ پہنچے اپنے رُشد کو، اور پورا کر دیا کرو ناپ کو اور ترازو کو انصاف سے ہم تکلیف نہیں دیتے کسی جان کو مگر بقدر اس کی طاقت کے، اور جب تم کچھ کہو تو انصاف کرو اور اگرچہ تمہارا قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ ہیں کہ اُن کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو (١٥٣)

ان آیتوں سے جنوں کی کسی ایسی مخلوق پر جس کا یقین مشرکین کرتے تھے استدلال نہیں ہو سکتا انسان کے قویٰ میں سے اُس قوت کا جس پر شیطان کا اطلاق ہوا ہے آگ سے یا حرارت سے پیدا ہونا ایسا ٹھیک اور بالکل سچ ہے کہ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا باقی جو امور ان آیتوں سے متعلق ہیں اُن پر بحث اُس مقام پر کرینگے جہاں اُن کی تفسیر لکھینگے ÷

حضرت سلیمان کے قصہ میں جن و شیاطین کا جو حضرت سلیمان کے ہاں بہت سے کاموں پر متعین تھے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے سورہ سبا میں خدا نے فرمایا ہے کہ " جنوں میں سے وہ تھا جو حضرت سلیمان کے سامنے اپنے رب (یعنی آقا) کے حکم سے کام کرتا تھا۔ اور جگہ فرمایا ہے کہ جب حضرت سلیمان مرگئے (جن کی لاش کو لکڑی کے سہارے سے کھڑا کر دیا تھا) تو کسی کو خبر نہ ہوئی مگر جب دیمک نے عصا کو کھا لیا اور وہ گر پڑے تب جنوں نے جو بیت المقدس کی عمارت کا کام

ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ (سبا - ١١)

فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین (سبا - ...)

www.poetrymania.com©

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۴﴾	اور یہ ہے میرا رستہ سیدھا پس اس کی پیروی کرو اور مت پیروی کرو (دوسرے) رستوں کی پھر وہ تم کو متفرق کر دینگے اس کے رستے سے یہ ہے جس کا تم کو حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو ﴿۱۵۴﴾

کر رہے تھے اُن کا مر جاتا اور کہا کہ اگر ہم کو غیب کی بات معلوم ہوتی تو ہم اس سخت عذاب میں نہ ٹھیرے رہتے +

ان آیتوں میں جو کچھ بیان ہوا ہے یہ حضرت سلیمان کے وقت کا در بیت المقدس کی تعمیر ہونے کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور تاریخ پر رجوع کرنے سے بخوبی معلوم ہو سکیگا کہ حضرت سلیمان کی سرکار میں عمارت کا اور جنگلوں میں سے لکڑی کاٹنے کا پتھر تراشنے کا جہاز چلانے کا کون کام کرتے تھے۔ جو وہ ہوں انہی پر جن اور شیاطین کا اطلاق ہوا ہے +

کتاب اول سلاطین باب پنجم سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان نے حیرام صور کے بادشاہ سے سیدونی قوم کے آدمی جنگل میں سے لکڑی کاٹنے کو مانگے تھے مقام لبنان سے لکڑی کاٹی جاتی تھی اور سلیمان کے لوگ اور حیرام بادشاہ صور کے بھیجے ہوئے لوگ اور "جبلیم" یعنی پہاڑی لوگ لکڑیاں کاٹتے تھے اور پتھر تراشتے تھے +

کتاب دوم تاریخ الایام سے پایا جاتا ہے کہ صور کے بادشاہ نے ایک کاریگر صور کے رہنے والے حضرت سلیمان کے فن کام کرنے کو بھیجا تھا جو اپنے آقا کی اجازت سے کام کرنے آیا تھا اسی طرف قرآن مجید میں اشارہ ہے کہ " ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ " +

اُسی کتاب سے پایا جاتا ہے کہ سوائے بنی اسرائیل کے جو لوگ فلسطین میں غیر قوم کے پہاڑوں و جنگلوں میں رہتے تھے اُن میں سے حضرت سلیمان نے ستر ہزار آدمیوں کو حمالی پر اور اسی ہزار کو درخت کاٹنے و پہاڑوں میں سے پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا یہ سب بیگار میں پکڑے گئے ہونگے جنوں نے حضرت سلیمان کا مرنا معلوم کر کے ضرور کہا ہوگا کہ " لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین " +

حضرت سلیمان کے قصہ کو مولوی چراغ علی صاحب نے جو عربی اور عبری زبان سے بخوبی واقف ہیں ایک رسالہ میں نہایت عمدگی سے لکھا ہے جس کو ہم حضرت سلیمان کے قصہ میں بتفصیل لکھینگے اس مقام پر صرف اسقدر بتانا مقصود تھا کہ ان آیتوں میں جو جن کا لفظ آیا ہے اُس سے وہ پہاڑی و جنگلی آدمی مراد ہیں جو حضرت سلیمان کے ہاں بیت المقدس بنانے کا کام کرتے تھے اور جن پر بسبب وحشی اور جنگلی ہونے کے جو انسانوں سے جنگلوں اور پہاڑوں میں چھپے رہتے ہیں اور نیز بسبب قوی اور

www.poetrymania.com©

ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِیْۤ اَحْسَنَ وَ تَفْصِیْلًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ ع	پھر ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اُس شخص پر (حکموں کے) پورا کرنے کو جو نیک کام کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے کو اور ہدایت اور مہربانی تاکہ وہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے پر ایمان لاویں ﴿۱۵۵﴾

طاقتور اور محنتی ہونے کے جن کا اطلاق ہوا ہے پس اس سے وہ جن مراد نہیں ہیں جن کو مشرکین نے اپنے خیال میں ایک مخلوق مع ان اوصاف کے جو اُن کے ساتھ منسوب کئے ہیں مانا ہے اور جن پر مسلمان بھی یقین کرتے ہیں +

عبری زبان میں شد اور شدیم یعنی دیو اور جن کے آیا ہے اور تیز ڈاکوؤں اور شریر آدمیوں پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ عربی زبان میں بھی وحشی اور قوی آدمیوں پر جن کا لفظ بولا گیا ہے۔ دمو مثال العرب ،، اجن اللہ جبالہ،، ای الجبال التی یسکنہا ای اکثر اللہ فیہا الجن ای اوحشہا۔ (شرح امثال میدانی) +

نابغہ ذبیانی شاعر جاہلی کہتا ہے

سہکین من صداء الحدید کانہم   تحت السنور جنۃ البقار

یعنی اُن کے بدن میں بدبو ہوگئی لوہے کے زنگ سے گویا کہ وہ۔ زرہ کے نیچے بقار کے جن ہیں +

زہیر ابن سلمی جاہلی شاعر کہتا ہے

اذا فزعوا طاروا الی مستغیثہم   طوال الرماح لا ضعاف ولا عزل

یعنی جب وہ لوگ جوش میں آتے ہیں تو دوڑ کر جاتے ہیں اپنی پناہ مانگنے والے کے پاس۔ لمبے نیزے لیکر نہ وہ کمزور ہیں اور نہ بے ہتیار +

بخیل علیہا جنۃ عبقریہ   جدیرون یوما ان ینالوا فیستعلوا

گھوڑوں پر کہ اُن گھوڑوں پر جن عبقری ہے۔ لایق ہیں لڑائی کے دن کہ اپنا مقصد پاویں اور غالب ہوں +

جن اذا فزعوا انس اذا امنوا   مرددون بہالیل اذا جہدوا

جن ہیں جب کہ جوش میں آتے ہیں اور انس ہیں جب کہ امن میں ہوتے ہیں۔ دراز قد ہیں خندہ رو ہیں جب کہ وہ کوشش کرتے ہیں +

قال عفریت من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک (نمل - ۳۹) + سورہ نمل میں ہے کہ جب حضرت سلیمان نے بلقیس کا تخت منگانا چاہا تو جنوں میں سے ایک

www.poetrymania.com©

اور یہ کتاب ہم نے اُس کو اُتارا ہے برکت والی پھر اُس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم رحم کئے جاؤ (۱۵۶)	وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۱۵۶)

عفریت نے کہا کہ مَیں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں آپ کے پاس لا دیتا ہوں۔ آیت میں جو اور بحثیں ہیں اُن کو ہم اس مقام پر نہیں چھیڑتے صرف اتنی بات بتلاتے ہیں کہ قاموس میں لکھا ہے کہ عفریت کہتے ہیں رجل کامل ضابطہ قوی۔ یعنی موٹے مسٹنڈے مضبوط آدمی کو اور جن کا اطلاق جیسے کہ ہم نے ابھی بیان کیا صحرائی اور پہاڑی آدمیوں پر جو حضرت سلیمان کے ہاں حمالی کا اور اَور قسم کا کام کرتے تھے ہوا ہے پس آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ ایک قوی مضبوط پہاڑی آدمی نے کہا کہ میں ابھی اُس تخت کو جو حضرت سلیمان کے توشہ خانہ میں موجود تھا ملک سبا میں اُٹھا لاتا ہوں +

سورہ جن میں تین جگہ لفظ جن آیا ہے اور اُسی مضمون کی ایک آیت سورہ احقاف میں ہے عرب کے مشرکین کی عادت تھی کہ چھپ چھپ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سُنا کرتے تھے جیسے لینے اور غمازی کرنے کو اُنہیں لوگوں میں سے جب کر وہ چھپ کر باتیں سُنتے تھے چند آدمیوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھتے سُنا اُن کے دل پر اثر ہوا اور اُنہوں نے اُس کو سچ و منزل من اللہ جانا اُنہی کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور جو کہ لامعلوم شخص تھے اور چھپ کر سنتے تھے اُن کی نسبت لفظ جن استعمال ہوا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ وہ جن بمعنی متعارف نہ تھے بلکہ انسان تھے خود اُسی سورت میں موجود ہے۔ جہاں اُن کے عقاید کا ذکر ہوا ہے۔ کیونکہ اُن میں سے بعض نے کہا کہ خدا تعالےٰ نے نہ کوئی جورو کی ہے اور نہ اُس کے کوئی بیٹا ہے ہمارے پیشواؤں نے خدا پر تہمت لگائی تھی۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا سمجھنا عیسائیوں کا عقیدہ ہے پس جن لوگوں نے اس عقیدہ کے غلط ہونے کا اقرار کیا بیشک وہ عیسائی تھے +

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن۔ (سورہ جن۔ ۱)

وانا ظننا ان لن تقول الانس والجن علی اللہ کذبا۔ (سورہ جن۔ ۵)

وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن۔ (سورہ جن۔ ۶)

واذ صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القراٰن۔ (سورہ احقاف۔ ۲۰)

اور بعضوں نے کہا کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو جناتوں سے پناہ چاہتے تھے یہ طریقہ عرب کے بُت پرست کافروں کا تھا اور جن لوگوں نے اس عقیدہ کو قرآن سُن کر غلط سمجھا بلاشبہ وہ لوگ عرب کے بُت پرست کافر تھے +

www.poetrymania.com©

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿۱۵۷﴾
أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿۱۵۸﴾
هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۹﴾

ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے، کہ ہم سے پہلے دو گروہوں پر کتاب اُتاری گئی ہے اور بیشک ہم اُن کے پڑھنے سے غافل تھے ﴿۱۵۷﴾
یا تم کہو کہ ہم پر کتاب اُتاری جاتی تو ہم اُن سے بھی زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے پھر بیشک تمہارے پاس آئی ہے دلیل تمہارے پروردگار کے پاس سے اور ہدایت اور رحمت پھر کون زیادہ ظالم ہے اُس شخص سے جس نے جھٹلایا اللہ کی نشانیوں کو اور اُن سے پھر گئے۔ ہم جلد سزا دینگے اُن لوگوں کو جو ہماری نشانیوں سے پھرے ہوئے ہیں بُرے عذاب کی بسبب اُس کے کہ وہ پھرے ہوئے تھے ﴿۱۵۸﴾
کیا وہ منتظر ہیں مگر اسی کے کہ اُن کے پاس فرشتے آویں یا تیرا پروردگار آوے یا تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں آویں۔ جس دن تیرے پروردگار کی بعضی نشانیاں آوینگی نفع نہ دیگا کسی شخص کو اُس کا ایمان جو اُس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا نہیں کمایا تھا اپنے ایمان میں بھلائی کو۔ کہدے انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں ﴿۱۵۹﴾

اور بعضوں نے کہا کہ ہم سمجھتے تھے کہ خدا کسی پیغمبر کو نہیں بھیجنے کا یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا وہ سمجھتے تھے کہ جو شریعت موسٰے کو دی گئی ہے وہ ابدی ہے اب کوئی پیغمبر صاحب شریعت مبعوث نہیں ہونے کا جن لوگوں نے قرآن سُن کر اس عقیدہ کو غلط جانا اور اس بات پر یقین کیا کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور پیغمبر پر نازل ہُوا ہے اور ایک پیغمبر آخر الزمان صاحب شریعت مبعوث ہوا ہے وہ لوگ تائب یہودی تھے ✣

اور بعضوں نے کہا کہ ہم جو بیٹھ بیٹھ آسمانوں میں سے غیب کی باتیں سُنتے تھے اب سُننے والوں پر شہاب ثاقب مارے جاتے ہیں اس کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بات کے کہنے والے مجوسی آتش پرست تھے اُس فرقہ کے پیشوا نجوم پر یقین رکھتے تھے اور ستاروں کے مقامات سے غیب کی خبریں دیتے تھے اور ہر ایک کے لئے بھلائی بُرائی بتلاتے تھے پس جن لوگوں نے قرآن مجید سُن کر اس عقیدہ کو غلط سمجھا اور اس پر ایمان لائے کہ نجومی جھوٹے ہیں اور غیب کی بات

www.poetrymania.com©

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا
شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ اِنَّمَا
اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ
بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۱۶۰﴾
مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ
وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى
اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾
قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ
حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۲﴾
قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ
وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْكَ
لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

بیشک جن لوگوں نے مختلف کردیا اپنے دین (یعنی دین
ابراہیمؑ) کو اور ہو گئے گروہ گروہ تو نہیں ہے اُن میں
سے کسی چیز میں۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اُن کا فیصلہ خدا پر ہے
پھر وہ اُن کو بتا دیگا اُس کو جو وہ کرتے تھے ﴿۱۶۰﴾ جو
شخص نیکی کو لایا ہے تو اُس کے لئے ویسا ہی اُس کا
دس گنا ہے اور جو شخص برائی کو لایا ہے تو اُس کو بدلا نہیں
دیا جاویگا مگر اُسکے برابر اور وہ نہیں ظلم کئے جاوینگے ﴿۱۶۱﴾
کہدے کہ بیشک میرے پروردگار نے مجھ کو ہدایت کی ہے
سیدھے رستہ کی جو دین مضبوط ہے دین ابراہیمؑ کی خلوص سے
یقین رکھنے والا اور وہ نہیں تھا شرک کرنے والوں میں
سے ﴿۱۶۲﴾ کہدے کہ بیشک میری نماز اور میری عبادتیں اور میری
زندگی اور میری موت اللہ پروردگار عالموں کے لئے ہے اُس کا کوئی
شریک نہیں ہے، اور اسی کا مجھ کو حکم دیا گیا ہے اور میں
سب سے پہلا مسلمان ہوں ﴿۱۶۳﴾

کوئی نہیں بچا سکتا اور خدا کو نہ کوئی ہرا سکتا ہے اور نہ اُس کو جیت سکتا ہے نہ اُس سے بھاگ سکتا
ہے بلاشبہ وہ دونوں مجوسی تھے یعنی آتش پرست +

حسن کا قول ہے کہ ''ان فیھم یھودا و نصاریٰ و مجوسا و مشرکین'' (تفسیر کبیر)
یعنی قرآن سننے والوں میں یہودی اور عیسائی اور آتش پرست اور مشرکین تھے اور اس قول سے صاف پایا
جاتا ہے کہ وہ سننے والے انسان تھے نہ جن بمعنی متعارف اور یہ کہنا کہ جنوں میں بھی یہودی اور عیسائی
اور آتش پرست اور مشرکین ہوتے ہیں ایک ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی ذی عقل تو نہیں کہ سکتا +

علاوہ ان آیتوں کے چودہ آیتیں قرآن مجید میں اور ہیں جن میں جن و انس کا لفظ ساتھ ساتھ

۱۔ یا معشر الجن و الانس الم یاتکم رسل
منکم (سورہ انعام - ۱۳۰) +
۲۔ قل لئن اجتمعت الجن و الانس علی ان
یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ
(سورۃ اسریٰ - ۹۰) +
۳۔ وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین

آیا ہے مگر اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ان سب
آیتوں میں جن کا اطلاق وحشی بدوی جنگل و پہاڑ
کے رہنے والوں پر ہوا ہے، ان دونوں لفظوں
کے ساتھ لانے سے ہر قسم اور ہر درجہ کے آدمیوں
کا حصر مقصود ہے خدا پر اور اس کے احکام پر
ایمان لانے اور اعمال بد کی سزا پانے میں کیونکہ

www.poetrymania.com©

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ
وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
تَخْتَلِفُوْنَ (۱۶۴) وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ
خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ
سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۶۵)

کہیے کہ کیا دوسرے کو اللہ کے سوا پروردگار چاہوں اور وہ
تو پروردگار ہر چیز کا ہے اور نہیں کماتا کوئی شخص مگر اپنے اوپر
نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ پھر تمہارے پروردگار
کے پاس تم کو پھر جانا ہے پھر بتادیگا تم کو اس چیز کو جس میں تم
اختلاف کرتے تھے (۱۶۴) اور وہ وہ ہے جس نے تم کو کیا خلیفہ
زمین کا اور بعضوں کو بعضوں سے درجہ میں بلند کیا تاکہ تم کو آزماوے
اس چیز میں جو تم کو دی ہے بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے
والا ہے اور بیشک البتہ وہ بخشنے والا ہے مہربان (۱۶۵)

والانس والجن (سورہ انعام - ۱۱۲) +

۴- قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار (اعراف - ۳۸) +

۵- ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس (اعراف - ۱۷۸) +

۶- وحشر لسلیمان جنودہ من الجن والانس والطیر فہم یوزعون (نمل - ۱۷) +

۷- وحق علیہم القول فی امم قد خلت من قبلہم من الجن والانس انہم کانوا خسرین (فصلت - ۲۵) +

۸- وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس (فصلت - ۲۹) +

۹- اولئک الذین حق علیہم القول فی امم قد خلت من قبلہم من الجن والانس انہم کانوا خاسرین (احقاف - ۱۸) +

۱۰- یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض (الرحمن - ۳۳) +

۱۱- فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (الرحمن - ۳۹) +

۱۲ و ۱۳- فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان (الرحمن ۵۶ و ۷۴) +

۱۴- وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات - ۵۶) +

شہری و دیہاتی وحشی اور انسی تربیت یافتہ و ناتربیت یافتہ مہذب نامہذب سویلزڈ اور باربیرین سب کے سب اس پر مکلف ہیں +

ایک ہمارے دوست نے ہم سے کہا کہ جب تم سورہ انعام کی ایک سو اٹھائیسویں آیت جہاں لفظ " یا معشر الجن " ہے لفظ جن سے وہی معنی متعارف مراد لئے ہیں گو بطور خطابیات کے اس کو قرار دیا ہے تو یہی لفظ اسی سورت کی ایک سو تیئیسویں آیت میں اور سورہ الرحمن کی تینتیسویں آیت میں آیا ہے اور ان دونوں مقاموں میں وحشی آدمیوں کے معنی لئے ہیں اس تفرقہ کا کیا سبب ہے +

ہم نے کہا کہ یہ تفرقہ ہم نے نہیں کیا بلکہ خود خدا نے کیا ہے کیونکہ سورہ انعام کی پہلی آیت میں صرف یا معشر الجن کہا ہے اور اس کے بعد کی اور سورہ الرحمن کی آیت میں یا معشر الجن والانس کہا ہے پس جو تفرقہ خود خدا نے اپنے کلام میں کیا ہے وہی تفرقہ ہم نے اس کی مراد میں بتایا ہے +

www.poetrymania.com©

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
الٓمّٓصٓ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا
يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ
بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ① اِتَّبِعُوْا
مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا
مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ②
وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا
بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ③
فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ
قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ④
فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ
وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ⑤ فَلَنَقُصَّنَّ
عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ⑥
وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑦

خدا کے نام سے جو بڑا رحم والا ہے بڑا مہربان
یہ کتاب ہے کہ اُتاری گئی ہے تجھ پر پھر نہ ہو تیرے دل
میں کچھ تنگی تاکہ ڈراوے (تو لوگوں کو) اس سے اور نصیحت
واسطے ایمان والوں کے ① پیروی کرو اُس کی جو
اُتارا گیا ہے تم پر تمہارے پروردگار سے اور مت پیروی کرو
اُس کے سوا اور دوستوں کی تھوڑی سی نصیحت پکڑتے ہو ②
اور بہت سے شہر ہیں کہ ہم نے اُن کو ہلاک کیا پھر جب پڑا ہمارا عذاب آیا
رات کو اور وہ سوتے تھے ③ پھر اور کچھ اُنکا کہنا نہ تھا جب
اُن پر عذاب آیا بجز اس کہنے کے کہ بیشک ہم ظالم
تھے ④ پھر ضرور ہم پوچھینگے اُن لوگوں سے جن کے پاس
پیغمبر بھیجے گئے ہیں اور ضرور ہم پوچھینگے پیغمبروں سے ⑤
پھر ضرور ہم اُن کا قصہ اُن کو سنا دینگے اور جو کچھ کہ وہ
کہتے تھے اُس وقت) ہم غیر حاضر نہ تھے ⑥ اور وزن ہونا
(اعمال کا) اُس دن حق ہے پھر جو کوئی کہ اس کے ترازو کے بھاری نکلے (اعمال نیک)
پھر وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ⑦

⑦ (والوزن یومئذ الحق) عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور اس پر بہت سی بے بنیاد
حدیثیں بھی بنالی ہیں کہ قیامت کے دن بندوں کے اعمال تولنے کے لئے ایک ترازو ہوگی جس کا ایک پلڑا
بہشت پر اور ایک پلڑا دوزخ پر ہوگا اور اتنی بڑی ہوگی کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ کہ اُن میں ہے
سب ایک فرد ایک پلڑے میں سما سکینگے اور اس کی زبان یعنی ڈنڈی پر کی چوٹی جبرئیل پکڑے ہوئے
ہونگے اچھے اعمال خوبصورت اور بُرے اعمال بدصورت بنکر آوینگے اور تولے جاوینگے ۔ یا نامہ اعمال
جن کو نیکی و بدی کے فرشتے لکھتے رہتے ہیں تولے جاوینگے ۔ مگر خود علمائے محققین نے ان سب باتوں کو
بے اصل اور غیر ثابت سمجھ کر اُن سے انکار کیا ہے ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مجاہد اور ضحاک اور اعمش کا
قول ہے کہ میزان سے عدل اور انصاف مراد ہے اور اکثر متاخرین کی یہ رائے ہے اور کہتے ہیں کہ لفظ
وزن کا استعمال ان معنوں میں بہت ہوتا ہے اور اس پر دلیل بھی ہے پھر یہی معنی لینے ضرور ہیں ۔
کیونکہ عدل لینے و دینے میں صرف پیمانے یا میزان سے دنیا میں ظاہر ہوتا ہے پھر وزن سے عدل کا

www.poetrymania.com©

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ
الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا
بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٨﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ
فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ
قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ
خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ
قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ
فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ
مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿١٠﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ
أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا
خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ
مِنْ طِينٍ ﴿١١﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا
فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا
فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ﴿١٢﴾
قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٣﴾
قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿١٤﴾
قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ
لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٥﴾
ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ
وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ
شَاكِرِينَ ﴿١٦﴾

اور جو کوئی کہ اُس کے ہلکے نکلے (اعمال نیک) پھر یہی لوگ
وہ ہیں جنہوں نے ٹوٹا دیا اپنے آپ کو بسبب کہ ہماری نشانیوں
کے ساتھ ظلم کرتے تھے ﴿٨﴾ اور بیشک ہم نے تم کو قدرت
دی زمین میں اور ہم نے تمہارے لئے اس میں معیشتیں پیدا کیں
بہت تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو ﴿٩﴾ بیشک ہم نے تم کو پیدا
کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو کہا کہ سجدہ
کرو آدم (یعنی انسان) کو پھر انہوں نے سجدہ کیا مگر شیطان
نہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا ﴿١٠﴾ (خدا نے) کہا کس
چیز نے تجھ کو منع کیا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے تجھ کو
حکم دیا تھا۔ (شیطان نے) کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں تو نے
مجھ کو پیدا کیا ہے آگ سے اور اس کو پیدا کیا ہے مٹی سے ﴿١١﴾
خدا نے کہا نیچے اتر اُن میں سے (یعنی فرشتوں کے گروہ میں سے) پھر تجھ کو
نہیں چاہئے کہ تکبر کرے اُن میں (یعنی فرشتوں میں) اپس
نکل (یعنی فرشتوں میں سے) بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے ﴿١٢﴾
(شیطان نے) کہا کہ مجھ کو مہلت دے اُن کے اُٹھنے کے دن تک ﴿١٣﴾
(خدا نے) کہا بیشک تو مہلت دئے گیوں میں سے ہے ﴿١٤﴾
(شیطان نے) کہا پھر اس سبب سے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے اُن کے
لئے تیرے سیدھے رستے کی راہ ماری کرنے کو گھات میں
بیٹھونگا ﴿١٥﴾ پھر اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے
اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آن پڑونگا
تو اُن میں سے بہتوں کو شکر کرنے والا نہ
پاویگا ﴿١٦﴾

کنایہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ ایک آدمی جب کہ اس کی قدر و منزلت نہیں ہوتی تو کہا جاتا ہے وہ کچھ وزن نہیں رکھتا۔ خدا نے بھی فرمایا ہے، فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو خفیف کر دیا۔ اور کلام کی نسبت بھی کہتے ہیں کہ یہ کلام اسی وزن کا ہے

ــــہ شروع آیت میں خدا نے تمام انسانوں کو خطاب کیا ہے اس کے بعد دو کا جو لفظ آیا ہے اس سے کوئی شخص معین مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ سب مراد ہیں جو مخاطب تھے یعنی انسان ۔

www.poetrymania.com©

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا لَمَنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ
مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيٰٓاٰدَمُ
اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ
فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا
تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ
الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٨﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ
لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا
عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا
مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿١٩﴾
وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿٢٠﴾
فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ
بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا
يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ
تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ لَكُمَا
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢١﴾

(خدا نے) کہا نکل اُن میں سے (یعنی فرشتوں میں سے) ذلیل و مردود
ہو کر جو کوئی اُن میں سے تیری پیروی کریگا ضرور میں بھر دونگا
دوزخ کو تم سب سے ﴿١٧﴾ اے آدم تو اور تیری جورو
رہو اس جنت میں پھر کھاؤ دونوں جہاں سے چاہو
اور نہ پاس جاؤ اس درخت کے پھر تم دونوں ہو جاؤ گے
ظالموں میں سے ﴿١٨﴾ پھر وسوسے میں ڈال دیا اُن کو
شیطان نے تا کہ ظاہر کر دے اُن دونوں کو جو چھپا ہوا ہے
اُن دونوں سے اُن کی شرمگاہوں میں سے۔
اور کہا کہ نہیں منع کیا تم کو تمہارے پروردگار نے
اس درخت سے مگر اس لئے کہ ہو جاؤ گے فرشتے
یا ہو جاؤ گے ہمیشہ رہنے والے ﴿١٩﴾ اور اُن دونوں
کے سامنے قسم کھائی کہ بیشک میں تم دونوں کے خیر خواہوں
میں سے ہوں ﴿٢٠﴾ پھر پچھاڑ دیا اُن کو فریب سے۔ پھر جب
اُن دونوں نے اُس درخت کو چکھا تو اُن دونوں کی
اُن کی شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں۔ دونوں اپنے تئیں جنت
کے پتوں سے چھپانے لگے۔ اور اُن کے پروردگار نے اُن دونوں
کو پکارا کہ کیا میں نے تم دونوں کو منع نہ کیا تھا اُس درخت سے
اور کیا تم دونوں کو نہ کہہ دیا تھا کہ بیشک شیطان تم دونوں
کا کھلا ہوا دشمن ہے ﴿٢١﴾

یعنی اُس کے برابر ہے پس یہی معنی یہاں لینے بھی لازم ہیں +

غرضکہ علمائے متقدمین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ میزان اور وزن اعمال سے فی الحقیقت میزان کا موجود ہونا اور فی الحقیقت اعمال کا وزن ہونا مراد نہیں ہے بلکہ صرف عدل کا استعارہ ہے اور مراد یہ ہے کہ خدا عدل کریگا اور اعمال نیک کی جزا اور بد کی سزا نہایت عدل و انصاف سے دیگا۔ اسی لئے ہم نے اس امر کی نسبت زیادہ بحث نہیں کی +

﴿١٩﴾ (سواٰتھما) سوءۃ کے معنی شرمگاہ کے بھی ہیں اور اعمال قبیحہ اور اخلاق قبیحہ کے بھی ہیں قاموس میں لکھا ہے السوءۃ الفرج والفاحشۃ والخلۃ القبیحۃ اور فاحشہ کی نسبت بھی لکھا ہے کہ "الفاحشۃ الزناء وما یشتد قبحہ من الذنوب" اس مقام پر سوءۃ کے معنی

www.poetrymania.com©

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۲) قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ (۲۳) قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ (۲۴) يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ (۲۵) يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (۲۶) وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۲۷)

اُن دونوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کریگا تو بیشک ہم ٹوٹے میں پڑنے والوں میں سے ہو جاوینگے (۲۲) (خدا نے) کہا اترو (اُس جگہ سے جہاں تھے) تم میں کا ایک دوسرے کے لئے دشمن ہے اور تمہارے لئے زمین میں ٹھیرنا اور ایک زمانہ تک فائدہ اُٹھانا ہے (۲۳) (خدا نے) کہا اُسی میں جیئگے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے نکلو گے (۲۴) اے آدم کے بیٹو بیشک ہم نے اُتارا ہے تم پر ایک لباس کہ ڈھانکتا ہے تمہاری شرمگاہ کو اور زینت کا ہے اور لباس تقوے کا یہی سب سے اچھا ہے یہ ہے اللہ کی نشانیوں میں سے شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں (۲۵) اے آدم کے بیٹو نہ خرابی میں ڈالے تم کو شیطان جس طرح نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے چھین لیا تھا اُن سے اُن کا لباس تاکہ دکھاوے اُن کو اُن کی شرمگاہ بیشک دکھاتا ہے تم کو وہ اور اُس کا گروہ اس طرح پر کہ تم اُن کو نہیں دیکھتے، بیشک ہم نے کیا ہے شیطانوں کو اُن لوگوں کا دوست جو ایمان نہیں لاتے (۲۶) اور جب وہ کرتے ہیں کوئی بُرا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادو کو اسی بات پر پایا ہے اور اللہ نے اس کا ہم کو حکم کیا ہے، کہدے کہ بیشک اللہ نہیں حکم کرتا بُرے کام کا کیا تم کہتے ہو اللہ پر وہ بات جس کو تم نہیں جانتے (۲۷)

شرمگاہ کے لئے ہیں اس سبب سے کہ اگلی آیت میں پتوں سے اُس کے چھپانے کا ذکر آیا ہے *

گو ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ تمام قصہ آدم کا ایک استعارہ میں بیان ہوا ہے اور اُس سے مراد صرف بیان فطرت انسانی ہے اس طرح پر کہ ہر ایک شخص کی سمجھ میں آجاوے خواہ وہ عالم ہو

www.poetrymania.com©

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَ
أَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ
لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ
فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ
عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا
الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ (۲۸)
يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ
كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا
وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ
الْمُسْرِفِينَ (۲۹) قُلْ مَنْ حَرَّمَ
زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ
لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۳۰)
قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ
مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ
بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ
مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ
تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (۳۱)

کہدے کہ میرے پروردگار نے حکم کیا ہے ٹھیک طور سے، اور
ٹھیک رکھو اپنے منہوں کو (یعنی اپنے آپ کو یعنی اپنے
دل اور اپنی جان کو) نزدیک ہر ایک سجدہ کی جگہ کے
اور پکارو اُسی کو (یعنی خدا کو) خالص کر کے اُسی کے
لئے عبادت کو، جس طرح کہ تم کو پیدا کیا پھر جاؤ گے
ایک گروہ کو ہدایت کی اور ایک گروہ کو ٹھیر دی اُن پر
گمراہی، بیشک اُنہوں نے پکڑا شیطانوں کو اپنا دوست اللہ
کے سوا اور سمجھتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پائے ہوئے ہیں (۲۸)
اے آدم کے بیٹو لو اپنا سنگار (یعنی اپنا لباس برخلاف مشرکوں
کے کہ وہ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے یا یہ کہ اپنی جوتیاں مت اُتارو
برخلاف یہودیوں کے کہ وہ اپنے معبد میں جوتیاں اُتار کر جاتے
تھے) نزدیک ہر سجدہ کی جگہ کے اور کھاؤ اور پیو اور حد سے
مت گذرو بیشک وہ (یعنی اللہ) دوست نہیں رکھتا حد سے
گذر جانے والوں کو (۲۹) کہدے کہ کس نے حرام کیا ہے خدا کے
پیدا کئے ہوئے سنگار کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے
اور کھانے میں سے پاک چیزوں کو، کہدے کہ وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان
لائے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص کر قیامت کے دن، اسی طرح ہم بیان
کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں (۳۰) کہدے
کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ حرام کیا ہے میرے پروردگار نے بےحیائی کو
اس میں سے جو کھلی ہوئی ہو اور جو چھپی ہوئی ہو اور گناہ کو اور سرکشی کو
ناحق اور یہ کہ شریک کرو اللہ کے ساتھ کسی چیز کو کہ نہیں اُتاری
ہے اُس کے لئے کوئی دلیل اور یہ کہ کہو تم اللہ پر جو نہیں جانتے (۳۰)

یا جاہل اسی سبب سے یہاں بھی لفظ سوآۃ کا استعمال ہوا ہے کیونکہ شرمگاہ کے کھلنے کو ہر ایک
شخص معیوب اور بُرا سمجھتا ہے اور شیطان کی یعنی قوائے بہیمہ کی پیروی سے جو افعال بد صادر ہوتے
ہیں اُس کی بُرائی کو ایک محسوس شے سے استعارۃً بیان کیا ہے اور بتلایا ہے کہ انسان کس طرح اپنی
بُرائیوں کے چھپانے کی کوشش کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ چھپ گئیں مگر درحقیقت وہ چھپتی نہیں
پس اُن قصوں اور کہانیوں کی طرف ملتفت نہ ہونا چاہئے جن کو مفسرین نے اُن کے لغوی معنوں پر

www.poetrymania.com©

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ
أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً
وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿۳۲﴾ يَا بَنِي آدَمَ
إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ
عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۴﴾
فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى
اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ أُولَٰئِكَ
يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِنَ الْكِتَابِ
حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا أَيْنَ مَا كُنْتُمْ
تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا
ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ
أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ﴿۳۵﴾

ہر ایک گروہ کے لئے ایک میعاد ہے پھر جب آتا ہے
اُنکا وقت نہیں تاخیر کرتے ایک ساعت اور نہ سبقت
کرتے ہیں ﴿۳۲﴾ اے آدم کے بیٹو جب تمہارے پاس پیغمبر
آویں تم میں سے بیان کریں تم پر میری نشانیاں ۔
پھر جس نے پرہیزگاری او نیکی کی تو اُن پر کچھ خوف
نہیں ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے ﴿۳۳﴾ اور جن
لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور اُن سے
سرکشی کی وہی لوگ ہیں آگ میں رہنے والے
وہ ہمیشہ اُس میں رہینگے ﴿۳۴﴾ پھر کون زیادہ ظالم
ہے اُن لوگوں میں سے جنہوں نے بہتان باندھا
اللہ پر جھوٹ یا جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہی
لوگ ہیں کہ پہنچیگا اُن کو اُن کا حصہ لکھے ہوئے میں سے
یہاں تک کہ جب آوینگے اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے
اُن کی جان لینے کو کہینگے کہاں ہیں وہ جن کو تم پکارتے
تھے اللہ کے سوا کہینگے کہ وہ ہم سے کھوئے گئے اور
گواہی دینگے اپنے پر آپ کہ بیشک وہ کافر
تھے ﴿۳۵﴾

سے ایک خاص معنی لیکر اُس پر طرح طرح کے بے سند و بے سر و پا لکھ دیئے ہیں ۔ اس مطلب
کی تشریح قابل تسکین اُس وقت ہوجاتی ہے جب انسان اس آیت کو پڑھتا ہے کہ اے آدم
کے بیٹو تم پر میں نے ایک لباس اُتارا ہے جو تمہاری شرمگاہ کو ڈھانکیگا اور تقوٰے کا لباس
سب سے اچھا ہے ۔ پس اس آیت نے ثابت کردیا کہ نہ وہاں سوءۃ سے شرمگاہ مراد تھی اور
نہ پتوں کے ڈھانکنے سے اُس کا ڈھانکنا بلکہ صرف افعال اور اخلاق ذمیمہ کو جو انسان کے لئے
ایسے ہی بُرے ہیں جیسے اُس کی شرمگاہ کا لوگوں کے سامنے کھُل جاتا اُس استعارے میں
بیان فرمایا ہے ۔ اس سے بھی زیادہ تشریح اس مطلب کی ایک اور آیت سے ہوتی ہے جو ان آیتوں
کے بعد ہے ۔ پہلے تو یہ فرمادیا کہ تقوٰے کا لباس سب سے بہتر ہے پھر فرمایا کہ اے آدم کے بیٹو ایسا
نہ ہو کہ شیطان تم کو بھی بہکا کر تمہارے ماں باپ کی طرح لباس اُتروا کر شرمگاہوں کو دکھلادے
اس نصیحت سے صاف ظاہر ہے کہ لباس سے مراد تقوٰے اور سوأۃ سے مراد بُرائیاں ہیں نہ یہ

www.poetrymania.com©

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

خدا کہیگا کہ داخل ہو اُن گروہوں میں جو گذر گئی ہیں تم سے پہلے جن و انس سے آگ میں جب جب داخل ہوگی کوئی گروہ لعنت کریگی اپنی بہن کو یہاں تک کہ جب ملجاوینگی سب اُس میں تو کہینگی پچھلی اپنی پہلیوں کو اے پروردگار ہمارے اُنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا پھر دے اُن کو دوگنا عذاب آگ سے (خدا) کہیگا ہر ایک کے لئے دوگنا ہے ولیکن تم نہیں جانتے ﴿۳۶﴾

ظاہری لباس نور کا یا نورباف کا بنا ہوا اور نہ وہ مصنوعہ گوشت جس کے کھلنے سے لوگ شرماتے ہیں +

(۳۶) (قال ادخلو) اس آیت میں اور اسکے بعد کی آیتوں میں بہت کچھ ذکر معاد کا ہے اور قرآن مجید میں جابجا اس کا کچھ نہ کچھ ذکر آجاتا ہے مگر یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جب تک پورا سلسلہ اُس کا بیان نہ ہو خیال میں نہیں آتا اور نہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جو کچھ اُس کی نسبت بیان ہوا ہے اُس کا کیا منشا ہے پس مناسب ہے کہ ہم اسی مقام میں اُس پر بقدر امکان بحث کریں مگر ان مطالب پر بحث کرنے سے پہلے اس بات کا بیان کرنا ضرور ہے کہ ان مسائل پر بحث کرنے کی نسبت اگلے عالموں نے کیا کہا ہے قاضی ابوالولید ابن رشد نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ ۔ شرع کا مقصود علم حق اور عمل حق کی تعلیم ہے اور تعلیم کی دو قسمیں ہیں ایک کسی شے کا خیال کرنا اور دوسرے اُس پر یقین کرنا جس کو اہل علم تصور اور تصدیق سے تعبیر کرتے ہیں +

تصور کے دو طریق ہیں یا تو خود اُسی شے کو تصور کرنا ہے یا اُس کی مثال کو تصور کرنا ہے اور تصدیق کے طریق جو انسانوں میں ہیں وہ تین ہیں ۔ برہانی یعنی دلائل قطعی کے سبب سے یقین کرنا ۔ جدلی یعنی مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانے کے بعد یقین ۔ خطبی یعنی ایسی باتوں سے جن سے انسان کے دل اور وجدان قلبی کو تسکین ہوجاوے اُس پر یقین لانا +

اکثر آدمی ایسے ہیں جن کو دلائل خطبیہ یا جدلیہ سے تصدیق حاصل ہوتی ہے اور دلائل برہانیہ خاص چند آدمیوں کے سمجھنے کے لایق ہوتی ہیں ۔ شرع کا مقصود سب سے اول عام لوگوں کو سمجھانا ہے اور خواص سے بھی غافل نہ ہونا پس شرع نے تعلیم کے لئے مشترک طریقہ اختیار کیا ہے اور اُس کے اقوال چار طرح پر ہیں +

ے ایسی دلیلیں جو دل کو تسلی دینے والی ہوں + احمد بالاقصی

www.poetrymania.com©

وَقَالَتْ اُولٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ	اور کہینگی اُن میں کی پہلی اپنی دوسری کو

اول یہ کہ ۔جن امور کی نسبت وہ کہے گئے ہیں اُن کے تصوّر اور تصدیق دونوں پر یقین کرنا ضرور ہے گو کہ اُن کی دلیلیں خطبیہ ہوں یا جدلیہ اور جو نتیجے اُن سے نکالے ہیں وہی نتیجے بعینہا مقصود ہیں بطور تمثیل کے نہیں کہے گئے ہیں۔ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایسے اقوال کی تاویل کرنی نہیں چاہئے اور جو شخص اُن سے انکار کرے یا اُن کی تاویل کرے وہ کافر ہے ✦

دوم یہ کہ ۔جو اقوال بطور مقدمات کے کہے گئے ہیں گو کہ اُن کی صرف شہرۃ ہی ہو اور گو کہ وہ مظنون ہی ہوں مگر اُن پر یقین کرنا لازمی ٹھیرا ہو اور نتیجے جو اُن سے نکالے ہوں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہیں۔ابن رشد فرماتے ہیں کہ صرف اُن مثالی نتیجوں کی نسبت البتہ تاویل ہوسکتی ہے ✦

سوم یہ کہ ۔جو نتیجے اُن اقوال سے نکالے گئے ہیں وہی بعینہا مقصود ہیں اور جو اُن کے مقدمات بیان ہوئے ہیں وہ مشہور ہوں یا مظنون مگر اُن پر یقین کرنا لازمی نہ ٹھیرا ہو تو اُن نتائج میں کچھ تاویل نہیں ہوسکتی البتہ صرف اُن مقدمات میں تاویل ہوسکتی ہے ✦

چہارم یہ کہ ۔جو مقدمات اُس میں بیان ہوئے ہیں وہ صرف مشہور ہوں یا مظنون اور اُن پر یقین کرنا بھی لازمی نہ ٹھیرا ہو اور جو نتیجے اُن سے نکالے گئے ہیں وہ بطور مثال اُن نتیجوں کے ہوں جو مقصود ہوں۔ان میں تاویل کرنا خاص لوگوں کا کام ہے اور عام لوگوں کا فرض ہے کہ وہ بلا تاویل کے اُن کو ویسا ہی مانتے رہیں (انتہی مخلصاً) ✦

ہم کو افسوس ہے کہ اس عالم مصنف نے اِن چاروں قسموں میں سے کسی قسم کی مثال نہیں دی جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ صرف فرضی اور عقلی تقسیم ہے اور کوئی مثال شرع میں اس کے مناسب موجود نہیں ہے علاوہ اس کے نہایت خامی اس بیان میں یہ ہے کہ قول شارع میں خواہ وہ آیت قرآن مجید کی ہو یا کوئی حدیث رسول کی اُس میں اس بات کا قرار دینے والا کون ہے کہ اُس کے مقدمات ایسے ہیں جن پر یقین کرنا ضروری ہے یا اُس کے برخلاف ہیں یا اُس کے نتیجے وہی بعینہا مقصود بالذات ہیں یا وہ تمثیل ہیں نتائج مقصود بالذات کی۔اگر اُس کے قرار دینے والے ہم ہی جیسے ہوں تو یہ تمام تقریر اور تقسیم فضول ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ مثلاً زید نے شارع کے ایک قول کو جس قسم کا ٹھیرایا ہے لازم نہیں ہے کہ عمرو بھی اُس کو اُسی قسم کا ٹھیراوے ✦

اس کے بعد ابن رشد فرماتے ہیں کہ آدمی تین قسم کے ہیں۔ایک وہ ہیں جو مطلقاً تاویل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے وہ تو خطبیون ہیں یعنی دل کو تسلی دینے والی باتوں پر یقین لانے والے اور اسی قسم کے لوگ بہت کثرت سے ہیں۔دوسرے جدلی ہیں جو بالطبع یا بطریق عادت

www.poetrymania.com©

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا	پھر کیا تھی تمہارے لئے ہم پر

مخالفانہ اور مخاصمانہ دلیلوں کے ٹوٹ جانے کے بعد یقین لاتے ہیں۔ تیسرے اہل تاویل حقہ یقینیہ ہیں اور وہ برہانیون صاحب علم وحکمت ہیں۔ مگر برہانیون جو تاویل کریں اُس کو اُن پہلی دو قسموں کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہئے اور اگر یہ تاویلیں اُن لوگوں کے سامنے بیان کی جاویں جو اُس کے اہل نہیں ہیں تو بیان کرنے والے اور سننے والے دونوں کو کفر تک پہنچا دیتی ہیں۔ کیونکہ تاویل کرنے والے کا مقصود ظاہری معنوں کو باطل کرنے اور تاویلی معنوں کے ثابت کرنے کا ہوتا ہے پس جب عام آدمیوں کے نزدیک جو صرف ظاہری بات کو سمجھ سکتے ہیں ظاہری معنی باطل ہوگئے اور تاویلی معنی اُس کے نزدیک ثابت نہ ہوئے کیونکہ اُن کے سمجھنے کی اُس کو عقل نہ تھی پس اگر یہ بات ایسے اقوال کی نسبت تھی جو اصول شرع میں داخل ہیں تو کفر تک نوبت پہنچ گئی۔ پس ابن رشد فرماتے ہیں کہ تاویلات کا عام لوگوں میں ظاہر کرنا یا عام لوگوں کی تعلیم کے لئے جو کتابیں ہیں اُن میں لکھنا نہیں چاہئے اور اُن کو سمجھا دینا چاہئے کہ یہ خدا کی باتیں ہیں خدا ہی ان باتوں کی حقیقت خوب جانتا ہے۔ لا یعلم تاویلہ الا اللہ۔ (انتہی مختصراً) ✦

اس کے بعد ابن رشد اسی قسم کی تاویلوں ہی کو عام لوگوں پر ظاہر کرنے کو منع نہیں فرماتے بلکہ ہر چیز کی حقیقت کو جو عام لوگوں کے سوائے راسخین فی العلم کی سمجھ سے باہر ہے ظاہر کرنے کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ اسی کی مانند جواب سوالات امور غامضہ کے ہیں جو جمہور کے سمجھنے کے لایق نہیں ہیں جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ ان باتوں کو بھی غیر اہل پر بیان کرنے والا کافر ہے کیونکہ وہ لوگوں کو کفر کی طرف بلاتا ہے خصوصاً جب کہ تاویلات فاسدہ اصول شریعت میں ہونے لگیں جیسے کہ ہمارے یعنی ابن رشد کے زمانہ میں لوگوں کو یہ بیماری لگ گئی ہے (انتہی ملخصاً) ✦

نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ کوئی بات بھی شریعت کی جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو سوائے راسخین فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کی جاوے۔ جس قسم کے لوگوں کو ابن رشد نے راسخین فی العلم میں قرار دیا ہے اس زمانہ میں تو ویسا شخص کوئی نہیں ہے بلکہ اگلے زمانہ میں بھی دو ایک کے سوا کوئی نہ تھا پس ضرورۃً لازم آتا ہے کہ تمام مقدم باتیں شریعت کی بطور ایک معما چیستان یا مثل راز فریمیشن کے غیر معلوم رہنی چاہئیں ✦

اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اُس کے اصول لوگوں کو نہ سمجھا سکیں جو اُن کو سمجھنا چاہتے ہیں یا اُن لوگوں کی تشفی نہ کر سکیں جن کے دل میں شبہات پیدا ہوتے ہیں بلکہ اُن سب کو اس پر مجبور کریں کہ ان باتوں کو اسی طرح مان لو تو ہم اپنے مذہب کی صداقت فی نفسہا اور بمقابلہ دیگر مذاہب

www.poetrymania.com©

مِنْ فَضْلٍ	فضیلت

غیر حق کے کیونکر ثابت کر سکتے ہیں۔ ایک عیسائی کہتا ہے کہ تثلیث کا مسئلہ کہ تین تین بھی ہیں اور ایک بھی ہیں ایک الٰہی مسئلہ ہے اُس پر بے سمجھے یقین کرنا چاہئیے پس اگر ہم مذہب اسلام کے بہت سے مسئلوں کی نسبت ایسا ہی کہنا قرار دیں تو کیا وجہ ہے کہ اُس کی تکذیب اور اس کی تصدیق کریں ✤

ایک اور بات غور کے لائق ہے کہ جب کسی کے دل میں مذہب اسلام کے کسی مسئلہ کی نسبت شک پیدا ہوا خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اور ہم اُس کی حقیقت یا تصریح یا تاویل بیان کر کے اُس کے دل کے شبہ کو تو رفع نہ کریں اور بعوض اُس کے کہیں کہ تم راسخین فی العلم میں نہیں ہو بلا تفتیش اس کو تسلیم کرو اور اُسی پر یقین رکھو تو اُس کا ایمان ایسا رہیگا جس کا اثر حلق سے نیچے نہ اُتریگا اُس کی زبان کہیگی ہاں اور دل کہیگا ناہ۔ علاوہ اس کے یقین ایسی چیز نہیں کہ کسی کے کہدینے سے آجاوے بلکہ یقین ایک امر اضطراری ہے کہ جب تک وہ شبہ جس نے یقین میں خلل ڈالا ہے ہٹ جاوے یقین آ ہی نہیں سکتا ✤

اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں عالم ہوں یا جاہل دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دل سے تمام باتوں پر جو اسلام میں ہیں اور گو وہ کیسی ہی خلاف عقل اور خلاف سمجھ اور محال و ناممکن ہوں بلکہ خلاف واقع سب پر یقین رکھتے ہیں اس قسم کے لوگوں کے لئے کسی قسم کی دلیل کی ضرورت نہیں۔ دوسرے وہ جن کو اُن باتوں پر شبہ ہے یا اُن کا وقوع غیر ممکن سمجھتے ہیں یا اُن کے غلط ہونے پر صحیح یا غلط دلیلیں رکھتے ہیں بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ منجملہ راسخین فی العلم ہیں یا نہیں اور عالم ہیں یا جاہل اُن کے سامنے ہر ایک چیز کی جو اسلام میں ہے اُس کی حقیقت اور ہر ایک امر قابل تاویل کی تاویل بیان کرنی فرض ہے اور جو اُس کے بیان کی قدرت رکھتا ہے اور بیان نہیں کرتا وہ کافر ہے اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ابن رشد نے حقیقت بیان کرنے والوں اور تاویل کی تصریح کرنے والوں کو کافر بتایا ہے ✤

ہم فرض کریں کہ اُن مشککین کو اس قدر لیاقت نہیں ہے کہ وہ اُن حقیقتوں اور تاویلوں کو سمجھیں مگر اتنی بات تو اُن پر ثابت ہو گی کہ اُس کے لئے دلیلیں اور اس کی صداقت کے ثبوت کے لئے وجوہات ہیں اور اُس کی حقیقت کے لئے بیانات ہیں گر ہم اُن کو سمجھ نہیں سکتے ادنے درجہ یہ ہے کہ اُن کے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُس کو بلاشبہ ہم ادا کر دینگے۔ بہت لوگوں نے پیغمبر کی نصیحتوں کو نہیں سمجھا مگر پیغمبر اس خیال سے کہ وہ اُن کے سمجھنے کے لائق نہیں ہیں نصیحتوں کے سمجھانے سے باز نہیں رہے بلکہ طرح طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ اُن کو اُن کے سمجھنے کے لائق کریں ✤

www.poetrymania.com©

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ	پھر چکھو عذاب کو

اس خوف سے کہ اُن لوگوں کے نزدیک جب ظاہری معنی باطل ہو جاوینگے اور اصل حقیقت یا تاویل کے سمجھنے کے لائق نہ ہونے کے سبب وہ اُس کو نہ سمجھینگے تو اصل شرع سے منکر ہو جاوینگے اور کفر تک نوبت پہنچاوینگے ہم کو حقیقت اور صداقت کے بیان سے باز رہنا نہیں چاہئے اگر یہ الزام صحیح ہو (کما نسب بعض لخلائی لنا) تو قرآن مجید بھی بایں ہمہ خوبی اس الزام سے بری نہیں رہ سکتا۔ خود خدا تعالےٰ فرماتا ہے یھدی بہ کثیرا ویضل بہ کثیرا ✦

تاویلات فاسدہ بھی اگر ہوں تو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں اس لئے کہ جو چیز غلط ہے اُس کی غلطی بہت دیر پا نہیں ہوسکتی دوسروں کو اُس کی غلطی بیان کرنے کا اور غلط کو صحیح کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان ہی نہ کی جاویں تو سچ بات کے ظاہر ہونے کا موقع ہی نہیں ہوتا ✦

ہاں یہ بات سچ ہے کہ بہت سے حقایق ایسے ہیں جن پر انسان کو یقین کرنے کے لئے دلیل ہے مگر اُن کی حقیقت جاننا انسان کی فطرت سے خارج ہے مگر اس قسم کے حقایق ہمارے استدلال میں کچھ نقص ڈالنے والے نہیں ہیں کیونکہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا جاننا یا سمجھنا انسان کی فطرت سے خارج ہے اور یہی عدم علم اُن کی معرفت کے لئے کمال معرفت ہے ✦

اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ میں جب کہ علمانے اس قسم کی رائیں لکھیں علم ایک نہایت محدود فرقہ میں تھا جس کو وہ بجز اپنے خاص لوگوں کے اوروں میں شائع کرنا ہی پسند نہیں کرتے تھے اور تمام لوگ اعلےٰ وادنےٰ علوم کے ادنےٰ ادنےٰ مسائل سے بھی بے بہرہ تھے اور اُن کے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے اور یہی باعث ہوا کہ اُن علما نے ایسی رائے قایم کی تھی مگر وہ زمانہ گیا علوم و حکمت اب اس قدر عام ہوگئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے واقف ہوگیا طفل دبستان بھی اپنے مکتب میں ارسطو اور افلاطوں کی غلطیوں کا جہاں جہاں اُنہوں نے کی ہیں ذکر کرتا ہے ہزاروں آدمی شہر و قصبہ میں ایسے موجود ہیں جو خود کچھ نہیں جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کے سُن سُن کر اُن کے کان آشنا ہوگئے ہیں اور اکثر ان میں وہ ہیں جن کے دل شبہات و تشکیکات سے ملتے ہیں۔ اِس زمانہ میں جو ذی علم ہیں اُن کا ایمان بھی حلق کے نیچے تک نہیں ہے منہ سے کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن و حدیث میں آیا ہے اُس پر یقین کرنا چاہئے مگر دل میں شبہات بھرے پڑے ہیں۔ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یقین کرنے سے نہیں ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہے پس اب یہ زمانہ ہے کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقایق اور تاویلات کو نہ کھولے اور لومۃ لایم سے نڈر ہو کر اگلے علما کی اُن غلطیوں کو جو بمقتضائے اُس زمانہ کے ناکمل علوم اور ناکمل تحقیقات کے حقایق کی بیان حقیقت اور قرآن مجید کی تفسیر میں راہ پاگئی ہیں عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے

www.poetrymania.com©

بسبب اُس کے جو تم کماتے تھے ﴿۳۷﴾	بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۷﴾

وثبت کے ادا کرنے سے قاصر ہے ومن یفعل فھو یودی حق اللہ وحق دینہ وحق اھلہ بنیہ وقومہ واللہ المستعان +

المسئلۃ الاولیٰ

ما الروح ھو جوھرام عرض

اس امر کی تنقیح کو کہ روح کا وجود ہے یا نہیں ہم کو اوّلاً اجسام موجودۃ بالعلم پر نظر کرنی چاہئے پس جب ہم اُن پر غور کرتے ہیں تو ابتداے نظر میں اُن کو دو قسم کے پاتے ہیں +

ایک بطور تھوڑے کے کہ وہ جہاں ہیں وہیں ہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے ممکن ہے کہ وہ بے انتہا بڑے ہو جاویں اگر کوئی ایسا سبب جو اُن کے بڑے ہونے کو روکنے والا نہ ہو۔ ہم قسم کے اجسام صرف نہایت چھوٹے چھوٹے متشابہ اجزا سے بنے ہوئے ہیں اور اُس کے ہر ایک جزو میں وہی اوصاف ہیں جو اُس کے کل میں ہیں جیسے پتھر اور لوہا۔ اگر ان میں سے کوئی ٹکڑا توڑلیں تو اُس میں بھی وہی اوصاف ہونگے جو اُس کل میں ہیں۔ اور جب کہ وہ بالکل خالص بغیر کسی ملاوٹ کے ہو تو اُس میں ایک سی طرح کے پرت ہونگے +

دوسری قسم کے اجسام ایسے ہیں کہ اُن کا جسم باختلاف اُن کی انواع کے ایک معین حد تک بڑا ہوتا ہے اور اُس کے اجزا غیر متشابہ اور مختلف الالوان ہوتے ہیں۔ اور ان میں باریک باریک رگیں اندر سے خالی مثل نلی کے ہوتی ہیں جن میں بہنے والا مادہ پھرتا رہتا ہے اور اسی طرح الگ الگ پردے بھی ہوتے ہیں جن کے بیچ میں خالی جگہ ہوتی ہے اور پھر کہیں اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اس نسا جال کو اُس جسم کے اعضا کہتے ہیں۔ اس لئے پہلی قسم کے اجسام کو اجسام غیر عضویہ اور دوسری قسم کے اجسام کو عضویہ کہتے ہیں +

اجسام عضویہ میں پرت نہیں ہوتے اور اُس کا نمو اُسی قسم کی دوسری چیزوں سے ہوتا ہے اور جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو اُس میں مختلف طرح کا بیج پیدا ہوتا ہے +

غیر عضوی جسم دفعتہً پیدا ہو جاتا ہے جس وقت اُس کا مادہ جمع ہو جائے اور عضوی جسم رفتہ رفتہ نمو پاتا ہے اور جب اُس کے بیج کو بوؤ تو وہی جسم اُس سے پیدا ہوتا ہے جس کا بیج ہے اور بونے والا جب زمین میں ڈالتا ہے تو جانتا ہے کہ وہ کب پھوٹیگا اور کب اُس میں مادہ چوسنے کی طاقت آویگی۔ اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا میں سے غذا بھی لیتی رہتی ہیں جس کے سبب اُن کا قد بڑھتا ہے اور

www.poetrymania.com©

بیشک جن لوگوں نے	اِنَّ الَّذِيْنَ

رنگ بدلتا جاتا ہے ✦

اور ایک فرق ان دونوں جسموں میں یہ ہے کہ جسم عضویہ میں غذا اُن کے اعضا کے اندر جاتی ہے اور اندرونی غذا سے بیرونی جسم بڑھتا ہے اور جب تک یہ قوت رہتی ہے نمو ہوتا رہتا ہے اور ایک زمانہ کے بعد اُس میں ضعف آجاتا ہے اور غذا کم ہوجاتی ہے اور نمو نہیں ہوتا اور آخرکار مرجاتا ہے عضوی جسم کی حالتیں علانیہ بدلتی رہتی ہیں۔ وہ پیدا ہوتا ہے پھر بڑھتا ہے پھر اُس کا بڑھنا موقوف ہوجاتا ہے پھر بڑھاپے کے سبب گھٹنے لگتا ہے پھر مرجاتا ہے ✦

جسم غیر عضوی پیدا ہوتا ہے اجتماع مادہ سے اور وہ اس طرح بڑھتا ہے کہ اُسی قسم کے اور اجزا مادی اُس کے اوپر کی سطح پر آکر جُڑتے جاتے ہیں اور اجسام عضویہ کا نمو اندر سے ہوتا ہے اور جسم غیر عضوی کا حجم بے انتہا بڑھ جاسکتا ہے اگر کوئی امر مانع نہ ہو اور جسم عضوی کا حجم ایک مقدار معین سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا ✦

جسم عضوی اور غیر عضوی میں یہ فرق بھی ہے کہ پہلے جسم میں مختلف قسم کا مادہ ہوتا ہے اور دوسری قسم میں صرف ایک قسم کا۔ اگرچہ اس کے سوا اور بھی اختلافات ہیں مگر مختصر طور پر مقدم اختلافات کو ذیل میں لکھتے ہیں ✦

۱۔ اجسام عضوی کا وجود تناسل سے ہوتا ہے اور غیر عضوی کا جذب و اتحاد سے ✦

۲۔ بقا اجسام عضوی کا محدود ہے اور غیر عضوی کا محدود نہیں ✦

۳۔ اجسام عضوی کے اجزا گردی شکل پر ہوتے ہیں اور غیر عضوی کے زاویہ کے طور پر ✦

۴۔ نمو اجسام عضوی کا منحصر ہے غذا کے اندر جانے پر اور وہ نمو اندر سے باہر کو ہوتا ہے اور غیر عضوی کا اس کے برخلاف ہے ان کا حجم باہر سے اجزا مل جانے سے بڑا ہوجاتا ہے ✦

۵۔ بناوٹ جسم عضوی کی مختلف اجزا سے ہوتی ہے اور جسم غیر عضوی کے اجزا متحد الصفت سے ✦

۶۔ جسم عضوی کی ترکیب اجزا متضاعفہ متحرکہ سے ہوتی ہے اور غیر عضوی کی بسیط ✦

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجسام غیر عضوی میں تمام معدنیات مثل نمک اور پتھر وغیرہ کے اور مٹی کے داخل ہیں اور اجسام عضویہ میں نباتات اور حیوانات ✦

مگر نباتات و حیوانات میں جو فرق ہے وہ بہت ظاہر ہے۔ حیوانات کی بناوٹ میں نباتات کی بناوٹ سے تضاعفات بہت زیادہ ہیں اور حیوان متحرک ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتا ہے اور وہ مدرک ہے اور ذی اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے اور جس کو چاہے نہ کرے

www.poetrymania.com©

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا	جھٹلایا ہماری نشانیوں کو

اور اُس میں حواس مخصوصہ ہیں کہ اُن کے سبب آواز کو بوؤں کو مزے کو چھونے کو جانتا ہے اور غذا اُس کے پیٹ میں جاتی ہے اور بالتخصیص اُس کے پیٹ میں ایک ایسی ہنڈیا ہے جو غذا کو اس طرح پکا دیتی ہے کہ اعضا کے تغذیا ور نمو کے لایق ہو جاتی ہے ✦

نباتات اُس کے برخلاف ہیں وہ جہاں بویا ہے وہاں سے دوسری جگہ نہیں چل سکتا۔ اُس میں حرکت کرنے کی قوت نہیں ہے اور نہ اُس میں اختیار ہے وہ اپنی جڑوں کے ذریعے سے جو زمین میں ہیں اور ٹہنیوں اور پتوں کے ذریعہ سے جو ہوا میں ہیں غذا کو جذب کر لیتا ہے اُس میں کوئی ہنڈیا غذا پکانے کی نہیں ہے بلکہ جو غذا اُس میں جاتی ہے اُسی وقت غذا کے قابل ہوتی ہے ✦

نباتات و حیوانات میں بہت بڑا اختلاف یہ ہے کہ حیوان میں پٹھوں کا بھی ایک سلسلہ ہے اور نباتات میں نہیں ہے اور یہی اعصاب جب کہ حیوانات میں ایک مرکز سے تعلق رکھتے ہیں اس سبب سے حیوان میں قابلیت احساس ہوتی ہے اور یہ بات نباتات میں نہیں پائی جاتی علاوہ اس کے حیوانات میں اور بھی جھلیاں اور پردے اور پٹھے اور عضلے اس قسم کے ہوتے ہیں جو نباتات میں نہیں ہوتے ✦

ایک عمدہ فرق دونوں میں یہ ہے کہ حیوانات کی غذا اجسام عضوی سے ہوتی ہے اور نباتات کی غذا اجسام غیر عضوی سے جیسے پانی اور ہوائیں اور نمک۔ نباتات کے بننے کا مادہ دراصل ایک کسیلا مادہ ہوتا ہے اور تحلیل کیمیاوی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرکب ہے کاربن اور ہیڈروجن اور اوکسیجن سے یہ تینوں ایک ہوائی سیال عنصر ہیں اور نباتات میں نوٹروجن نہیں ہے جس کو ازوٹ بھی کہتے ہیں مگر حیوانات میں ہے اور یہ بھی ایک ہوائی سیال جسم ہے مگر اس کی یہ خاصیت ہے کہ اگر کسی جگہ صرف نیٹروجن بھری ہو اور وہاں آدمی جائے تو فی الفور مر جاتا ہے جیسا کہ غلہ کی کھتی میں یا کسی پرانے اندھے کنوئیں میں دفعتہً اُترنے سے آدمی مر جاتے ہیں ✦

یہ تمام امور جو ہم نے بیان کئے ہیں امور محققہ میں سے ہیں جو علم زوالوجی یعنی علم الحیوانات اور علم کمسٹری یعنی کیمیا میں بخوبی ثابت ہیں مگر جو فرق کہ جسم نباتی اور جسم حیوانی میں اوپر بیان ہوا ہے اس پر ہم زیادہ غور کرنی چاہتے ہیں ۔ ہم کو بالتخصیص اس بات پر غور کرنی ہے کہ حیوانات میں جو حرکت اور ارادہ اور اختیار اور ادراک اور خیال اور ایک قوت نتیجہ نکالنے کی ہے اُس کا کیا سبب ہے ✦

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ نباتات کے جسم کے مادہ میں تین عنصر ہیں کاربن ۔ اکسیجن ۔ ہیڈروجن ۔ اور حیوانات کے جسم کے مادہ میں ایک چوتھا عنصر نوٹروجن بھی ہے مگر یہ تمام عنصر اُن کے جسم کی

www.poetrymania.com©

وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا	اور اُن سے سرکشی کی

بناوٹ کا مادہ ہیں اُس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اُن افعال کے بھی باعث ہیں جو حیوانات سے بالتخصیص علاقہ رکھتے ہیں اور جن پر ہم غور کرنی چاہتے ہیں کمسٹری سے ثابت ہوا ہے کہ نائٹروجن میں کچھ کیمیاوی قوت نہیں ہے اور نہ وہ معاون زندگی ہے صرف اتنی بات ہے کہ جانوروں کے گوشت کے ریشوں میں پائی جاتی ہے +

یہ سچ ہے کہ حیوانات کے اعضا میں ایک ایسا عضو ہے جو غذا کو اس طرح پکا دیتا ہے کہ اعضا کے تغذیہ اور نمو کے لائق ہو جاوے نباتات میں ایسا کوئی عضو نہیں ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نباتات اپنی جڑ کے ریشوں سے اور اُس کے پتے اور ٹہنیاں ہوا سے وہی مادہ جذب کرتے ہیں جو غذا و نمو کے لائق ہے اور اس لئے اُن میں کسی ایسے عضو کے ہونے کی ضرورت نہیں۔ برخلاف حیوانات کے کہ وہ ایسی غذا کھاتے ہیں جن میں علاوہ مادہ تغذی و نمو کے اور فضول مادہ بھی شامل ہوتا ہے اور اس لئے ایسا ایک عضو بنایا گیا ہے جو مادہ تغذی و نمو کو فضول مادہ سے جدا کرے مگر اُس کے جدا ہو جانے کے بعد حیوان کی وہی حالت ہوتی ہے جو نباتات کی شروع تغذیہ میں تھی اور اس لئے یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ حیوانات میں اُس عضو کا ہونا اُن افعال کا باعث ہے جو بالتخصیص حیوانات سے علاقہ رکھتے ہیں +

حیوانات کے جسم کی بناوٹ میں ایک بہت بڑا سا جال اعصاب کا ہے جس کا مرجع ایک مرکز عام یعنی دماغ کی طرف ہے اور وہ تمام افعال حیوانات کے جن پر ہم غور کرنا چاہتے ہیں اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں لیکن یہ افعال اُس سے صرف بحیثیت اُن کے اعضا ہونے کے تو منسوب نہیں ہو سکتے اور نہ صرف بحیثیت اُن کے مادہ کے کیونکہ تمام جسم حیوانات میں وہی عناصر موجود ہیں مگر مختلف ترکیب پانے سے مختلف مادہ اور مختلف صورت پیدا ہوئی ہے پس صرف بحیثیت مادہ جو اختلاط عناصر سے پیدا ہوتا ہے وہ افعال منسوب نہیں ہو سکتے +

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ عناصر یعنی کاربن آکسیجن ہیڈروجن نائٹروجن کی ترکیب سے کیا حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ عناصر آپس میں ملکر ایک دوسری صورت کا جسم پیدا کر لیتے ہیں مثلاً جب آکسیجن اور ہیڈروجن مقدار معینہ سے باہم مل جاتے ہیں تو ایک دوسری صورت کا جسم رقیق سیال پیدا ہو جاتا ہے جس کو پانی کہتے ہیں مگر اُس میں کوئی ایسی صفت جو مادہ کی حیثیت سے بڑھ کر ہو پیدا نہیں ہوتی۔ عناصر کی ترکیب سے ایک جسم غیر میں یا اُسی جسم میں جو ان عناصر سے بنا ہے حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک وہ ترکیب قائم رہے وہ حرارت بھی قائم رہتی ہے۔ عناصر کی ترکیب سے جسم میں ایک خاص قسم کے مادہ کی یا دوسرے جسم کے جذب کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے جیسے کہ مقناطیس میں

www.poetrymania.com©

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ	ہرگز نہ کھولے جاوینگے اُن کے لئے

لوہے کی کشش اور نباتات وحیوانات میں دیگر اقسام کے عناصر اور مادہ کے جذب کی قوت پیدا ہوتی ہے ۔عناصر کی ترکیب سے ایک ایسا جسم پیدا ہو جاتا ہے جو جوش میں (یعنی متحرک) رہے یعنی خود اُسی کے اجزا حرکت میں رہیں جب تک کہ وہ ترکیب اُس میں باقی رہے جیسے کہ تیزابوں کے ساتھ دوسری چیزوں کے ملانے سے پیدا ہوتی ہے ۔عناصر کی ترکیب سے ایک قوت مخفیہ جو اجسام میں سے ظاہر ہو جاتی ہے اور دیگر اجسام سے جذب کر کے ایک جگہ لے آتی ہے جیسے کہ اعمال برقی سے ظہور اور اجتماع برق کا ہوتا ہے ۔ترکیب عناصر سے یا اُن اجسام کی ترکیب سے جو عناصر سے بنے ہوئے ہیں ایک جسم ہوائی سیال پیدا ہوتا ہے جو دکھائی بھی دیتا ہے اور کبھی ایسا لطیف ہوتا ہے جو دکھائی بھی نہیں دیتا ✦

اکثر اطبا اور حکما کا یہ خیال ہے کہ جسم حیوانی میں جو ترکیب عناصر سے بنا ہے اور جس میں مختلف قسم کے اعضا ہیں اُس ترکیب کے سبب ایک جسم ہوائی پیدا ہوا ہے جو باعث تہیج ہے جو سبب ہے حیوانات میں ارادہ پیدا ہونے کا اور ترکیب اعضا سے حرکت کے ظہور میں آنے کا اور یہی جسم سیال ہوائی باعث ہے انسان کی زندگی کا اور اسی کو بعضوں نے روح حیوانی اور بعضوں نے مطلق روح اور بعضوں نے نسمہ سے تعبیر کیا ہے اور نتیجہ اس کا یہ سمجھا ہے کہ جب ترکیب جسم حیوانی کی اس جسم سیال کے قایم رہنے کے قابل نہیں رہتی تو وہ حالت موت سے تعبیر کی جاتی ہے اور اُس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ جسم کے معدوم ہونے یا اُس کی حالت قابل قایم رکھنے اُس جسم سیال کے معدوم ہونے کے ساتھ وہ جسم سیال بھی معدوم ہو جاتا ہے یعنی وہ روح بھی فنا ہو جاتی ہے ✦

مگر ہم کو اس میں یہ کلام ہے کہ تمام آثار جو ترکیب عناصر سے پیدا ہوتے ہیں وہ سب یکساں ہوتے ہیں مثلاً مقناطیس اُس میں بسبب عناصر کے لوہے کے جذب کی قوت پیدا ہوئی ہے تو اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی وہ اس کو جذب کرے اور کبھی جذب نہ کرے ۔یا جب ہم نے ایسے عناصر کو یا اجسام مرکبہ عناصر کو آپس میں ترکیب دیا جو برق کے مہیج ہیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی برق مہیج ہو اور کبھی نہ ہو ۔یا اجسام نباتی جب کہ وہ اپنی ٹھیک حالت میں ہیں ان سے یہ نہیں ہو سکتا کہ مادہ غذائی کو اپنی جڑوں اور ٹہنیوں اور پتوں سے جب چاہیں جذب کریں اور جب چاہیں جذب نہ کریں غرضکہ جو آثار جس جسم میں بوجہ ترکیب عناصر پیدا ہوتے ہیں وہ آثار اُس جسم سے کبھی منفک نہیں ہوتے اور اُس جسم کے اختیار میں یہ بات نہیں ہوتی کہ جب چاہے اُن آثار کو ظاہر ہونے دے اور جب چاہے اُن کو ظاہر نہ ہونے دے ✦

اس کا ثبوت زیادہ تر اُس قسم کی نباتات پر غور کرنے سے بخوبی حاصل ہوتا ہے جس کو

www.poetrymania.com©

دروازے آسمان کے	اَبْوَابُ السَّمَآءِ

جاندار نبات خیال کیا جاتا ہے۔ ایک درخت جو چھوئی موئی یا لجانی کے نام سے مشہور ہے۔ صرف چھونے سے اُس کے پتے سکڑ جاتے ہیں اور ٹہنی گر پڑتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پتے کشادہ اور ٹہنی اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ امریکا میں ایک اور درخت پایا گیا ہے جس کو مذبنہ کہتے ہیں اس کے پھول کی پنکھڑیوں پر جب مکھی یا بھنگا آکر بیٹھتا ہے تو پنکھڑیاں بند ہو جاتی ہیں اور اُس جانور کو پکڑ لیتی ہیں یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے مگر اُن سے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ اُس کو چھونے میں اور پتے نہ سکڑیں اور ٹہنی نہ گرے یا مکھی اور بھنگا اُس پھول کی پنکھڑی پر بیٹھے اور وہ اُس کو نہ پکڑ لے ٭

بعض پانی کی نباتات ایسی معلوم ہوئی ہیں جن پر شبہ حرکت ارادی کا پیدا ہوتا ہے چنانچہ ایک قسم کی نبات تمگے کی مانند ہے وہ ایک دوسرے سے ملنے کو حرکت کرتی ہے تاکہ اُن کے ملنے سے پیدائش اُن کی ہو مگر یہ کیفیت صرف قوت جاذبہ سے بھی پیدا ہوتی ہے کس پر حرکت ارادی کا اطلاق نہایت مشتبہ ہے خصوصاً جب کہ وہ پانی پر تیرتی ہیں ٭

پانی میں پیدا ہونے والی ایک اور نبات ہے جب وہ اُس نبات سے جس سے پیدا ہوتی ہے علیحدہ ہوتی ہے تو اور نبات کے پیدا کرنے پر مستعد بنتی ہے اور متحرک رہتی ہے اور جب اُس میں قوت حرکت و نمو جاتی رہتی ہے تو اُس میں سے اُسی قسم کی نبات پیدا ہوتی ہے مگر نہایت مشتبہ ہے کہ اُس کی حرکت کو حرکت ارادی تصور کیا جاوے۔ اجتماع اور ترکیب عناصر سے تحرک پیدا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا اور جب کہ وہ جسم پانی پر ہو تو اُس کا تحرک اُس کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھی لے جا سکتا ہے مگر اُس پر حرکت ارادی کا اطلاق یقینی طور پر نہیں ہو سکتا ٭

حیوان کے بعض افعال ایسے ہیں جو صرف ترکیب عناصر کا نتیجہ نہیں ہو سکتے مثلاً ارادہ اختیار کہ جس کام کو چاہے کرے اور جس کام کو چاہے نہ کرے اگر کسی کام کے کرنے کا ارادہ صرف نتیجہ ترکیب عناصر کا ہوتا تو اس کا کرنا امر طبعی ہوتا اور اس لئے اُس کا نہ کرنا امر خلاف طبع ہوتا جس کا محال ہونا بدیہی ہے۔ علاوہ اس کے حیوانات میں بہت سے ایسے انکشافات ہیں جن کا صرف ترکیب عناصر سے ہونا ناممکن ہے مثلاً حیوان کی آنکھ کا ترکیب عناصر اور ترتیب طبقات سے بنا اور اُس میں اُن چیزوں کی صورت کا جو اُس کے سامنے ہوں شعاع کے سبب منقش ہونا یقینی امر ہے مگر اُس کا اُن اشیا کو پہچاننا اور دوست و دشمن میں تمیز کرنا صرف ترکیب عناصر سے نہیں ہو سکتا۔ علاوہ اس کے خیال ایک ایسا امر ہے کہ کوئی دلیل اور کوئی ترکیب کیمیاوی کا اصول اس بات پر قایم نہیں ہو سکتا کہ صرف عناصر کی ترکیب کیمیاوی کا وہ نتیجہ ہے بلاشبہ صانع نے

www.poetrymania.com©

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ	اور نہ داخل ہونگے جنت میں

ان کاموں کے جدا جدا اعضا بنائے ہیں جو عناصر کی ترکیب کیمیاوی سے بنتے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف وہی علت تمام اُن امور کے ہیں۔ غرضکہ یہ سب امور جن کو ہم ایک مختصر لفظ تعقل سے تعبیر کرتے ہیں صرف ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہیں ہے۔ ہم عناصر میں فرداً فرداً کوئی ایسے آثار نہیں پاتے جس سے یہ امر ثابت ہو کہ عناصر میں تعقل اور اختیار ہے اور جب اُن میں یہ صفت حالت انفراد میں نہیں ہے تو حالت ترکیب میں بھی وہ صفت اُن سے پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ اختیار اور عدم اختیار دو مخالف صفتیں ہیں اور جو صفت کہ اجزا میں نہیں ہے تو اُن سے جو چیز کہ مرکب ہوئی ہے اس میں بھی نہیں ہوسکتی یعنی کوئی جنس جو غیر جنس طبیعت اجزا ہو وہ اُس شے میں جو اُن اجزا سے مرکب ہے حاصل نہیں ہوتی ✤

جب کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بہت سے افعال حیوانات کے ایسے ہیں جو صرف عناصر معلومہ کی ترکیب کا نتیجہ نہیں ہیں تو ہم کو ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حیوانات میں کوئی ایسی شے ہے جو تعقل کا باعث ہے اور اُس نتیجہ پر ہم لازمی طور پر پہنچتے ہیں اور اس لئے حیوانات میں اس شے کے ہونے کا لازمی طور پر یقین کرتے ہیں اور اُسی شے کو جو وہ ہو ہم روح کہتے ہیں ✤

اب یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے مگر اس سوال کا جواب انسان کی فطرت سے باہر ہے انسان کی فطرت صرف اس قدر ہے کہ وہ اشیا کے وجود کو ثابت کرسکتا ہے خواہ وہ اشیا محسوس ہوں یا غیر محسوس مگر اُن کی حقیقت کا جاننا اُس کی فطرت سے خارج ہے کسی شے کی بھی حقیقت انسان نہیں جانتا اُن اشیا کی بھی حقیقت نہیں جانتا جو ہردم اُس کے سامنے یا اُس کے استعمال میں ہیں مثلاً پانی انسان یہ ثابت کرسکتا ہے کہ پانی موجود ہے مگر اس کی حقیقت نہیں بتا سکتا زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اُس کے اجزا کی اگر اس میں ہوں تشریح کرسکتا ہے اور پھر اُن اجزا کی حقیقت نہیں بیان کرسکتا وہ کہہ سکتا ہے کہ پانی میں آکسیجن اور ہیڈروجن ہے جب پوچھو کہ آکسیجن اور ہیڈروجن کیا چیز ہے تو اُس کی حقیقت نہیں بتا سکتا پس جب کہ انسان اُن چیزوں کی حقیقت نہیں جان سکتا جو اس قدر عام ہیں اگر وہ روح کی ماہیت بھی بعد اس کے کہ اس کے وجود کو ثابت کرچکا ہے نہیں بیان کرسکتا تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے ✤

جو چیز کہ ہمارے تجربہ سے خارج ہے جیسے کہ روح اُس کی نسبت بجز اس کے کہ دلیل یا قیاس سے کوئی امر کہیں حسب مقتضائے فطرت انسانی اور کچھ نہیں کہہ سکتے مگر جب ہم کو اس کا وجود حیوانات میں ثابت ہوا ہے اور وہ ایسا وجود ہے کہ جس سے تمام افعال جو حیوانی افعال میں اعلےٰ ترین افعال بلکہ مخصوص بحیوانات ہیں اُسی کے سبب سے ہیں تو ہم کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ ایک شے الطف

www.poetrymania.com©

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ	یہاں تک کہ گھس جاوے اونٹ

اور جوہر قایم بالذات ہو اور اسی لئے ہم روح کو ایک جسم لطیف جوہر قایم بالذات تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہم کو یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کوئی اور جسم بطور جوہر کے موجود ہے اور روح اُس کے ساتھ قایم ہے بلکہ ہم کو صرف روح کا وجود ثابت ہوا ہے بغیر وجود کسی دوسرے وجود کے اور اس لئے لازم ہے کہ اُس کو جوہر تسلیم کیا جاوے نہ عرض ❊

مذہب اسلام نے روح کا موجود ہونا بیان کیا مگر اُس کی حقیقت بیان نہیں کی خدا تعالےٰ کے اس قول کی نسبت کہ "قل الروح من امر ربی" علما نے دو قسم کی گفتگو کی ہے بعضوں کی رائے ہے کہ حقیقت روح سے بحث کرنا جائز نہیں رکھا گیا ہے اور بعضوں کی یہ رائے ہے کہ روح کے قدیم یا حادث یعنی مخلوق ہونے کی نسبت جو مباحثہ تھا اُس کا جواب ہے۔ بہرحال اُس سے کوئی مطلب سمجھا جاوے مگر جو تفصیل کہ ہم نے اوپر بیان کی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت روح کا جاننا بلکہ ہر ایک شے کی حقیقت کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے۔ قرآن مجید تمام اُن چیزوں کی حقیقت کے بیان سے جن کا جاننا فطرت انسانی سے خارج ہے انکار کرتا ہے اسی طرح حقیقت روح کو بھی بیان نہیں کیا عام چیزوں کی نسبت کثرت استعمال و مشاہدہ کے باعث لوگوں کا خیال کمتر رجوع ہوتا ہے حالانکہ وہ اُن عام چیزوں کی حقیقت بھی کچھ نہیں جانتے اگر وہ لوگ جنہوں نے روح کی نسبت سوال کیا تھا پانی اور مٹی کی نسبت سوال کرتے تو خدا تعالےٰ یہی فرماتا کہ یسئلونک عن الماء والطین قل الماء والطین من امر ربی غرضکہ ماہیت اشیا کا جاننا انسانی فطرت سے خارج ہے ❊

جب کہ ہم روح کو ایک جوہر تسلیم کرتے ہیں تو اُس کے مادی یا غیر مادی ہونے پر بحث پیش آتی ہے۔ مگر جب کہ ہم کو اُس کی ماہیت کا جاننا ناممکن ہے تو درحقیقت یہ قرار دینا بھی کہ وہ مادی ہے یا غیر مادی ناممکن ہے دنیا میں بہت سی چیزیں موجود ہیں جو باوجود اس کے کہ وہ محسوس بھی ہوتی ہیں اور اُن کے مادی یا غیر مادی ہونے کی نسبت فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ہم ایک شیشہ کے پٹے کے ذریعہ سے الکٹرسٹی یعنی بجلی نکالتے ہیں اور وہ نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور خاص اجسام میں سرایت کر جاتی ہے انسان کے بدن سے گذر جاتی ہے۔ بعض ترکیبوں سے ایک بوتل میں یا انسان کے بدن میں محبوس ہو جاتی ہے۔ بعض خاص اجسام ایسے ہیں جن میں نفوذ نہیں کر سکتی۔ مگر اُس کی ماہیت کا اور یہ کہ وہ شے مادی ہے یا غیر مادی تصفیہ نہیں ہو سکتا طرفین کی دلیلیں شبہ سے خالی نہیں۔ یہی حال روح کے مادی یا غیر مادی قرار دینے کا ہے لیکن اگر وہ کسی قسم کے مادہ کی ہو یا ہم اُس کو کسی قسم کی مادی تسلیم کر لیں تو کوئی نقصان یا مشکل پیش نہیں آتی البتہ اُس قدر ضرور تسلیم کرنا پڑیگا کہ جن اقسام مادوں سے ہم واقف ہیں اُس کا مادہ اُن اقسام کے مادوں سے نہیں ہے کیونکہ اُن سے منفرداً یا مجموعاً اُن

www.poetrymania.com©

فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ	سوئی کے ناکے میں

افعال کا صادر ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے جو افعال کہ روح سے صادر ہوتے ہیں ۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ تمام حیوانات میں بسبب اختلاط اخلاط کے قلب میں بخار لطیف پیدا ہوتا ہے جس کو حرارت غریزی کہتے ہیں اُسی سے حیوان کی زندگی ہے جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہے حیوان زندہ رہتا ہے جب اس کا پیدا ہونا بند ہو جاتا ہے حیوان مرجاتا ہے اُس کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب کے پھول میں نمی یا کوئلے میں آگ (اس زمانہ کے موافق ٹھیک مثال یہ ہے کہ جیسے اجسام میں الکٹرسٹی) مگر یہ بخار متولدہ من الاخلاط روح نہیں ہے ۔ بلکہ یہ بخار جس کو وہ نسمہ قرار دیتے ہیں روح کا مرکب ہے اور روح کو اُس سے متعلق ہونے کے لئے مادہ ہے ۔ پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہے اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے ۔

اس دعوے کی دلیل وہ یہ لاتے ہیں کہ ہم ایک بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے اور بڈھا ہوتا ہے اور اُس کے بدن کے اخلاط اور وہ روح یعنی نسمہ جو ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے ہزاروں دفعہ بدلتے رہتے ہیں ۔ وہ بچہ چھوٹا ہوتا ہے پھر بڑا ہو جاتا ہے کبھی گورا رنگ نکلتا ہے کبھی کالا پڑ جاتا ہے ۔ جاہل ہوتا ہے پھر عالم ہو جاتا ہے اسی طرح بہت سے اوصاف بدلتے رہتے ہیں مگر وہ وہی رہتا ہے جو تھا ۔ اگر کسی شخص میں ہم اُن اوصاف کے بقا کا یقین نہ کریں تو بھی اُس شخص کے بقا کا یقین کرتے ہیں پس وہ شخص اُس کے سوا ہے ۔ اور جو چیز کہ اُس کے سبب سے یہ ہے وہ نہ وہ روح ہے یعنی نسمہ اور نہ یہ بدن ہے اور نہ تشخصات ہیں جو ابتداءً خیال میں آتے ہیں بلکہ وہ حقیقی روح ہے ۔ وہ چھوٹے کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جیسے بڑے کے ساتھ ہے ۔ کالے کے ساتھ بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ گورے کے ساتھ ہے (انتہے ملخصاً) غرضکہ جس قدر غور کی جائے حیوان میں علاوہ عناصر مرکبہ کے اور جو نتیجہ اُس ترکیب سے ہوتا ہے ایک اور شے بھی پائی جاتی ہے جس سے ارادہ اور تعقل اور ایجاد اور ترقی مراتب تعقل میں صادر ہوتی ہے اور اُسی شے کو ہم روح کہتے ہیں ۔

المسئلۃ الثانیۃ

روح الانسان وسائر الحیوانات من جنس واحد

بیشک میں اس بات کا قائل ہوں کہ انسان میں اور تمام حیوانات میں ایک ہی سی روح ہے ۔ انسان میں بسبب ترکیب اخلاط کے ایک قسم کی روح حیوانی پیدا ہوتی ہے جس کو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اور روح حقیقی جو مانحن فیہ ہے اُس سے متعلق ہوتی ہے ۔ اسی طرح تمام حیوانات میں بھی ترکیب اخلاط

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۴۸﴾	اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں گنہگاروں کو ﴿۴۸﴾

سے روح حیوانی پیدا ہوتی ہے۔ ہم حیوانات میں بھی تعقل اور ارادہ پاتے ہیں پس کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن میں بھی روح کا ہونا تسلیم نہ کریں۔ اور کوئی دلیل ہمارے پاس ایسی نہیں ہے جس سے ہم انسان کی روح کو اور جنس سے اور حیوانات کی روح کو اور جنس سے قرار دیسکیں۔ اور اس لئے ہم انسان میں اور حیوانات میں ایک ہی جنس کی روح کے ہونے کو تسلیم کرتے ہیں +

المسئلة الثالثة

لم لا يصدر من سائر الحيوانات ما يصدر من الانسان

ولم احدهما مكلف والاخر غير مكلف

جب کہ ہم نے روح کو سبب تعقل و ارادہ تسلیم کیا ہے تو اس سے ضرور لازم آتا ہے کہ روح فی نفسہ مدرک ذی ارادہ اور مصدر افعال ہے مگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ جب کہ وہ مجرد نسمہ سے اور نسمہ مجرد جسم سے ہو تب بھی اُس سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہم کسی درخت کے تخم کو خیال کریں کہ اُس میں بالقوہ ٹہنیں اور پتوں اور پھلوں کا موجود ہے مگر حالت موجودہ میں اُس سے کوئی چیز حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح روح میں تعقل اور ارادہ موجود ہے الا جب تک کہ اُس کا تعلق نسمہ سے اور نسمہ کا تعلق بدن سے نہ ہو اُس سے وہ افعال صادر نہیں ہو سکتے۔ صدور افعال کے لئے جسم کی ضرورت ہے پس اُس جسم کی جس قسم کی بناوٹ ہوگی اُسی قسم کے افعال اُس سے صادر ہونگے۔ اس کی مثال بعینہا ایسی ہے جیسے دخان اور دخانی کل۔ دخانی کل کے تمام پرزوں کو حرکت دینے والی صرف ایک چیز ہے یعنی دخان مگر جس قسم کے پُرزے بنائے گئے ہیں اُسی قسم کے افعال اُن سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی طرح گو انسان اور حیوان میں ایک جنس کی روح ہے مگر ہر ایک سے بمقتضائے اُس کی صورت نوعیہ کے افعال صادر ہوتے ہیں۔ انسان کے اعضا کی بناوٹ میں بھی ایک دوسرے سے کچھ فرق ہے اور یہی سبب ہے کہ بعض انسانوں سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو دوسرے سے صادر ہونے ممکن نہیں ہیں۔ ایک کی آواز نہایت دلکش ہے دوسرے کی نہایت مہیب نہ وہ اپنی آواز کو مہیب کر سکتا ہے اور نہ یہ اپنی آواز کو دلکش بنا سکتا ہے ایک کے دماغ کی بناوٹ علوم دقیقہ کے ایجاد کرنے کے لائق ہے

سلہ دخان کے لفظ کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں ہے بلکہ بھاپ کا استعمال زیادہ مناسب تھا مگر چونکہ عموماً دخانی کل عام لوگوں میں مشہور ہے اس لئے اسی لفظ کا استعمال کیا ہے +

www.poetrymania.com©

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ	اُن کے لئے جہنم سے بچھونا ہے

دوسرے کے دماغ کی بناوٹ عام بات کے سمجھنے کے بھی لائق نہیں۔ پس روح سے افعال مطابق بناوٹ اُس جسم کے صادر ہوتے ہیں جن سے وہ متعلق ہے اور یہی سبب ہے کہ جو کچھ انسان کرسکتا ہے وہ حیوان نہیں کرسکتے بلکہ بہت سے ایسے امر ہیں کہ ایک انسان کرسکتا ہے دوسرا انسان نہیں کرسکتا اور جو حیوان کرسکتا ہے وہ انسان نہیں کرسکتا پس یہ تفاوت اُن آلات کا ہے جن کے وسیلہ سے افعال روح کے صادر ہوتے ہیں *

ہم دیکھتے ہیں کہ حیوانات کی بناوٹ اس قسم کی ہے کہ اُس سے نہایت محدود افعال صادر ہوسکتے ہیں اور وہ بھی اکثر ایسے ہیں جو اُن کی زندگی کے لئے ضروری ہیں اور اُس تمام نوع کے ایک ہی قسم کے افعال ہوتے ہیں اور قریباً وہ سب افعال ایسے ہوتے ہیں کہ بلا تعلیم و اکتساب ان کو حاصل ہو جاتے ہیں۔ اُن سے کوئی افعال ایسے صادر نہیں ہوسکتے جن سے روح کی ترقی یا تنزل کو کچھ تعلق ہو اور اُن سے روح کو اکتساب سعادت یا شقاوت حاصل ہو اور اسی سبب وہ مکلف نہیں ہیں برخلاف انسان کے کہ اُس کی بناوٹ ایسی ہے جس سے افعال غیر محدود صادر ہوسکتے ہیں اُن میں ترقی ہوسکتی ہے اُن میں تنزل آجاتا ہے ایک انسان سے کسی قسم کے ایک سی قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں وہ علوم عقلیہ اور الٰہیہ کا انکشاف کرسکتا ہے اُس کے ادراکات اور انکشافات کی کوئی حد نہیں ہے۔ اُس سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے لئے باعث اکتساب سعادت یا شقاوت ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ وہ مکلف ہے *

المسئلة الرابعة

ان للروح اکتساب سعادة وشقاوة

یہ مسئلہ بلاشبہ نہایت دقیق مسئلہ ہے اُس کے ثبوت کے لئے عینی دلیل کا ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے مگر اُس کے لئے ایسی قیاسی دلیلیں موجود ہیں جو اس بات پر یقین دلاسکتی ہیں کہ روح سعادت یا شقاوت کا اکتساب کرتی ہے *

یہ امر تسلیم ہوچکا ہے کہ تعقل اور ارادہ روح کا خاصہ ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان اُن چیزوں کو اکتساب کرتا ہے جو اُس میں پہلے نہ تھیں۔ وہ جاہل ہوتا ہے پھر علوم کا اکتساب کرکے عالم ہو جاتا ہے وہ حقایق اشیا کو جہاں تک کہ اُن کا جاننا قانون قدرت کی رو سے ممکن ہے نہیں جانتا پھر تجربہ اور تحقیقات سے اُن کا اکتساب کرلیتا ہے۔ جب کہ وہ پیدا ہوا تھا اُس کے خیالات بالکل سادے

www.poetrymania.com©

وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ	اور اُن کے اوپر سے بالاپوش

حیوان کی مانند تھے رفتہ رفتہ وہ مختلف باتوں کو اکتساب کرتا جاتا ہے جس سوسائٹی میں وہ پرورش پاتا ہے اُس کی تمام مادی و غیر مادی عادتیں اور خیالات کو اکتساب کرلیتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بعضی دفعہ نہایت نجس اور ناپاک میلا کچیلا سؤر کی مانند زندگی اختیار کرتا ہے اور کبھی نہایت صفائی اور ستھرائی اور اُجلے پنے سے زندگی بسر کرتا ہے +

یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کبھی اُس میں نہایت سفاک اور بے رحم عادتیں ہوتی ہیں وہ خونخوار ہوتا ہے مردم آزاری کرتا ہے تمام قوائے بہیمیہ اُس پر ایسا غلبہ کرتے ہیں کہ وہ ایک حیوان درندہ بصورت انسان ہو جاتا ہے۔ کبھی اُس میں ایسی صلاحیت اور نیکی رحم اور تواضع بُردباری اور سب کے ساتھ محبت و ہمدردی پیدا ہوتی ہے کہ ایک فرشتہ بصورت انسان دکھائی دیتا ہے۔ ان تمام فضائل و رذائل کو وہی شے اکتساب کرتی ہے جس کا خاصہ تعقل و ارادہ ہے یعنی روح کیونکہ انسان کا جسم اور تمام اعضائے اندرونی تو برابر تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تعقل و ارادہ اُن اعضا کا خاصہ تھا۔ یہ ایسی واضح دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روح سعادت و شقاوت کا اکتساب کرتی ہے اور اُس کی حالت بمناسبت اُس کے جس کا اُس نے اکتساب کیا ہے تبدیل ہو جاتی ہے۔ فسعید اکتسب سعادۃ وشقی من اکتسب شقاوۃ +

المسئلة الخامسة

ان للانسان موت فما حقيقة الموت وللروح بقاء بعد مفارقة الابدان

امید ہے کہ ہم اور ہمارے اس کتاب کے پڑھنے والے ضرور ایک دن اس کی واقعی حقیقت سے واقف ہونے والے ہیں مگر اس زندگی میں جس قدر کہ موت کا حال معلوم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اخلاط کے تغیر یا کسی ایسے عضو میں نقصان پہنچنے کے سبب جس سے اُن بخارات کی تولید یا بقا کو زیادہ تعلق ہے جو ترکیب اخلاط سے پیدا ہوتے ہیں اور جن کو نسمہ سے تعبیر کیا ہے اُن کی تولید موقوف ہو جاتی ہے اور موجودہ مضمحل ہو جاتے ہیں اُس وقت انسان یا حیوان مر جاتا ہے اور روح جس کو بدن سے تعلق اُسی نسمہ کے سبب سے تھا جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے +

مگر غور طلب یہ بات ہے کہ جس قدر زمانہ تک روح کو نسمہ سے مصاحبت رہی ہے اُس سے کچھ تاثر روح میں ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو بعد مفارقت ابدان وہ تاثر اُس میں باقی رہ سکتا ہے یا نہیں۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ تمام اجسام لطیف جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک اور قسم کا جسم حاصل

www.poetrymania.com©

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾	اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں ظالموں کو ﴿۳۹﴾

کرلیتے ہیں۔ اگر کیمیاوی ترکیب پر خیال کیا جاوے تو تمام اجسام سخت سے سخت وثقیل سے ثقیل کی ترکیب صرف اجسام لطیف ہوائی سے ہے جن کو علم کیمیا میں گیاس یا بخارات سے تعبیر کیا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ روح کو نسمہ کے ساتھ ملنے سے تاثر نہ ہوا ہو اور اُس نے کوئی جسم جو اُس کے پہلے جسم سے کسی امر میں مختلف ہو حاصل نہ کیا ہو۔ اس کے تسلیم کے بعد کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ بدن سے مفارقت کرنے کے بعد پھر فی الفور روح کا وہ جسم بھی جو اُس نے نسمہ کی مصاحبت سے حاصل کیا ہے تحلیل ہو جاوے۔ نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ روح نسمہ کی مصاحبت سے ایک اور جسم لطیف حاصل کرتی ہے اور وہ جسم روح اور نسمہ سے ترکیب پایا ہوا ہوتا ہے اور بدن سے مفارقت کرنے کے بعد بھی وہ جسم علےٰ حالہٖ باقی رہتا ہے گو بعد کو روح کا کسی وقت نسمہ سے علٰحدہ ہو جانا بھی ممکن ہو کیونکہ جن اسباب سے دو جسم لطیف آپس میں بلکہ ایک نیا جسم پیدا کرتے ہیں وہ دیگر اسباب سے تحلیل بھی ہو جاتے ہیں یعنی ایک دوسرے سے علٰحدہ بھی ہو جاتے ہیں پس یہی حال روح ونسمہ کا ہوتا ہے۔ ہوا میں پھولوں کے اجزائے لطیف ملنے سے تمام ہوا خوشبودار اور غلیظ چیزوں کے اجزائے رقیق ملنے سے بدبودار ہو جاتی ہے اور پھر وہ اجزا تحلیل ہو جاتے ہیں اور ہوا علےٰ حالہٖ صاف رہ جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اجسام جو ترکیب کیمیاوی سے مرکب ہیں دیگر اسباب و تاثرات سے تحلیل ہو جاتے ہیں پس روح ونسمہ میں ترکیب کیمیاوی ہوئی ہو یا غیر کیمیاوی اُس کا تحلیل ہونا ممکن ہے +

جب روح کو ایک جسم لطیف جوہر مستقل بالذات تسلیم کیا جاوے جیسا کہ ہم نے تسلیم کیا ہے تو اُس کا فنا ہونا محالات سے ہے تمام چیزیں جو دنیا میں موجود ہیں کوئی بھی اُن میں سے معدوم نہیں ہوتی صرف تبدیل صورت ہوتی ہے پانی آگ سے یا دھوپ کی تیزی سے خشک ہو جاتا ہے مگر معدوم نہیں ہوتا صرف صورت کی تبدیل ہوتی ہے آکسیجن اور ہیڈروجن علٰحدہ علٰحدہ ہو جاتے ہیں آکسیجن ہیڈروجن میں ہیڈروجن آکسیجن میں مل جاتی ہے اور ایک ذرہ برابر بھی کوئی چیز معدوم نہیں ہوتی پس روح کے معدوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے غایت مافی الباب یہ ہے کہ جب تمام اشیا موجودہ میں تبدیل صورت ہوتی رہتی ہے تو روح میں بھی تبدیل صورت ہوتی ہوگی مگر اس کی امتناع پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ مگر اُس کے تسلیم کر لینے سے کوئی مشکل مذہب اسلام میں پیش نہیں آتی بلکہ بعض خیالات کی جو اہل اسلام میں مروج ہیں اور میری تحقیق میں اُن کی بنا کسی معتبر سند پر نہیں ہے تائید ہوتی ہے۔ غرضکہ روح کے وجود کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی اُس کے بقا کا تسلیم کرنا بھی لازم آتا ہے +

www.poetrymania.com©

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۰﴾	اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اچھے عمل کئے ہیں ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر بقدر اس کی طاقت کے۔ وہی لوگ ہیں بہشت میں جانے والے اور وہ اُس میں ہمیشہ رہینگے ﴿۴۰﴾

المسئلة السادسة

إن سلمنا البقاء للروح فما حقيقة البعث والحشر والنشر

بعث وحشر ونشر کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا چاہیے کہ قیامت کے دن کائنات کا کیا حال ہوگا اور قرآن مجید میں اُس کی نسبت کیا بیان ہوا ہے اور اُس کا مطلب کیا ہے اس لئے اولاً ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں +

قیامت

قیامت کے دن کائنات کا جو حال ہوگا وہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتوں میں مذکور ہے +

۱۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات وبرزوا لله الواحد القهار (۱۴ سورۃ ابراھیم ۴۹) +	۱۔ اُس دن بدل دی جاویگی زمین سوائے اُس زمین کے اور بدل دئے جاوینگے آسمان اور حاضر ہونگے سامنے خدائے واحد قہار کے +
۲۔ یوم تکون السماء کالمهل وتکون الجبال کالعهن (۷۰ سورۃ المعارج ۸ و ۹) +	۲۔ جس دن کہ ہوگا آسمان تیل کی تلچھٹ کی مانند اور ہووینگے پہاڑ رنگ برنگ کے اُون کی مانند +
۳۔ یوم یکون الناس کالفراش المبثوث وتکون الجبال کالعهن المنفوش۔ (۱۰۱ سورۃ القارعہ ۔ ۳ و ۴) +	۳۔ جس دن ہوجاوینگے آدمی پراگندہ ٹڈیوں کی مانند اور ہوجاوینگے پہاڑ رنگ برنگ کی دُھنی ہوئی اُون کی مانند +
۴۔ کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربك والملك صفا صفا (۸۹ سورۃ الفجر ۲۲ و ۲۳) +	۴۔ جس وقت توڑی جاویگی زمین ریزہ ریزہ اور آویگا تیرا پروردگار اور فرشتے صف کے صف +
۵۔ فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة وحملت الارض والجبال	۵۔ پھر جب پھونکا جاویگا صور میں ایک دفعہ کا پھونکنا اور اُٹھائی جاویگی زمین اور پہاڑ پھر

www.poetrymania.com©

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۱﴾

اور ہم نکال لینگے ناخوشی کو جو کچھ کہ اُن کے دل میں تھی (یعنی بہشت میں کسی کے دل میں ناخوشی نہیں رہیگی) اُن کے نیچے بہتی ہونگی نہریں، اور وہ کہینگے شکر خدا کا جس نے ہم کو اس لئے ہدایت کی اور ہم ایسے نہ تھے کہ ہدایت پاتے اگر ہم کو خدا ہدایت نہ کرتا ۔ بیشک آئے تھے پروردگار کے رسول حق ۔ اور اُن کو پکار کر کہا جاویگا کہ یہ ہے جنت تم اُس کے وارث کئے گئے ہو اُس کام کے سبب جو تم کرتے تھے ﴿۴۱﴾

فدکتا دکۃ واحدۃ فیومئذ وقعت الواقعۃ وانشقت السماء فہی یومئذ واہیہ والملک علیٰ ارجائہا ویحمل عرش ربک یومئذ ثمانیہ (۹۔ سورۃ الحاقہ ۱۴۔۱۷) +

توڑے جاوینگے ایک دفعہ کے توڑنے سے پھر اُس دن ہو پڑیگی ہونے والی (یعنی قیامت) اور پھٹ جاویگا آسمان پھر وہ اُس دن ہو جاویگا ڈھیلا اور فرشتے ہونگے اُس کے کناروں پر اور اُٹھاوینگے تیرے پروردگار کے عرش کو اپنے اُوپر اُس دن آٹھ +

۶۔ یوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مہیلا (سورۃ المزمل ۱۴)

۶۔ اُس دن کہ کانپیگی زمین اور پہاڑ اور ہوجاوینگے پہاڑ ٹیلے بھربھری ریت کے +

۷۔ یوما یجعل الولدان شیبا السماء منفطر بہ (سورۃ مزمل ۱۷ و ۱۸) +

۷۔ وہ دن کہ کردیگا لڑکوں کو بڈھا آسمان پھٹ گیا ہوگا اُس دن میں +

۸۔ ان یوم الفصل کان میقاتا یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا و فتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا (۸۔ سورۃ النباء ۱۷۔۲۰) +

۸۔ بیشک فیصلہ کے دن کا وقت مقرر ہے جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو تم آؤ گے گروہ گروہ اور کھولا جاویگا آسمان پس وہ ہو جاویگا دروازے دروازے اور چلائے جاوینگے پہاڑ پھر ہو جاوینگے چمکتی ریت کی مانند +

۹۔ اذا السماء انشقت واذنت لربہا وحقت واذا الارض مدت والقت ما فیہا وتخلت واذنت لربہا وحقت (۹۔ سورۃ انشقاق ۱۔۵) +

۹۔ جس وقت کہ آسمان پھٹ جاویگا اور کان لگائے رہیگا اپنے پروردگار کے (حکم پر) اور وہ اسی لائق ہے اور جب کہ زمین پھیلائی جاویگی اور ڈال دیگی جو کچھ اُس میں ہے اور خالی ہو جاویگی اور کان لگائے رہیگی اپنے پروردگار (کے حکم) پر اور وہ اسی لائق ہے +

www.poetrymania.com©

وَنَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

اور پکار کر کہینگے اہل بہشت اہل دوزخ کو کہ بیشک ہم نے پایا جو کچھ ہم سے ہمارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ۔ پھر کیا تم نے بھی پایا جو کچھ تم سے تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا سچ۔ وہ کہینگے ہاں، پھر ایک آواز دینے والا ان میں آواز دیگا کہ لعنت خدا کی ظالموں پر ﴿۴۴﴾

۱۰۔ فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان (۵۵۔ سورۃ الرحمٰن ۳۷) +

۱۱۔ اذا السماء انفطرت واذا الکواکب انتثرت واذا البحار فجرت واذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت واخرت (۸۲۔ سورۃ انفطار ۱-۵) +

۱۲۔ اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت واذا الجبال سیرت واذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت واذا البحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت واذا الصحف نشرت واذا السماء کشطت واذا الجحیم سعرت واذا الجنۃ ازلفت علمت نفس ما احضرت۔ (۸۱۔ سورۃ التکویر ۱-۱۴) +

۱۳۔ اذا رجت الارض رجا وبست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا (۵۶۔ سورۃ الواقعہ ۴-۶) +

۱۰۔ پھر جب پھٹ جاویگا آسمان تو ہوگا سرخ لعل رنگے ہوئے چمڑے کی مانند +

۱۱۔ جب کہ آسمان پھٹ جاویگا اور جب کہ تارے جھڑ پڑینگے اور جب کہ سمندر پھوٹ بہینگے اور جب کہ قبریں پھاڑی جاوینگی جان لیگی ہر جان جو کچھ آگے بھیجا ہے اور پیچھے چھوڑا ہے +

۱۲۔ جب کہ سورج لپیٹا جاویگا اور جب کہ تارے دھندلے ہو جاوینگے اور جب کہ پہاڑ چلائے جاوینگے اور جب کہ دس مہینے کی گابھن اونٹنی بیکار چھٹی رہیگی اور جب کہ وحشی جانور (آدمیوں کے ساتھ) اکٹھے کئے جاوینگے اور جب کہ سمندر آگ کی مانند بھڑکائے جاوینگے اور جب کہ جانیں جوڑا جوڑا کی جاوینگی اور جب کہ زندہ گاڑی ہوئی لڑکی پوچھی جاویگی کہ کس گناہ کے بدلے وہ ماری گئی اور جب کہ اعمال نامے کھولے جاوینگے اور جب کہ آسمان کی کھال کھینچی جاویگی اور جس وقت دوزخ دھکائے جاوینگے اور بہشت پاس لائے جاوینگے جان لیگی ہر جان کہ کیا حاضر لائی ہے +

۱۳۔ جب کہ ہلائی جاویگی زمین زور کے ہلانے سے اور ذرہ ذرہ کئے جاوینگے پہاڑ جیسے چھوٹے ذرہ پھر ہو جاوینگے پھیلے ہوئے غبار کی مانند +

www.poetrymania.com©

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

جو لوگوں کو روکتے تھے اللہ کے رستے سے اور اُس رستہ کو ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے، اور آخرت کے منکر تھے ﴿۴۴﴾

۱۴ - وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون - ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتاب وجیٔ بالنبیین والشہداء وقضی بینہم بالحق وھم لا یظلمون (۳۹ سورۃ زمر ۶۷-۶۹) +

۱۴ - اور نہیں قدر کی اُنہوں نے اللہ کی حق اُس کی قدر کرنے کا اور ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہونگے اُس کے داہنے ہاتھ پر پاک ہے وہ اور برتر ہے اُس سے کہ اُس کا شریک کرتے ہیں - اور پھونکا جاویگا صور میں پھر بیہوش ہو جاویگا جو آسمانوں میں ہے مگر جس کو چاہے خدا - پھر پھونکا جاویگا صور میں دوسری دفعہ یکایک وہ کھڑے ہونگے دیکھتے - اور روشن ہو جاویگی زمین اپنے پروردگار کے نور سے اور رکھی جاویگی کتاب اور حاضر کیا جاویگا پیغمبروں کو اور گواہوں کو اور فیصلہ کیا جاویگا اُن میں (یعنی لوگوں میں) ساتھ حق کے اور وہ نہ ظلم کئے جاوینگے +

۱۵ - یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم - (۴۴ - سورۃ دخان - ۹ و ۱۰) +

۱۵ - جس دن آویگا آسمان دھواں جو ڈھانک لیگا لوگوں کو یہ ہے عذاب دکھ دینے والا +

۱۶ - ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ وکل اتوہ داخرین وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب (۲۰ - سورۃ نمل ۸۹ - ۹۰) +

۱۶ - اور جس دن پھونکا جاویگا صور میں تو گھبرا جاویگا جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں مگر جس کو چاہے اللہ اور ہر ایک اُس کے سامنے آوینگے ذلیل ہو کر - اور تو دیکھیگا پہاڑوں کو (جن کو) تو سمجھتا ہے جمے ہوئے کہ وہ چلے جاتے ہیں بادل کے چلنے کی مانند +

۱۷ - یوم تمور السماء مورا وتسیر الجبال سیرا (۵۲ سورۃ الطور - ۹) +

۱۷ - جس دن کہ پھٹ جاویگا آسمان اچھی طرح کے پھٹنے سے اور چلنے لگینگے پہاڑ ایک قسم کے چلنے سے +

۱۸ - فاذا النجوم طمست

۱۸ - جب کہ تارے بے نور کئے جاوینگے تو

www.poetrymania.com©

وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِیْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ ﴿۴۴﴾	اور اُن دونوں (یعنی جنتیوں اور دوزخیوں کے) بیچ میں حجاب ہوگا (یعنی کفر پر مرنے کے سبب سے جنتیوں اور دوزخیوں میں ایک ایسی روک ہوگی کہ وہ اُن نعمتوں سے جو جنتیوں کو حاصل ہونگی کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکینگے) اور اعراف پر (یعنی معرفت کے مرتبہ پر) لوگ ہونگے جو پہچانتے ہونگے ہر ایک کو (یعنی بہشتیوں اور دوزخیوں کو) اُن کی پیشانیوں سے۔ اور پکار کر کہینگے اہل جنت کو (یعنی اُن کو جو جنت میں جانے والے ہونگے) سلام علیکم یعنی سلامتی ہو تم پر۔ (حالانکہ) وہ ابھی نہیں داخل ہوئے اُس میں (یعنی جنت میں) اور وہ امید رکھتے ہیں ﴿۴۴﴾
واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت (۷۷۔ سورۃ مرسلات ۸-۱۰) +	جب کہ آسمان پھاڑے جاوینگے اور جبکہ پہاڑ ریزہ ریزہ کئے جاوینگے +
۱۹۔ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها (۹۹۔ سورۃ الزلزلہ ۱ و ۲) +	۱۹۔ جب کہ زمین ہلائی جاویگی اپنے ہلنے سے اور نکالیگی زمین اپنے بوجھ +
۲۰۔ کل من علیها فان ویبقی وجه ربك ذوالجلال والاکرام (۵۵۔ سورۃ الرحمٰن ۲۶ و ۲۷) +	۲۰۔ جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونیوالا ہے اور باقی رہیگی ذات تیرے پروردگار بزرگی والے اور اکرام والے کی +

اب دیکھنا چاہئے کہ ان آیتوں میں نسبت کائنات موجودہ کے کیا بیان ہوا ہے +

زمین۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ۔ بدل دی جاویگی زمین سوائے اس زمین کے۔ اور یہ بیان ہے کہ زمین ریزہ ریزہ کردیجاویگی صور پھونکنے کے ساتھ زمین اُٹھائی جاویگی اور ایک دفعہ میں توڑ دیجاویگی۔ قیامت کے دن زمین کنپائی اور ہلائی جاویگی۔ قیامت میں زمین خدا کی مٹھی میں

---

۵۱ الحجاب۔ ان تموت النفس مشرکة ومنه یغفر للعبد مالم یقع الحجاب (قاموس) +

۵۲ قول الحسن قیل للحجاج ذوالحد قوله ان تربه وعلی الاعراف ای علی معرفة اهل الجنة واهل النار رجال یعرفون کل واحد من اهل الجنة واهل النار بسیماهم (تفسیر کبیر) +

www.poetrymania.com©

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾	اور جب پھیری جاوینگی اُن کی آنکھیں اہل دوزخ کی طرف (یعنی اُن کی طرف جو دوزخ میں جانیوالے ہیں) کہینگے اے پروردگار ہمارے مت کریو ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ ﴿۴۷﴾

ہوگی۔ زمین کھینچی جاویگی یا پھیلائی جاویگی۔ اور جو کچھ اُس میں ہے وہ ڈال دیگی اور خالی ہو جاویگی +

پہاڑوں۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ رنگ برنگ کی دُھنی ہوئی اون کی مانند ہو جاوینگے۔ صُور پھکنے پر پہاڑ اُٹھائے جاوینگے اور توڑ دئے جاوینگے۔ وہ ہلائے جاوینگے اور بھربھری ریت کے ٹیلے کی مانند ہو جاوینگے۔ وہ ذرہ ذرہ کئے جاوینگے اور غبار کی مانند ہو جاوینگے۔ وہ جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں بادلوں کی چال چلتے ہونگے یا ایک طرح کے چلنے سے چلتے ہونگے۔ وہ سراب یعنی چمکتے ہوئے ریت کی مانند ہو جاوینگے +

سمندر۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آگ کی مانند بھڑکائے جاوینگے۔ اپنی جگہ سے پھوٹ بہینگے +

آسمانوں۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ آسمان بدل دئے جاوینگے سوائے ان آسمانوں کے۔ وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند ہو جاوینگے۔ وہ پھٹ جاوینگے سُرخ رنگے ہوئے چمڑے کی مانند ہونگے اور ڈھیلے و سُست پڑ جاوینگے اور دروازے دروازے کی مانند ہو جاوینگے وہ خدا کے داہنے ہاتھ پر لپیٹ لئے جاوینگے۔ وہ دھوئیں کی مانند ظاہر ہونگے۔ وہ پھٹ جاوینگے اور ایک طرح کے چلنے سے چلینگے۔ اُن کی کھال کھینچی جاویگی +

سورج اور تاروں۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ۔ سورج لپیٹ لیا جاویگا تارے جھڑ جاوینگے اور ایک جگہ آیا ہے کہ تارے ٹھنڈے ہو جاوینگے بے نور ہو جاوینگے +

انسان اور نفوس۔ کی نسبت بیان ہوا ہے کہ۔ آدمی ٹڈیوں کی مانند پراگندہ ہو جاوینگے۔ رشتے بدھے ہو جاوینگے آدمی یار و میں فوج فوج آوینگے۔ وحشی جانور آدمیوں کے ساتھ اکٹھے ہو جاوینگے +

سورہ الرحمٰن میں کہا ہے کہ جو کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے اور پروردگار کی ذات باقی رہیگی +

اب غور کرنا چاہئے کہ اگلے علما نے ان آیتوں کی نسبت کیا کہا ہے اور کیا نتیجہ نکالا ہے۔

سورہ ابراہیم میں جو یہ آیا ہے کہ قیامت میں زمین اور آسمان بدل جاوینگے اُس کی نسبت تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بدلنا دو طرح پر ہو سکتا ہے ایک اس طرح کہ اُس شے کی ذات باقی رہے اور اُس کی

www.poetrymania.com©

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۸﴾

اور پکارینگے پہچان والے (دوزخ میں جانیوالے) لوگوں کو پہچانکر اُن کو اُن کی پیشانیوں سے کہینگے کہ نہ بے پرواہ کیا تم کو تمہارے جمع کئے ہونے نے جس پر کہ تم تکبر کرتے تھے ﴿۴۸﴾

صفتیں بدل جاویں۔ دوسرے اس طرح کہ اُس شے کی ذات فنا ہو جائے اور اس کی جگہ دوسری موجود ہو جائے۔ اس کے بعد تفسیر کبیر میں بموجب محاورہ عرب کے اس کی مثالیں لکھی ہیں کہ تبدل کے لفظ کا استعمال دونوں طرح پر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ایک گروہ عالموں کی یہ رائے ہے کہ اس

ففی الآیته قولان۔ الاول ان المراد تبدیل الصفة لا تبدیل الذات قال ابن عباس رضی اللہ عنهما هی تلك الارض الا انها تغیرت فی صفاتها فتسیر عن الارض جبالها وتفجر بحارها وتسوی فلا یری فیها عوج ولا امت۔ وروی ابوهریرة رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال یبدل اللہ الارض غیر الارض فیبسطها ویمدها مد الادیم العکاظی فلا تری فیها عوجا ولا امتا۔ وقوله والسموات ای تبدل السموات غیر السموات وهو کقوله علیه السلام لا یقتل مومن بکافر ولا ذو عهد فی عهده والمعنی ولا ذو عهد فی عهده بکافر وتبدیل السموات بانتثار کواکبها وانفطارها وتکویر شمسها وخسوف قمرها وکونها ابوابا وانها تارة تکون کالمهل وتارة تکون کالدهان۔ والقول الثانی ان المراد تبدیل الذات قال ابن مسعود تبدل بارض کالفضة البیضاء النقیة لم یسفك علیها دم ولم تعمل علیها خطیئة فهذا شرح القولین ومن الناس من رجح القول الاول قال لان قوله یوم تبدل الارض المراد هذه الارض وتبدل صفة مضافة الیها وعند حصول الصفة

آیت میں تبدیل سے آسمان و زمین کی صفات کا تبدیل ہو جانا مراد ہے نہ اُن کی ذات کا۔ ابن عباس نے فرمایا کہ زمین سے یہی زمین مراد ہے مگر اُس کی صفتیں تبدیل ہو جاوینگی۔ پہاڑ زمین پر سے اُڑ جاوینگے دریا پھوٹ نکلینگے۔ زمین ایسی برابر ہو جاویگی کہ کہیں اونچا نیچا نہ دکھائی دیگا۔ حضرت ابوہریرہ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ خدا زمین کو بدلدیگا اور عکاظی چمڑے کی طرح اُس کو پھیلا کر بچھا دیگا کہیں اُس میں اونچا نیچا نظر نہ آئیگا۔ خدا کا یہ قول "والسموات" اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آسمان بدل کر اور طرح کا کر دیا جاویگا جیسا کہ اس حدیث کا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے نہیں مارا جاویگا اور نہ وہ کافر جس سے عہد و پیمان ہے تہدِ پیمان کے زمانہ تک" یعنی وہ شخص بھی کافر کے بدلے نہ مارا جاویگا جس سے معاہدہ ہو چکا ہے معاہدہ کے زمانہ تک آسمانوں کا بدلنا یوں ہوگا کہ ستارے متفرق ہو کر ٹوٹ پھوٹ جائینگے آفتاب لپیٹ دیا جاویگا چاند دھندلا ہو جائیگا آسمان میں دروازے ہو جاوینگے اور وہ کبھی تو تیل کی تلچھٹ کا سا ہوگا اور کبھی سُرخ چمڑے کی مانند دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ تبدیل سے آسمان و زمین کی

www.poetrymania.com©

أَهٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ
اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ
لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ
تَحْزَنُونَ ﴿۴۷﴾

(اور بہشت میں جانے والوں کی طرف اشارہ کر کے دوزخ
میں جانے والوں سے کہینگے) کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر تم قسم
کھاتے تھے کہ خدا اُن کو ہرگز رحمت نہیں پہنچانے کا ۔ (اس
وقت خدا اُن بہشت میں جانے والوں سے کہیگا) کہ
جنت میں داخل ہو تم کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ تم غمگین
ہوگے ﴿۴۷﴾

لابد وان يكون الموصوف موجودا فلما كان الموصوف
بالتبدل هو هذه الارض وجب كون هذه
الارض باقية عند حصول ذلك التبدل و
لا يمكن ان تكون هذه الارض باقية مع
صفاتها عند حصول ذلك التبدل و الا
لامتنع حصول التبدل فوجب ان يكون
الباقي هو الذات ثبت ان هذه الاية تقتضي
كون الذات باقية والقائلون بهذا القول
هم الذين يقولون عند قيام القيامة لا يعدم
الله الذوات والاجسام وانما يعدم صفاتها
واحوالها ۔ واعلم انه لا يبعد ان يقال المراد
من تبديل الارض والسموات هو انه تعالى
يجعل الارض جهنم ويجعل السموات الجنة
والدليل عليه قوله تعالى كلا ان كتاب الابرار
لفي عليين وقوله كلا ان كتاب الفجار لفي
سجين ۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۰۰) ◆

ذات کا بدل جانا مراد ہے ۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ یہ
زمین بدلکر چمکتی ہوئی چاندی بن جاویگی جس پر کبھی
خونریزی ہوئی ہے اور نہ کبھی اُس پر گناہ کیا گیا ہے ۔
بعضوں نے قول اول کو ترجیح دی ہے وہ کہتے
ہیں کہ آیت میں اسی زمین کی نسبت تبدیلی کا لفظ
ہے اور چونکہ تبدل ایک صفت ہے تو ضرور ہے
کہ اُس کے تحقق کے وقت یہی موصوف یعنی یہی زمین
موجود ہو یہ بھی ظاہر ہے کہ تبدل کے وقت زمین
کی صفتیں تو موجود ہونے کی نہیں تو اب ذات ہی کا باقی
رہنا آیت سے لازم آیا ۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے
وہ کہتے ہیں کہ قیامت قایم ہونے کے وقت اللہ
پاک جسموں اور ذاتوں کو سرے سے معدوم نہ
کردیگا بلکہ صرف اُن کی صفتیں معدوم ہوجاوینگی ۔
ممکن ہے کہ زمین اور آسمان کے بدلنے سے یہ مراد
لی جاوے کہ زمین کو خدا دوزخ بناویگا اور آسمانوں
کو بہشت ۔ اور خدا کا یہ قول "کلا ان کتاب
الابرار لفی علیین کلا ان کتاب الفجار لفی سجین" اس مطلب کی دلیل ہے ◆

ان تمام حالات سے جو اوپر مذکور ہوئے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس دنیا
کے تمام حالات بدل جاوینگے جو چیزیں کہ اب موجود ہیں وہ معدوم نہیں ہونے کیں اُن کے
خواص و اوصاف تبدیل ہوجاوینگے ◆

شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تفہیمات میں وقعات قیامت کو وقائع جوّ سے تعبیر کیا ہے

www.poetrymania.com©

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۸﴾	اور پکار کر کہینگے اہل دوزخ اہل جنت کو کہ ڈال دو ہم پر تھوڑا سا پانی میں سے یا اُس میں سے جو خدا نے تم کو دیا ہے۔ اہل جنت کہینگے کہ خدا نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کیا ہے ﴿۴۸﴾

یعنی اُن واقعات کا جو آسمان و زمین کے درمیان میں ہوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ " تعود تلک الوقایع الی الانوار المحیطۃ فیقع ظلہا فیستعد العالم لو انفتح عظیمۃ من تابع الجو فتہلک البشر والموالید ویعود کل عنصر لمحلۃ " انتہٰے یعنی قبل قیامت مثل عالم میں فسادات ہونے اور دجال کے آنے اور حضرت عیسےٰ کے تشریف فرمانے کے بعد انوار محیطہ الٰہیہ واقعہ عظیم کے ہونے پر متوجہ ہونگے اور واقعات جو یعنی جو آسمان و زمین کے بیچ میں واقع ہوتے ہیں واقع ہونگے بشر و موالید سب مرجاوینگے اور ہر ایک عنصر اپنی جگہ پر چلا جاویگا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ نظام اُلٹ پلٹ ہو جاویگا ؛

تحقیقات جدید کی رُو سے جہاں تک معلوم ہو سکا ہے چاند کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ کسی زمانہ میں اُس میں آبادی تھی اور ہوا مثل کرہ ارض کے اُس کے محیط تھی پانی بھی اُس میں تھا۔ مگر اب محض ویران اور سوکھ کر ٹھنڈا ہو گیا ہے کوئی ذی نفس اُس میں نہیں ہے ہوا بھی اُس کی محیط نہیں ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بعض کواکب جو حقیقت میں بہت بڑے بڑے کرہ زمین سے بھی سیکڑوں حصہ بڑے تھے منتشر ہو گئے اور اور کروں میں جا ملے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ زمین کا مدار جو گرد آفتاب کے ہے چھوٹا ہوتا جاتا ہے پس یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ زمانہ ممتد کے بعد جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا اور گو وہ لاکھوں کروڑوں برس کے بعد ہو جب زمین کا مدار بہت چھوٹا ہو جاویگا تو دنیا کا کیا حال ہوگا۔ کیا سمندر نہ اُبل جاوینگے۔ کیا پہاڑ ریت کی مانند نہ ہو جاوینگے۔ کیا زمین نہ بل جاویگی۔ یہ آسمان جو ہم کو ایسا نیلا نیلا خوبصورت دکھائی دیتا ہے کیا وہ تیل کی تلچھٹ کی مانند اور کبھی سُرخ چمڑے کی مانند نظر نہ آویگا۔ کیا ستارے بے نور دکھائی دینگے۔ پس واقعہ قیامت ایک ایسا واقعہ ہے جو امور طبعی کے مطابق اس دنیا پر واقع ہوگا اور ضرور واقع ہوگا مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کب واقع ہوگا خدا تعالےٰ نے اُس طبعی واقعہ کو جا بجا اور مختلف تشبیہوں سے اس لئے بیان کیا ہے کہ بندوں کو خدا کی قدرت کاملہ پر وثوق ہو اور اس خدا لاشریک کے سوا کسی دوسری چیز کو اپنا معبود نہ بنائیں۔ دنیا میں پہاڑوں کی پرستش ہوتی تھی سمندر پوجے جاتے تھے آگ کی پرستش کی جاتی تھی چاند سورج کی پرستش ہوتی تھی۔ ستاروں کی پرستش کے لئے ہیاکل بنائی گئی تھیں اور اُن کی پرستش ہوتی تھی اس لئے خدا نے اس طبعی واقعہ کو جتلایا کہ یہ سب چیزیں ایک دن فنا یعنی متغیر ہونے والی ہیں پھر اُن میں کوئی بھی معبود ہونے کے لائق نہیں ہے پس قیامت کا ذکر جا بجا اسی غرض سے

www.poetrymania.com©

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا
وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ
يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَجْحَدُوْنَ ﴿۴۹﴾

جنہوں نے ٹھیرا لیا تھا اپنے دین کو تماشا اور کھیل اور
اُن کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے۔ پھر آج کے دن
ہم اُن کو بھلا جاوینگے جیسے کہ وہ بھول گئے تھے اپنے
ملنے کے دن کو جو یہ ہے اور جیسے کہ وہ ہماری نشانیوں
سے انکار کرتے تھے ﴿۴۹﴾

آیا ہے کہ عجائب مخلوقات خدا کی جن میں مخلوقات زمین اور آسمان اور کواکب زیادہ تر عجیب دکھائی دیتے ہیں اور جن کی پرستش انواع اقسام سے لوگوں نے اختیار کی تھی اُس کو چھوڑیں اور صرف خدا کی جو اُن سب چیزوں کا پیدا کرنے والا اور پھر فنا کرنے والا ہے پرستش اختیار کریں +

یہ قیامت جس کا اوپر ذکر ہوا یہ تو کائنات پر گذریگی مگر اصلی قیامت جو انسان پر گذریگی وہ وہ ہے جس کا ذکر سورہ قیامہ میں آیا ہے اور اُس کا خلاصہ ان دو لفظوں میں ہے کہ " من مات فقد قامت قیامتہ " خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ انسان پوچھتا ہے کہ کب ہوگا قیامت کا دن پھر (وہ

یسئل ایان یوم القیامۃ ۔ فاذا برق البصر
وخسف القمر وجمع الشمس والقمر یقول الانسان
یومئذ این المفر کلا لا وزر الی ربك یومئذ
المستقر ینبؤ الانسان یومئذ بما قدم واخر
بل الانسان علی نفسه بصیرۃ ولو القی معاذیرہ
(۵ ، سورۃ قیامہ)
وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربها ناظرۃ ووجوہ
یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بها فاقرۃ کلا اذا بلغت
التراقی وقیل من راق وظن انه الفراق والتفت
الساق بالساق الی ربك یومئذ المساق ۔
(۵ ، سورۃ قیامہ)

دن اُس وقت ہوگا) جب کہ آنکھیں پتھرا جاوینگی
چاند کالا پڑ جائیگا یعنی آنکھوں کی روشنی جاتی
رہیگی اور آنکھیں اندر بیٹھ جاوینگی چاند سورج یعنی
رات دن اکٹھے ہو جاوینگے کہ اُس کو کچھ تمیز نہ
رہیگی کہ دن ہے یا رات سب چیز دھندلی دکھائی
دیگی اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ انسان دن میں کسی
وقت مرے اُس کو شام کا وقت دکھائی دیگا۔
انسان کہیگا کہ اس دن بھاگ جانے کی کہاں جگہ
ہے ہرگز کوئی جگہ پناہ کی نہیں۔ تیرے پروردگار
ہی کے پاس اُس دن ٹھیرنے کی جگہ ہے۔ اُس
دن جان لیگا انسان کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے
اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب پہچانتا ہے گو کہ درمیان میں بہت سے عذر لا ڈالے +

اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اُس دن کتنے مُنہ تروتازہ ہونگے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے اور اُس دن کتنے مُنہ تھوتائے ہوئے ہونگے گمان کرینگے کہ اُن پر مصیبت پڑنے والی ہے۔ جس وقت کہ جان نرخرے میں پہنچتی ہے اور کہا جاتا ہے کون۔ پھر آواز نہیں نکلتی اتنا ہی کہکر جب پہچانا

www.poetrymania.com©

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور بیشک ہم نے اُن کو لادی کتاب، ہم نے اُس کو مفصل کر دیا ہے اپنے علم[له] پر ہدایت کرنے والی اور رحمت[له] والی اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۵۰﴾

ہے ـ پھر کہا جاتا ہے ـ جھاڑنے پھونکنے والا ـ پھر چُپ ہو جاتا ہے ـ اور جان لیا کہ بیشک اب جدائی ہے اور لپیٹ لیا ایک پنڈلی کو دوسری پنڈلی سے ـ اُس دن تیرے پروردگار کے پاس چلنا ہے +

یہ تمام حالت جو خدا نے بتائی انسان پر مرنے کے وقت گذرتی ہے اور اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کا دن کب ہوگا بتائی گئی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر انسان کی اصلی قیامت اُس کا مرنا ہے اور " من مات فقد قامت قیامته " بہت صحیح و سچا قول ہے ـ اگرچہ اگلے علما نے اس باب میں اختلاف کیا ہے کہ انسان کی ایسی حالت کب ہوگی بعضوں نے کہا کہ موت کے وقت بعضوں نے کہا کہ بعث کے وقت بعضوں نے کہا کہ دوزخ کو دیکھنے کے وقت مگر قرآن مجید کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیان موت کے وقت کی حالت کا ہے جس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا ـ جن عالموں نے اس حالت کو وقت موت کے حالت قرار دیا ہے اُنہوں نے خسف قمر کے لفظ سے آنکھ کی روشنی کا جاتا رہنا مراد لیا ہے تفسیر کبیر میں ہے " جو لوگ کہ آنکھ کے چوندھیانے کو

فاما من يجعل برق البصر من علامة الموت قال معنى وخسف القمر اى ذهب ضوء البصر عند الموت يقال عين خاسفة اذا فقئت حتى غابت حدقتها فى الراس واصلها من خسف الارض اذا ساخت بما عليها وقوله جمع الشمس والقمر كناية عن ذهاب الروح الى عالم الاخرة كان الاخرة كالشمس فانه يظهر فيها المغيبات وتتضح فيها المبهمات و الروح كالقمر كما ان القمر يقبل النور من الشمس فكذا الروح تقبل نور المعارف من عالم الاخرة ولا شك ان تفسير هذه الاية بعلامات القيمة اولى من تفسيرها بعلامات الموت واشد مطابقة لها ـ

موت کی علامت قرار دیتے ہیں " خسف القمر " کے معنی یہ کہتے ہیں کہ نگاہ کی روشنی جاتی رہیگی ـ عرب میں جب آنکھ پھوٹ جاوے یہاں تک کہ ڈھیلا سر میں بیٹھ جاوے تو کہتے ہیں " عین خاسفہ " یہ محاورہ خسف الارض سے نکلا ہے جس کا استعمال زمین کے دھنس جانے کے وقت ہوتا ہے ـ اور خدا کا یہ قول " جمع الشمس والقمر " روح کے عالم آخرت کی طرف چلے جانے سے کنایہ ہے گویا دوسری دنیا ایک آفتاب ہے کیونکہ اُس میں چھپی اور مبہم باتیں کھل جاوینگی اور روح گویا چاند ہے جس طرح چاند آفتاب سے روشنی پاتا ہے +

(تفسیر کبیر)

له علٰى علم اى بعلم منا (تفسیر ابن عباس) +

له قوله هدى ورحمة قال الزجاج هدى فى موضع نصب اے فصلناه هاديا و ذا رحمة (تفسیر کبیر) +

www.poetrymania.com©

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِیْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۱﴾

حقیقت کا جو وہ انتظار کرتے ہیں بجز اس (یعنی انتظار) کے (اس کے) سچے ہونے کی جس دن کہ آجائیگا اُس کا سچا ہونا کہینگے وہ لوگ جو پہلے اُس کو بھول گئے تھے بیشک آئے تھے ہمارے پروردگار کے رسول برحق، پھر کیا ہمارے لئے ہیں شفاعت کرنے والوں میں سے تاکہ ہماری شفاعت کریں یا ہم کو پھیر دیا جاوے (یعنی دنیا میں) تاکہ ہم عمل کریں بخلاف اس کے جو ہم عمل کرتے تھے بیشک اُنہوں نے نقصان کیا اپنا آپ اور کھویا گیا اُن کے پاس سے جو وہ افترا کرتے تھے ﴿۵۱﴾

اسی طرح روح بھی عالم آخرت سے معرفت کے انوار حاصل کرتی ہے اور کچھ شک نہیں کہ اس آیت کی تفسیر قیامت کی علامتوں سے کرنی اس سے کہیں بہتر ہے کہ اُس کی تفسیر موت کی علامتوں سے کی جاوے"۔

صاحب تفسیر کبیر کا یہ کہنا کہ اس آیت کی تفسیر علامات قیامت سے کرنی بہ نسبت علامات موت کے بہتر ہے کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا الفاظ کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق بالکل شاہد اس بات پر ہیں کہ اس تمام سورہ میں جو حالات مذکور ہیں وہ حالات عند الموت کے ہیں۔ جمع الشمس و القمر کی جو توضیح تفسیر کبیر میں بیان ہوئی ہے وہ بھی دور از کار ہے۔ خسف قمر یعنی آنکھوں کی روشنی جاتے اور آنکھوں کے بیٹھ جانے کے بیان کے بعد جمع الشمس والقمر کا لفظ صاف دلالت کرتا ہے اُن دونوں میں تمیز نہ رہنے کا چاند کا تعلق رات سے ہے اور سورج کا دن سے اس لئے اُن دونوں سے رات دن کا کنایہ کیا گیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت اس بات کی تمیز کہ دن ہے یا رات کچھ نہ ہوگی۔

ہمارے اس بیان سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جو واقعات کائنات پر ایک دن گذرنے والے ہیں اور جن کا بیان پہلے ہو چکا وہ نہ ہونگے بلکہ وہ اپنے وقت پر ہونگے اور جو کچھ اُن میں ہونا ہے وہ ہوگا اور اُس زمانہ کے انسان اور وحوش وطیور پر جو کچھ گذرنا ہے گذریگا اور اُس وقت جو حال روحوں کا اور ملائکہ کا ہونا ہے وہ ہوگا۔ مگر جو لوگ اس سے پہلے مر چکے ہیں اُن کے لئے قیامت اُسی وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ وہ مرے۔

www.poetrymania.com©

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ	بیشک تمہارا پروردگار وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو

حشر اجساد

حشر اجساد کی نسبت جیسا کہ شرح مواقف میں لکھا ہے پانچ مذہب ہیں +

اعلم ان الاقوال الممکنة فی مسئلة المعاد لا تزید عن خمسة (الاول) ثبوت المعاد الجسمانی فقط وهو قول اکثر المتکلمین النافین للنفس الناطقة (والثانی) ثبوت المعاد الروحانی فقط وهو قول الفلاسفة الالهیین (والثالث) ثبوتهما معًا وهو قول کثیر من المحققین کالحلیمی والغزالی والراغب وابو زید الدبوسی ومعمر من قدماء المعتزلة وجمهور متأخری الامامیة وکثیر من الصوفیة فانهم قالوا الانسان بالحقیقة هو النفس الناطقة وهی المکلف والمطیع والعاصی والمثاب والمعاقب والبدن یجری منها مجری الالة والنفس باقیة بعد فساد البدن فاذا اراد الله حشر الخلائق خلق لکل واحد من الارواح بدنا یتعلق به ویتصرف فیه کما کان فی الدنیا (الرابع) عدم ثبوت شیء منهما وهذا قول القدماء من الفلاسفة الطبیعیین (والخامس) التوقف فی هذه وهو المنقول عن جالینوس فانه قال لم یتبین لی ان النفس هل هی المزاج فینعدم عند الموت فیستحیل اعادتها او هی جوهر باق بعد فساد البنیة فیمکن المعاد (شرح مواقف)

معاد کے مسئلہ میں جو اقوال کیے جا سکتے ہیں وہ صرف پانچ ہیں + (۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ اکثر ان متکلمین کا مذہب ہے جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہیں (۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفہ الہیین کا ہے (۳) دونوں کا ثبوت، اور یہی اکثر محققوں کا مذہب ہے مثلاً حلیمی۔ غزالی۔ راغب۔ ابو زید الدبوسی۔ معمر (جو قدیم معتزلیوں میں سے ہے) اور عمومًا متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیوں کا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان حقیقت میں صرف نفس ناطقہ کا نام ہے وہی مکلف ہے وہی عاصی اور مطیع ہے اسی پر ثواب عذاب ہوتا ہے اور بدن تو بجائے ایک آلہ کے کام دیتا ہے جسم خراب ہو جاتا ہے پھر بھی نفس باقی رہتا ہے پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اٹھانا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک مخصوص جسم بنا دیگا جس سے روح کا تعلق ویسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا (۴) ان دونوں میں سے کسی کا ثبوت نہیں فلاسفہ طبیعیین میں سے قدما کا یہی مذہب ہے (۵) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اس کا قول ہے کہ مجھ کو یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفس آیا مزاج ہے تو موت کے وقت معدوم ہو جاویگا تو اس کا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے جو بدن کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے اس حالت میں معاد بھی ممکن ہوگی +

www.poetrymania.com©

فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ	چھ دن میں پھر قایم ہوا عرش پر

میرے نزدیک قول ثالث جو مذہب اکثر محققین کا ہے صحیح ہے صرف اس قدر اختلاف ہے کہ میں اُن بزرگوں کی اس رائے کو کہ جب خدا تعالےٰ حشر کرنا چاہیگا تو ہر ایک روح کے لئے ایک جسم پیدا کر دیگا جس سے وہ روح متعلق ہو جاویگی تسلیم نہیں کرتا میرے نزدیک یہ بات ہے کہ روح نسمہ سے جب نکلجاتی ہے تو خود ایک جسم پیدا کرلیتی ہے اور جب انسان مرتا ہے اور روح اُس سے علحدہ ہوتی ہے تو خود ایک جسم رکھتی ہے۔ جیسے کہ مسئلہ خامسہ میں ہم نے بیان کیا ہے پس حشر میں کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ پہلی ہی زندگی کا تتمہ ہے شاہ ولی اللہ صاحب کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ اُنہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے +

ان حشر الاجساد واعادۃ الارواح الیہا لیست حیاۃ مستانفۃ انما ہی تتمۃ النشاۃ المتقدمۃ بمنزلۃ التخمۃ لکثرۃ الاکل کیف ولولا ذلک لکانوا غیرالاولین ولما اخذوا بما فعلوا ۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۶)

جسموں کا اُٹھنا اور روحوں کا اُن میں پھر آنا یہ کوئی نئی زندگی نہیں ہے بلکہ اُسی پہلی زندگی کا تتمہ ہے جس طرح زیادہ کھا جانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے اگر ایسا نہ ہو تو لازم آوے کہ یہ کوئی دوسری خلقت ہو اور اُن لوگوں کے کئے کا (یعنی جو دنیا میں تھے) کچھ بدلا ہی نہ ہو +

قرآن مجید سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے بشرطیکہ تمام آیات ماسبق و ما لحق پر بامعان نظر ایک مجموعی حالت سے غور کیا جاوے نہ فرداً فرداً اور ایک مضمون کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ۔ اول یہ بات قابل غور ہے کہ کونسے عقیدہ کے رد کرنے کے لئے قرآن مجید میں آیات حشر و نشر وارد ہوئی ہیں ۔ خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ روح کوئی چیز نہیں ہے انسان پیدا ہوتا ہے اور پھر مرکر نسیاً منسیاً ہو جاتا ہے ہوا ہوا میں مٹی مٹی میں ملجاتی ہے اور کچھ نہیں رہتا اُس عقیدہ کی تردید کے لئے آیات حشر و نشر نازل ہوئی ہیں چنانچہ خدا تعالےٰ نے

وقالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیی وما یہلکنا الا الدہر وما لہم بذلک من علم ان ہم الا یظنون واذا تتلی علیہم اٰیاتنا بینات ما کان حجتہم الا ان قالوا ائتوا بآبائنا ان کنتم صادقین (۴۵ سورۃ جاثیہ ۲۳ - ۲۴) +

سورہ جاثیہ میں اُن لوگوں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری دنیا کی یہ زندگی کیا ہے ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور ہم کو زمانہ ہی مارتا ہے نہ اور کوئی ۔ خدا نے کہا کہ اُن کو اُس کا علم نہیں ہے وہ صرف ایسا گمان کرتے ہیں اور جب اُن پر ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو اُن کی حجت بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لے آؤ اگر تم سچے ہو +

اسی کی مانند سورہ انعام میں بھی خدا تعالےٰ نے اُن کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ

www.poetrymania.com©

یُغۡشِی الَّیۡلَ النَّھَارَ	ڈھانک دیتا ہے دن رات کو

وقالوا ان ھی الاحیاتنا وما نحن بمبعوثین ۔
ولو تری اذ وقفوا علی ربھم قال الیس ھذا بالحق
قالوا بلی وربنا (۱ سورۂ انعام ۳۰ و ۳۱) +

کیا ہے صرف دنیا کی زندگی ہے اور ہم پھر اُٹھنے والے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تو دیکھیگا اُن کو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو خدا اُن سے کہیگا کہ کیا یہ سچ نہیں ہے اُس وقت وہ کہینگے کہ ہاں قسم ہمارے پروردگار کی یہ سچ ہے +

سورۂ صافات میں ہے کہ وہ لوگ کہینگے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاوینگے

ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ائنا لمدینون ۔
(۱ سورۂ صافات ۵۱)

کیا بدلا دئے جاوینگے یعنی اعمال کی سزا و جزا ہم کیجاویگی پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اُن لوگوں کو موت کے بعد جزا و سزا ہونے سے استبعاد تھا اور اس استبعاد کا سبب بجز روح کے اور کچھ نہیں ہوسکتا اور اس سے بخوبی روشن ہوتا ہے کہ اس مباحثہ کا موضوع درحقیقت اس جسم کا جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں دوبارہ جِلا بنکر اُٹھنے کا تھا ہی نہیں بلکہ جزا و سزا کا بعد موت ہونا موضوع تھا ۔ اور یہی سبب ہے کہ ہم ان تمام آیتوں کا مقصود جسم کے دوبارہ موجود ہونے سے کچھ تعلق ہی نہیں سمجھتے +

اب اس بات کو ذہن میں رکھ کر آیات حشر اور اسکے تردید عقیدہ عدم یقین روح کے نازل ہوئی ہیں قرآن مجید پر غور کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہے کہ موضوع اُس بحث کا اس جسم کے جو ہم اس دنیا میں رکھتے ہیں دوبارہ اٹھنے کا ہے ہی نہیں اور نہ قرآن مجید میں اس جسم کے دوبارہ اُٹھنے کا ذکر ہے ۔ جب کہ وہ لوگ روح کے قائل نہ تھے تو ثواب و عقاب کا حال سُنکر اُن کو تعجب ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب آدمی مرگیا تو گل سڑ کر معدوم ہوگیا ثواب و عذاب کیسا اور کس پر اور متعجب ہو کر کہتے تھے کہ کیا ہم پھر زندہ ہونگے کیا یہ گلی ہوئی ہڈیاں پھر جی اُٹھینگی کیونکہ وہ لوگ بغیر اس دنیا کی زندگی اور بدون اس جسم کے جو دنیا میں تھا انسان کا موجود ہونا جس پر عذاب ہو یا ثواب ملے نہیں سمجھتے تھے ۔ خدا نے متعدد طرح سے اس کو سمجھایا اور حشر کے ہونے پر یقین دلایا اور اُس پر اپنے قادر ہونے کو متعدد مثالوں سے بتایا مگر کہیں نہیں کہا کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے پھر اُٹھیگا اور اُسی جسم میں پھر جان ڈالی جاویگی +

شاہ ولی اللہ صاحب اس جسم کے جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنے کے قائل نہیں ہیں چنانچہ

نعتوم (ای بعد وقوع الواقعات) النفس متمثلۃ
وھی شدیدۃ ما بالجسد وبقیت عجب ذنبہا
ای الاثر الذی بہ تعرف انہ بدن فلان فیلحق
بالجسد وھی جنس اخرھا بینۃ ولاکن لم یبق
عجب ذنبہا فینفخ فی جسد من الارض باعتدال

اُنہوں نے تفہیمات الٰہیہ میں بعد بیان واقعات قیامت کے لکھا ہے کہ اُس کے بعد نفوس جو مرگئے ہیں یعنی جو صاحب نفوس کہ مرگئے ہیں اُن کے نفوس کھڑے ہوجاوینگے اور اُن کا تعلق جسم سے تو ی تر ہوجاویگا اور ریڑھ کی ہڈی باقی رہ جاویگی یعنی

www.poetrymania.com©

يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا	بلاتا ہے اُس کو جلد جلد

هناك - وحشر آخر يوجب عند هيجان الارواح واستقلالها تجسد بجسد مثالي كالملائكة والشياطين - فلا يكون تلك الحياة مبتدأة بل تكميل ما فيها مجازاة فيتصعد تلك الاجساد الى هيئة نسمية وتدخل في حوادث الحشر (تفهيمات الٰهيه صفحه ۳۸۸) ۔

ایک ایسا نشان جس سے پہچانا جاوے کہ فلاں شخص کا بدن ہے پھر وہ بدن سے ملجاوینگی - ایک اَور قسم کی روحیں آوینگی جو حیران ہونگی کہ اُن کی ریزہ کی ہڈی کا نشان ہی باقی نہ رہا ہوگا تو وہ ایک ایسی زمین میں پھونکی جاوینگی جس سے اُن کو کچھ مناسبت ہوگی - ایک اَور قسم کی روحیں آوینگی جن کو روحوں کے برانگیختہ ہونے اور صور کے پھونکنے کے وقت ایک مثالی جسم اختیار کرنا ہوگا فرشتوں اور شیاطین کے جسم مثالی کی مانند - تو یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہ ہوگی بلکہ اُسی کی تکمیل کے لئے ہوگی جو اُن میں بطور بدلہ دینے کے - پھر یہ جسم ایک ہیئت نسمیہ میں اوپر کو چڑھینگے اور حشر کے واقعات میں داخل ہونگے ۔

اس مقام پر شاہ ولی اللہ صاحب نے تین قسم کی روحیں ٹھیرائی ہیں اور اُن کے لئے متعدد قسم کے جسم قرار دئے ہیں مگر اس جسد کا جو دنیا میں قبل موت تھا اُس کا دوبارہ اُٹھنا اور اُس میں روح کا آنا بیان نہیں کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی اس جسم کے جو دنیا میں ہے اُٹھنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ اُنہوں نے بھی اُسی قول ثالث کو اختیار کیا ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے ۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے سوا اور مفسرین نے بھی اس قول کی تائید کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں سورۃ قیامہ

قوله - ايحسب الانسان الن نجمع عظامه - وتقريره ان الانسان هو هذا البدن فاذا مات تفرقت اجزاء البدن واختلطت تلك الاجزاء بسائر اجزاء التراب وتفرقت في مشارق الارض ومغاربها فكان تميزها بعد ذلك من غيرها محالا فكان البعث محالا - واعلم ان هذه الشبهة ساقطة من وجهين - الاول - لا نسلم ان الانسان هو هذا البدن فلم لا يجوز ان يقال انه شئ مدبر هذا البدن فاذا فسد هذا البدن بقي هو حيا كما كان حينئذ يكون الله تعالى قادرا على ان يرد اليه بدنا ثانيا وارد وعلى هذا القول يسقط السؤال وفي الاية اشارة الى هذا لانه اقسم بالنفس اللوامة ثم قال ايحسب الانسان الن نجمع عظامه وهو تصريح بالفرق بين النفس والبدن -
(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

کی تفسیر میں یہ تقریر لکھی ہے کہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ انسان تو یہی موجود بدن ہے پھر جب انسان مر گیا تو بدن کے اجزا متفرق ہو گئے اور مٹی میں ملکر مشرق سے مغرب تک اور مغرب سے مشرق تک پھیل گئی اب ان اجزا کا دوسری مٹی کے اجزا سے ممتاز ہونا ناممکن ہے تو قیامت بھی ناممکن ہوگی تو یہ اعتراض دو طور سے مندفع ہوتا ہے (۱) ہم کو یہ تسلیم نہیں کہ انسان اس بدن کا نام ہے ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی چیز ہو جو اس بدن کی مدبر ہو اور جب بدن خراب ہو جاوے تو وہ اپنی حالت پر زندہ رہے اب خدا کو اس بات پر قدرت ہے کہ اُس کو کوئی اور بدن دیدے چنانچہ اس آیت میں بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ خدا نے پہلے تو نفس لوامہ کی قسم کھائی پھر فرمایا کہ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہ اکٹھی کرینگے۔

www.poetrymania.com©

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ	اور (پیدا کیا) سورج کو اور چاند کو اور ستاروں کو

اس سے صاف پیدا ہوتا ہے کہ نفس اور بدن دو چیزیں ہیں +

اب ہم یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے بھی اس موجودہ جسم کا دوبارہ اُٹھنا نہیں پایا جاتا بلکہ ایک اور قسم کے جسم کا ہونا ثابت ہوتا ہے خدا نے سورہ واقعہ میں فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا پھر کیوں نہیں تم مانتے۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو جو کچھ تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے مقدر کی ہے تم میں موت اور ہم اس بات سے پیچھے نہیں رہے یعنی عاجز نہیں ہیں کہ ہم بدل دیں اوصاف تمہارے اور ہم تم کو پیدا کریں اُس صفت میں جس کو تم نہیں جانتے +

نحن خلقناكم فلولا تصدقون افرأيتم ما تمنون ءانتم تخلقونه ام نحن الخالقون۔ نحن قدرنا بينكم الموت وما نحن بمسبوقين على ان نبدل امثالكم وننشئكم في ما لا تعلمون۔
(۵۶ سورۂ واقعہ ۵۷ - ۶۱)

اس آیت میں لفظ امثال کا جمع ہے لفظ مثل بفتح المیم والثاء کی اور تمام آیات ماسبق و لاحق سے جو اس سورۃ میں ہیں صاف ظاہر ہے کہ حالات حشر اس میں مذکور ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے موت کو تم میں مقدر کیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ جو اس زندگی میں تمہارے اوصاف ہیں اُن کو بدل دیں اور پیدا کریں ایسے اوصاف میں جن کو تم نہیں جانتے۔ لفظ پیدا کرنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ موجودہ اوصاف کے معدوم ہونے کے بعد پیدا کرنا مراد ہے۔ جو لوگ روح کے قائل نہیں تھے اور وہی لوگ حیات بعد الموت کے قائل نہ تھے اور وہی لوگ ان آیتوں میں مخاطب ہیں اسی بدن کو جو انسان دنیا میں رکھتا ہے انسان کے اوصاف سمجھتے تھے۔ طویل القامت بادی البشرہ عریض الاظفار ماشی علی قدمیہ وغیرہ ذلک۔ اب خدا نے فرمایا کہ ان اوصاف یعنی اس جسم کے فنا ہونے کے بعد ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ان اوصاف کو بدل کر تم کو اور اوصاف میں یعنی دوسری قسم کے جسم میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کریں۔ پس آیت صاف دلیل اس بات کی ہے کہ حیات بعد الموت میں روح کے لئے یہ جسم جو دنیا میں ہے نہ ہوگا بلکہ ایک اور قسم کا جسم ہوگا +

یہ وہ حقایق ہیں جو نہ حکمت یونان میں پائے جاتے ہیں اور نہ فلسفہ و علم کلام میں بلکہ یہ انوار ہیں مشکوٰۃ نبوت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے جو بلاواسطہ سفینہ سینہ منور محمدی سے سینہ احمدی میں پہنچے ہیں۔ گو کہ نابلدان کو چہ حقیقت ان انوار محمدی کو نعوذ باللہ کفر و زندقہ سے تعبیر کریں +

وما تلك الا شقشقة هدرت فجاشت النفس بما هجس لها ثم قرت مع ان لكل جواد كبوة ولكل سيف نبوة +

www.poetrymania.com©

مسخرات بامرہٖ	جو تابعدار کئے گئے اُس کے حکم کے ساتھ

لمؤلفہ

فلاطوں طفلکے باشد بہ یونانے کہ من دارم — مسیحا رشک میدارد بدرمانے کہ من دارم
زکفر من چہ میخواہی ز ایمانم چہ مے پُرسی — ہماں یک جلوۂ عشق است ایمانے کہ من دارم
خدا دارم دلے بریاں زعشق مصطفےٰ دارم — ندارد ہیچ کافر ساز و سامانے کہ من دارم
زجبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمیخواہم — ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم
فلک یک مطلع خورشید دارد با ہمہ شوکت — ہزاراں ایں چنیں دارد گریبانے کہ من دارم
زبان تابہ ایماں سنگ ہا دار درہ واعظ — ندارد ہیچ واعظ ہمچو برہانے کہ من دارم

اب ہم قرآن مجید کی ان آیتوں کو جو اس مضمون سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ جب بامعان نظر اُن کو دیکھا جاوے اور منکرین روح کے عقاید کو بھی مدنظر رکھا جاوے تو اُن سے اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا اور وہ آیتیں یہ ہیں ✦

خدا نے سورہ نوح میں فرمایا کہ خدا نے اُگایا تم کو زمین سے ایک قسم کا اُگانا پھر تم کو پھر لیجاویگا

۱- واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا ویخرجکم اخراجا۔ (۱) سورہ نوح ۱۶ و ۱۷) ✦	اُس میں اور نکالیگا تم کو ایک طرح کا نکالنا اُن زمین سے مثل نباتات کے نہیں اُگا - اسی طرح

دمثل نباتات کے دوبارہ زمین سے نکلیگا پس یہ صفت تشبیہ معدوم ہونے کے بعد پھر پیدا ہونے کی ہے نہ اس بات کی کہ انسان بعد مرنے کے مثل نباتات کے پھر زمین سے نکلینگے ویخرجکم اخراجا میں لفظ منہا کے ترک ہونے سے یعنی ویخرجکم منہا اخراجا نہ کہنے سے اس مطلب کو جو ہم نے بیان کیا اور زیادہ تقویت ہوتی ہے ✦

خدا تعالےٰ نے سورہ اعراف میں اس طرح پر بیان فرمایا ہے کہ وہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں

۲- ھوالذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذالک نخرج الموتی لعلکم تذکرون -	کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت کے آنے کی یہاں تک کہ جب اُٹھاتی ہیں بوجھل بادل تو ہانکتے ہیں اُن کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کو پھر اُس سے
(۱- سورۃ اعراف - ۵۵)	برساتے ہیں پانی پھر ہم اُس سے نکالتے ہیں ہر طرح

کے میوے اسی طرح ہم نکالینگے مردوں کو۔ ادنے تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں بھی صرف بعد معدوم ہونے کے پھر موجود ہونے کا بیان ہے اس سے زیادہ اور کسی چیز کا بیان نہیں اور اس مطلب کو سورہ ملائکہ کی آیت جو ابھی ہم لکھتے ہیں زیادہ صاف کر دیتی ہے ✦

www.poetrymania.com©

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ | جان لو کہ اُسی کے لئے پیدا کرنا ہے اور حکم کرنا

خدا تعالیٰ نے سورہ ملائکہ میں فرمایا ہے

۳۔ والله الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناه الی بلد میت فاحیینا به الارض بعد موتها کذلک النشور۔ (۳۵ سورۂ ملائکہ ۱۰) +

اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ہے ہواؤں کو پھر اٹھاتی ہیں بادلوں کو پھر ہم اُس کو ہانک لیجاتے ہیں مرے ہوئے شہر کی طرف پھر اُس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اُس کے مر جانے کے بعد اسی طرح مردوں کا زندہ ہونا ہے۔

فی القاموس۔ النشر۔ احیاء المیتة کالنشور والانتشار۔ اس آیت میں نخرج کا لفظ استعمال نہیں ہؤا بلکہ نشر کا لفظ استعمال ہؤا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف مردوں کے پھر موجود ہونے کی تشبیہ ہے نہ اُس جسم کی جو دنیا میں موجود تھا قبر میں سے نکلنے کی +

ظاہر میں سورہ طٰہٰ کی آیت اس امر کی جو ہم نے بیان کیا مخالف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس میں

۴۔ منها خلقناکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخری۔ (۲۰ طٰہٰ ۵۷) +

لفظ منہا کا بھی موجود ہے جو سورہ اعراف کی آیت میں نہ تھا مگر ہرگز وہ آیت مخالف نہیں ہے۔

سورہ طٰہٰ میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اُسی میں پھر لیجاوینگے اور اُسی سے تم کو دوسری دفعہ نکالینگے۔ انسانوں کو خدا نے زمین میں سے پیدا کیا ماں کے پیٹ سے پیدا کیا ہے پس اُس کا زمین سے پیدا کرنا مجازاً بادنیٰ ملابست بولا گیا ہے اسی طرح اُس کے مقابلہ میں زمین سے دوسری دفعہ نکلنا بھی مجازاً بادنیٰ ملابست بولا ہے پس اس سے یہ مطلب کہ یہی جسم جو دنیا میں موجود تھا پھر دوبارہ زمین سے نکلیگا ثابت نہیں ہوتا +

ایک اور آیت بھی ہے جس کی تحقیق اسی مقام سے مناسب ہے اور وہ سورہ ق کی آیت ہے

۵۔ واستمع یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحة بالحق ذلک یوم الخروج۔ انا نحن نحیی ونمیت والینا المصیر یوم تشقق الارض عنهم سراعا ذلک حشر علینا یسیر۔ (۵۰ سورۂ ق ۳۸-۴۲) +

خدا تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ سن ایک دن پکاریگا پکارنے والا پاس کے مقام سے۔ ایک دن سنینگے زور کی آواز یہ ہے دن نکلنے کا یعنی اپنی اپنی جگہ سے روحوں کے معہ اُن اجسام کے جو مفارقت بدن کے وقت اُن کو حاصل ہوئی تھی نکلنے کا اور ایک جگہ جمع ہونے کا نہ یہ کہ اُن اجسام کا جو دنیا میں موجود تھے دوبارہ پتلا بنکر نکلنے کا۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ بیشک ہم زندہ کرتے ہیں اور ہم مار ڈالتے ہیں اور ہماری طرف پھر آنا ہے جلدی کرتے ہوئے اُس دن کہ پھٹ جاویگی اُن سے زمین یہ اکٹھا کرنا ہم پر آسان ہے۔ اس جملہ سے یہ سمجھنا کہ زمین کا پھٹنا مردوں کے جسم کے نکلنے کا باعث ہو گا محض غلط خیال ہے بلکہ یوم تشقق الارض سے یوم قیامت مراد ہے۔ اور متعدد آیتوں میں یہ مضمون اسی مراد سے آیا ہے نتیجہ یہ ہے کہ قیامت کے

www.poetrymania.com©

برکت والا ہے اللہ پروردگار عالموں کا (۵۴)	تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۴)

دن سب روحیں اکھٹی ہونگی اس آیت کو اُن جسموں کے جو دنیا میں تھے دوبارہ اُٹھنے سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ✦

خدا تعالےٰ نے سورہ نازعات میں فرمایا ہے کہ۔ کہتے ہیں کہ کیا ہم لوٹنے جاوینگے اُلٹے قدموں۔

یقولون ائنا لمردودون فی الحافرۃ ءاذا کنا عظاما نخرۃ قالوا تلک اذا کرۃ خاسرۃ فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذا ھم بالساھرۃ۔

(۷۹۔ سورۃ النازعات ۱۰۔۱۴)

کیا جب ہوگئے ہم ہڈیاں گلی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ یہ (لوٹنا) اس وقت پھر آتا ہے نقصان کا۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ ایک سخت آواز ہے پھر یکایک وہ ایک میدان میں ہونگے جس میں نیند نہ آتی ہو۔ منکرین حشر کے جو یہ الفاظ ءاذا کنا عظاما نخرۃ۔ اس آیت میں اور مثل اُس کے اور آیتوں میں آئے ہیں جیسے کہ۔ ءاذا کنا ترابا وعظاما۔ اور من یحیی العظام وھی رمیم۔ اور ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون۔ یہ اُن کے اقوال اُسی خیال پر مبنی ہیں کہ وہ انسان کو بجز اس جسم موجودہ کے اور کچھ نہیں جانتے تھے یعنی روح کے وجود کے قائل نہ تھے اور اسی سبب وہ تعجب کرتے تھے کہ اس جسم کے گلجانے اور معدوم ہوجانے کے بعد پھر کیونکر وہ اُٹھیگا اور اسی استبعاد کے سبب وہ اس قسم کے شبہات کرتے تھے۔ روح کی حقیقت وہ نہیں سمجھ سکتے تھے بلکہ اُس کی ماہیت مثل دیگر اشیا کی ماہیت کے انسان کی سمجھ سے خارج تھی اور خدا تعالےٰ نے طرح طرح سے اُن کے استبعاد کو دُور کرتا تھا اور حشر کے ہونے پر یقین دلاتا تھا کبھی تمثیل میں اور کبھی اپنے قادر مطلق ہونے میں پس ان الفاظ سے جو منکرین روح استبعاد رکھتے تھے اور اُن کے جواب تمثیل یا اُس کے مقابلہ میں اظہار قدرت کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُسی جسم کا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے اور جس کا گلجانا اور معدوم ہوجانا کہتے تھے اُسی جسم کو خدا پھر اُٹھاویگا ✦

سورہ مومن۔ سورہ صافات۔ سورہ واقعہ میں بالفاظ متحدہ خدا تعالےٰ نے یہ فرمایا ہے کہتے ہیں

قالوا ءاذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون۔

(انتہی)

وکانوا یقولون ائذا متنا وکنا ترابا وعظاما ءانا لمبعوثون او اباؤنا الاولون قل ان الاولین والاخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم۔

(۵۶۔ سورۃ واقعہ ۴۷۔۵۰)

کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور ہم ہوجاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم اُٹھائے جاوینگے۔ اور سورہ واقعہ میں خدا نے فرمایا اور وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجاوینگے اور ہوجاوینگے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم پھر اُٹھائے جاوینگے کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اُٹھائے جاوینگے) کہدے کہ بیشک اگلے اور پچھلے ضرور اکٹھے کئے جاوینگے وقت دانستہ میں۔ اس آیت میں سوال تھا کہ کیا ہم اور ہمارے باپ دادا اُٹھائے جاوینگے اُس کا جواب یہ ملا کہ بیشک اکٹھے کئے جاوینگے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں بعث کا لفظ آیا ہے اُس سے

www.poetrymania.com©

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً	پکارو اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر چھپا کر

جمع کرنا مراد ہے نہ اس جسم کو جو ہم دنیا میں رکھتے ہیں بعد معدوم ہو جانے کے پھر پُتلا بنا کر اُٹھانا۔ بعث کا اطلاق بشر پر ان معنوں میں آتا ہے جب کہ اُن کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا جاتا ہے پس اس آیت میں خود خدا نے بعث کے معنوں کی تشریح کر دی ہے اور اس لئے اُس کے کوئی دوسرے معنی نہیں لئے جا سکتے ✦

سورہ حج میں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

وتری الارض هامدة فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت و ربت وانبتت من کل زوج بهیج ذلك بان الله هو الحق وانه یحی الموتی وانه علےٰ کل شئ قدیر وان الساعة اتیة لاریب فیها و ان الله یبعث من فی القبور۔

(۲۲۔ سورۃ الحج ۵ و ۶ و ۷) ✦

اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہو گئی پھر جب ہم برساتے ہیں اُس پر پانی تو پھولتی ہے اور بڑھتی ہے اور اُگاتی ہے ہر قسم کی خوش آیند چیزیں۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ وہی برحق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہے مردوں کو اور یہ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اُٹھاوے گا اُن کو جو قبروں میں ہیں ✦

اور سورہ یٰسین میں فرمایا ہے۔

ونفخ فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ینسلون۔ قالو یاویلنا من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ان کانت الا صیحة واحدة فاذا هم جمیع لدینا محضرون۔

(۳۶۔ یٰسین ۵۱ ۔ ۵۳)

پھونکا جاوے گا صور میں پس یکایک وہ قبروں میں سے اپنے پروردگار کے پاس دوڑینگے کہینگے اے وائے ہم پر کس نے اُٹھایا ہم کو ہمارے مرقد سے یہ وہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا خدا نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے یہ نہیں تھا مگر ایک تند آواز ہیں پھر دفعۃً وہ سب ہمارے پاس حاضر ہونے والے ہیں ✦

اگرچہ ان آیتوں میں خدا تعالےٰ نے اُن لوگوں کا قبروں میں سے اُٹھنا اُن کو جو بعث کے بسبب تیقین کرنے روح کے منکر محض تھے زیادہ تر یقین دلانے کو بالفاظ ”من فی القبور“ اور ”من الاجداث“ کے بیان فرمایا ہے۔ یعنی جن کو تم قبروں میں گڑا ہوا اور گلا سڑا خاک میں ملا ہوا سمجھتے ہو وہی قبروں میں سے اُٹھینگے۔ مگر درحقیقت مقصود اور موضوع کلام کا یہ نہیں ہے کہ وہ کہاں سے اُٹھینگے کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جو قبروں میں نہیں ہیں آگ میں جلا دئے گئے ہیں جانور کھا گئے ہیں بلکہ مقصود مردوں کا یعنی جن کو ہم مرا ہوا سمجھتے ہیں اور جن پر مردے کا اطلاق ہوتا ہے قیامت میں اُن کا موجود ہونا ہے لیکن اگر ہم کچھ غور نہ کریں اور یہی سمجھیں کہ جو لوگ قبروں میں دفن ہیں وہی اُٹھینگے تو بھی ان آیتوں سے یہ بات کہ اُن کا یہی جسم ہوگا جو دنیا میں رکھتے تھے کسی طرح سے پایا نہیں جاتا ✦

www.poetrymania.com©

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿۵۳﴾	بیشک وہ نہیں دوست رکھتا حد سے نکل جانے والوں کو ﴿۵۳﴾

قرآن مجید میں دو اور عجیب آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نہ کسی معدوم جسم کا دوبارہ پیدا ہو کر اُٹھایا جاویگا نہ کوئی جدید جسم اُن کو ملیگا بلکہ وہی جسم ہوگا جو روح و نسمہ کے اختلاط سے روح نے حاصل کیا تھا اور بعد مفارقت بدن روح نے مونس جسم کے مفارقت کی تھی پس جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا کہ نشاۃ آخرت تمامی حیات کا ہوگا نہ خلق جدید بالکل ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ الاسرٰے میں فرمایا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ جب ہم ہڈیاں اور گلے ہوئے

وقالوا ائذا كنا عظاما ورفاتا ائنا لمبعوثون خلقا جديدا قل كونوا حجارة او حديدا او خلقا مما يكبر في صدوركم فسيقولون من يعيدنا قل الذي فطركم اول مرة فسينغضون اليك رؤسهم ويقولون متى هو قل عسى ان يكون قريبا

(۱۷ سورۃ الاسریٰ ۵۲ و ۵۳)

ہو جاوینگے تو کیا ہم پھر اُٹھائے جاوینگے نئے پیدا ہو کر۔ کہدے کہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا اُس قسم کی پیدائش جو تمہارے دل کو بڑی مستحکم لگتی ہو تب بھی تم کہوگے کہ کون ہم کو لوٹا لاویگا۔ کہدے کہ وہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی دفعہ پھر جھکا دینگے اپنے سروں کو تیری طرف اور کہتے لگینگے وہ کب ہوگا۔ کہدے کہ شاید یہ ہووے قریب +

اور سورہ سجدہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ اور انہوں نے کہ کہ جب ہم زمین میں گم ہو جاوینگے (یعنی

وقالوا ائذا ضللنا في الارض ائنا لفي خلق جديد بل هم بلقاء ربهم كافرون قل يتوفاكم ملك الموت الذي وكل بكم ثم الى ربكم ترجعون -

(سورہ سجدہ - ۹ و ۱۰)

گل گلا کر مٹی ہو کر اُس میں مل جاوینگے) تو کیا ہم ایک نئی پیدائش میں آوینگے۔ بلکہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں۔ کہدے کہ تم کو ملک الموت ماریگا جو تم پر متعین ہے پھر اپنے پروردگار کے پاس پھر جاؤ گے۔ ان دونوں آیتوں میں باوجودیکہ سوال خلق جدید کا تھا مگر خدا نے اس کو قابل جواب نہیں سمجھا کیونکہ تو سوال ہی باطل تھا کہ خلق جدید خلق سابق کے اعمال کی جزا و سزا کی مستحق نہیں ہو سکتی ایک جگہ تو یہ فرمایا کہ تم کو وہی حشر میں لاویگا جس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور لانے کی کچھ تفصیل نہیں بتلائی۔ اور دوسری آیت میں فرمایا کہ اُن کی یہ باتیں اس بنا پر ہیں کہ اپنے پروردگار سے ملنے کے منکر ہیں اور یہ جواب دیا کہ جب مر گئے تو اپنے پروردگار کے پاس جاؤ گے۔ غرضکہ ان آیتوں سے بھی اس جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پیدا ہو کر اُٹھنا ثابت نہیں ہوتا +

دو آیتیں اور ہیں جن کا ہم اس مقام پر ذکر کرینگے ایک آیت سورہ لیسین کی ہے۔ خدا نے فرمایا

وضرب لنا مثلا ونسي خلقه قال من يحيي العظام وهي رميم قل يحييها الذي انشاها اول مرة وهو بكل خلق عليم -

(۳۶ - سورۃ یٰسین ۷۸ و ۷۹)

کہ ہمارے لئے یہ مثال تو لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کون زندہ کریگا ہڈیوں کو اور وہ تو گل گئی ہونگی اور اپنے پیدا ہونے کو بھول جاتے ہیں کہدے کہ اُن کو زندہ کریگا وہ جس نے تم کو پیدا کیا پہلی دفعہ اور وہ ہر قسم کی آفرینش کو جانتا ہے +

www.poetrymania.com©

وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾	اور مت فساد کرو زمین میں اس کی اصلاح ہونے کے بعد اور پکارو اس کو ڈر کر اور امید رکھ کر۔ بیشک رحمت اللہ کی قریب ہے نیک کام کرنے والوں کے ﴿۵۶﴾

اور سورۃ قیامہ میں فرمایا ہے کہ۔ کیا گمان کرتا ہے کہ ہم ہڈیوں کو اکٹھا نہ کرینگے یہ بات نہیں
ایحسب الانسان الن نجمع عظامہ ۔ بلیٰ قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ (۷۵، سورۃ قیامہ ۳ و ۴) ہے بلکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ انگلیوں کی پوریوں کو بھی درست کردیں +

اور سورۃ جاثیہ میں خدا نے فرمایا ہے کہ۔ کہدے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تم کو مار ڈالیگا
قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا +

(۴۵۔ جاثیہ ۲۵)

ان تین آیتوں میں سے پہلی دو آیتیں ایسی ہیں جن پر متکلمین نافین نفس مطلقاً استدلال کرسکتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف میں مذہب اول بیان کیا گیا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ جب انہی گلی ہوئی ہڈیوں کے زندہ کرنے کا بیان ہوا ہے اور انگلیوں کے پوروں تک کا بنا دینا بتایا ہے تو اس سے اسی جسم کا جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنکر اٹھنا پایا جاتا ہے +

مگر یہ خیال دو طرح پر غلط ہے ایک اس لئے کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ کسی سوال کے جواب میں صرف اظہار قدرت سے اس بات کا ثبوت کہ یہی جسم جو دنیا میں ہے دوبارہ پتلا بنا کر اٹھایا جاویگا لازم نہیں آتا۔ دوسرے یہ کہ اسی کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ وھو بکل خلق علیم یعنی وہ ہر قسم کے پیدا کرنے کو جانتا ہے کہ گلی ہوئی ہڈیوں کی زندگی کیا چیز ہے اور وہ کیونکر ہوتی ہے۔ پھر اس سے یہ سمجھنا کہ وہ گلی ہوئی ہڈیاں دوبارہ ایسی ہی ہو جاوینگی جیسے کہ اب اس زندگی میں ہیں ایک صریح غلطی ہے۔ ایک آیت کے معنی دوسری آیت سے حل ہوتے ہیں سورۃ جاثیہ میں صاف لفظوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ اللہ تم کو جلاتا ہے پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن اکٹھا کریگا پس یہ آیت نہایت صاف ہے اور اسی آیت کے سیاق سے تمام آیتوں کے معنی حل ہوتے ہیں +

یہ مسئلے جو ہم نے اس مقام پر بیان کئے معاد کے متعلق مسائل میں سے تھے اور جہاں تک ہم سے ہوسکا ہم نے ان تمام آیتوں کو جو ان سے علاقہ رکھتی تھیں ایک جگہ جمع کردیا اور بقدر اپنی طاقت کے ان کو حل بھی کیا اور اس کی تائید میں علماء محققین کے اقوال بھی نقل کئے اب معاد کے متعلق کیفیت حساب وکتاب عذاب وثواب کا بیان باقی ہے جس کو اگلے علماء نے اور خصوصاً امام غزالی اور شاہ ولی اللہ نے نہایت خوبی سے بیان کیا ہے اور ہم بھی اس کو آیندہ موقع بموقع بیان کرینگے

www.poetrymania.com©

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٥﴾	اور وہ وہ ہے جو بھیجتا ہے ہواؤں کو خوشخبری دیتی ہوئیں اُسکی رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب وہ اٹھا لاتی ہیں بھاری بادل کو تو ہم اُس کو لیجاتے ہیں مری ہوئی زمین کی طرف پھر ساتے ہیں ہم اُس سے پانی پھر اگاتے ہیں ہم اُس سے ہر ایک طرح کے میوے ۔ اسی طرح ہم نکالینگے مُردوں کو شاید کہ تم نصیحت پکڑو ﴿٥٥﴾

انشاءاللہ تعالےٰ +

﴿٥٤﴾ (ستة ایام) توریت میں ہے کہ خدا نے نور و ظلمت کو ایک دن میں ۔ آسمانوں کو ایک دن میں ۔ کواکب اور شمس و قمر کو ایک دن میں ۔ زمین و دریا و اشجار کو ایک دن میں ۔ حیوانات آبی و ہوائی کو ایک دن میں ۔ حیوانات زمین پر رہنے والے اور انسان کو ایک دن میں پیدا کیا ۔ یہ سب ملکر چھ دن ہوئے +

قرآن مجید میں بھی تمام چیزوں کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان کیا ہے ۔ سورہ فصلت میں اُس کی تفصیل بھی ہے ۔ اُس سورۃ میں ۔ نور و ظلمت کا جس کا زیادہ تر اثر زمین پر محسوس ہوتا ہے اور زمین و اشجار و حیوانات ہوائی و آبی و ارضی کا پیدا ہونا چار دن میں ۔ اور آسمانوں اور کواکب کا دو دن میں بیان ہوا ہے غرضکہ جس طرح پر یہودیوں کا اعتقاد تھا اُسی کا بطور حکایت اُن کے اعتقاد کے قرآن مجید میں ذکر آیا ہے +

ساتواں دن یہودیوں کے ہاں خدا کے آرام کرنے کا تھا جس سے یہ پایا جاتا تھا گویا چھ دن تک کام کرنے سے خدا تھک گیا تھا یہ خیال خدا کی عظمت اور شان کے موافق درست نہ تھا اس لئے اُس کی تردید کر دی کہ " بیشک ہم نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ کہ اُن دونوں میں ہے چھ دن میں اور ہم کو ذرا بھی ماندگی نے نہیں چھوا " اور ولقد خلقنا السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام وما مسنا من لغوب (سورۃ ق آیت ۳۰) + اُس کی بجذ بایا " ثم استوی علی العرش " اُن کے پیدا کرنے کے بعد اُن کے اوپر حکومت و سلطنت کی ۔ نہ یہ کہ تھک کر ساتویں دن آرام کیا +

توریت میں جو چھ دن میں دنیا کا پیدا کرنا بیان ہوا ہے اُس پر سخت اعتراضات کئے گئے ہیں اور علمی دلایل سے ثابت کیا ہے کہ چھ دن میں دنیا پیدا نہیں ہوئی بلکہ بہت زیادہ عرصہ میں پیدا ہوئی ہے وہ دلیلیں ایسی مستحکم تھیں کہ ٹل نہیں سکتی تھیں اس لئے عیسائی علما نے کبھی تو کہا کہ ہر ایک دن کی مقدار ہزار ہزار برس کی تھی ۔ مگر یہ زمانہ بھی دنیا کے پیدا ہونے کے لئے کافی نہ تھا اس لئے آخرکار اُنہوں نے دن کے معنی ایک زمانہ کے لئے ہیں جس کی مقدار مقرر نہیں کی +

www.poetrymania.com©

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿۵۶﴾ ع

اور زمین جو اچھی ہے اُس کی کھیتی اُگتی ہے اُس کے پروردگار کے حکم سے اور جو بُری ہے اُس کی نہیں اُگتی مگر تھوڑی سی۔ اس طرح ہم آیات پھیر کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو اُن لوگوں کے لئے جو شکر کرتے ہیں (۵۶)

جو مسلمان عالم یہ سمجھتے ہیں کہ خدا نے قرآن مجید میں دنیا کا پیدا ہونا چھ دن کے عرصہ میں بطور اخبار کے بیان کیا ہے اُن کو بھی وہی مشکلیں پیش آتی ہیں جو عیسائی علما کو پیش آئی ہیں چنانچہ بعض عالموں نے باستدلال آیت سورہ سجدہ کے خیال کیا ہے کہ یہ ایک دن دنیا کے ہزار برس کی برابر تھا۔ بعض عالموں نے دن سے ایک حالت اور ایک زمانہ مراد لیا ہے اور یہ رائے عیسائی علما کی اُس رائے کے مشابہ ہے جس میں اُنہوں نے دن سے ایک زمانہ مراد لیا ہے اور اُس کی مقدار معین نہیں کی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ چھ دن سے اشارہ ہے دیکھنے والوں کی نگاہ میں چھ حالتوں کی طرف اور یہ اس طرح پر ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ کہ ان میں ہے تین چیزیں ہوئیں اور اُن میں سے ہر ایک کے لئے ذات ہے اور صفت ہے پس آسمان کی بلحاظ اُس کی ذات کے پیدا کرنے کے ایک حالت ہے اور بلحاظ اُن کی صفات کے پیدا کرنے کے دوسری حالت ہے اور یہی حال ہے زمین کی ذات اور اُس کی صفات کے پیدا کرنے کے لحاظ سے اور اسی طرح اُن دونوں کے بیچ میں جو کچھ ہے اُن کی ذات و صفات کے پیدا کرنے کے لحاظ سے ہے پس یہ چھ چیزیں چھ حالتوں میں۔ مگر چھ حالتوں کی بجائے جو چھ دن کا ذکر کیا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان خلق کو دیکھتا ہے تو اُس کو فعل سمجھتا ہے اور فعل زمانہ میں واقع ہوتا ہے اور دن اُن لفظوں میں جن سے زمانہ تعبیر کیا جاتا ہے سب سے زیادہ مشہور ہے ورنہ آسمانوں کے پیدا ہونے کے پیشتر نہ رات تھی نہ دن تھا۔ اور یہ ایسی بات ہے جیسے کوئی دوسرے سے کہے کہ جس دن میں پیدا ہوا ہوں وہ مبارک دن تھا۔ حالانکہ ممکن ہے کہ رات کو پیدا ہوا ہو مگر ایسا ہونا اُس کے مطلب سے خارج نہیں ہے کیونکہ اس کی مراد دن کہنے سے وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوا ہو +

في ستة أيام إشارة إلى ستة أحوال في نظر الناظرين وذلك لأن السموات والأرض وما بينهما ثلاثة أشياء ولكل واحد منها ذات وصفة فنظر إلى خلقه ذات السموات حالة ونظر إلى خلقه صفاتها أخرى ونظر إلى ذات الأرض وإلى صفاتها كذلك ونظر إلى ذات ما بينهما وإلى صفاتها كذلك فهي ستة أشياء في ستة أحوال وإنما ذكر الأيام لأن الإنسان إذا نظر إلى الخلق رآه فعلا والفعل ظرفه الزمان والأيام أشهر الأزمنة وإلا فقبل السموات لم يكن ليل ولا نهار وهذا مثل ما يقول القائل لغيره إن يوما ولدت فيه كان يوما مباركا۔ وقد يجوز أن يكون ذلك ضحى أو ليلا ولا يخرج عن مراده لأن المراد هو الزمان الذي هو ظرف ولادته

(تفسیر کبیر تفسیر سورۂ [illegible] صفحہ [illegible])

میرے نزدیک امر محقق یہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن مجید میں چھ دن کے عرصہ میں دنیا کا پیدا

www.poetrymania.com©

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ	بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس

ہونا بیان ہے وہ نہ اخبار ہے اور نہ کلام مقصود بلکہ مخاطبین کے اعتقاد کو بطور نقل تسلیم کرکے اُس پر دلیل قایم کی ہے یعنی خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور عیسائیوں اور ممکن ہے کہ مشرکین کو بھی مخاطب کرکے یہ فرمایا ہے کہ جس کی نسبت تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اُس نے چھ دن میں دنیا پیدا کی ہے وہی خدا ہے واحد ذوالجلال ہے مخاطبین کے مسلمہ امر سے خدا کے ہونے پر اور اُس کی عظمت اور استحقاق عبادت پر استدلال کیا ہے نہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اُس نے چھ دن میں دنیا کو پیدا کیا ہے یہی رائے بعضے اگلے عالموں کی بھی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک سوال کرنے والا یہ پوچھ سکتا ہے کہ ان چیزوں کا چھ دن میں پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کہ اُس کو صانع کے وجود کے اثبات پر دلیل کیا جاوے۔ اس کا بیان کئی طرح پر ہے۔ اول یہ کہ ان محدث یعنی پیدا ہونی ہونی چیزوں کے وجود صانع پر دلیل ہونے کی وجہ یا یہ ہے کہ وہ پیدا شدہ ہیں یا یہ ہے کہ ممکنات سے ہیں یا دونو باتیں اس کی دلیل ہیں لیکن اس بات کا کہ وہ چھ دن میں پیدا ہوئی ہیں یا ایک دن میں اُس سے بلا شبہ دلیل پر کچھ اثر نہیں ہے + + + پھر مصنف تفسیر کبیر اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے توریت کے شروع میں کہا ہے کہ اُس نے چھ دن میں آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اور اہل عرب یہودیوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے

لسائل ان یسئل فیقول ھٰذہ الاشیاء مخلوقۃ فی ستۃ ایام لا یمکن جعلہ دلیلا علی اثبات الصانع وبیانہ من وجوہ الاول ان وجہ دلالۃ ھٰذہ المحدثات علی وجود الصانع ھو حدوثھا او امکانھا او مجموعھما فاما وقوع ذلک الحدوث فی ستۃ ایام او فی یوم واحد فلا اثر لہ فی ذٰلک البتۃ + + + فجوابہ انہ سبحانہ ذکر فی اول التوراۃ انہ خلق السموات والارض فی ستۃ ایام والعرب کانوا یخالطون الیھود والظاھر انھم سمعوا ذٰلک منھم فکانہ سبحانہ یقول لا تشتغلوا بعبادۃ الاوثان والاصنام فان ربکم ھو الذی سمعتم من عقلاء الناس انہ ھو الذی خلق السموات والارض علی غایۃ عظمتھا ونھایۃ جلالتھا فی ستۃ ایام۔ (تفسیر کبیر) +

اور ظاہر ہے کہ اُنہوں نے یہودیوں سے یہ بات سُنی تھی۔ پس گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بتوں کی پرستش پر مشغول مت ہو کیونکہ تمہارا پروردگار وہ ہی ہے کہ جس کی نسبت تم نے عقلمند لوگوں سے سُنا ہے کہ بیشک وہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو بے انتہا عظمت اور بہت بڑی منزلت پر چھ دن میں پیدا کیا ہے +

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ستۃ ایام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذعان کے مطابق آیا ہے نہ بطور بیان حقیقت کے پس لفظ ستۃ ایام کا کلام مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ بطور نقل و حکایت اعتقاد مخاطبین آیا ہے۔ اگر اس بات پر ہمیشہ خیال رکھا جاوے کہ انبیا علیہم السلام کا کام نہ حقایق اشیا سے بحث کرنے کا ہے اور نہ تمام اُن چیزوں پر رد و قدح کرنے کا ہے جو فی الواقع حقایق اشیا کے برخلاف ہیں بلکہ اُن کا کام صرف یہ ہے کہ جو چیزیں خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کی

لہ ستۃ ایام کی بحث بالتفصیل تہذیب الاخلاق میں سید رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ محمد یلبا

www.poetrymania.com©

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾

پھر اُس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا سوائے اس کے ۔ بیشک تم پر خوف کرتا ہوں بُرے دن کے عذاب کا ﴿۵۹﴾

برخلاف لوگوں کے دلوں میں ہوں اُن کو نیست و نابود کریں پس خلق سمٰوات والارض کی نسبت جو کچھ کہ مخاطبین کا اعتقاد برخلاف شان خدا تعالےٰ تھا ۔ وہ صرف تھک کر ساتویں دن اُس کا آرام لینا تھا اُسے مٹانا ایک پیغمبر کو ملحاظ اپنے منصب پیغمبری کے ضرور تھا چنانچہ اُس کو الفاظ ” وما مسنا من لغوب “ سے مٹا دیا اور باقی امور سے کچھ تعرض نہیں کیا پس کوئی ذی عقل انسان جس کو قرآن مجید کے طرز بیان سے ذرا بھی مس ہے یہ نہیں کہ سکتا کہ لفظ ستۃ ایام کا قرآن مجید میں بطور بیان حقیقت کے واقع ہے ✦

(استویٰ علی العرش) عرش کے معنی لغت میں تخت رب العالمین کے ۔ اور تخت بادشاہ کے ۔ اور عزت کے ۔ اور جس سے کہ کوئی امر قایم ہو ۔ اور گھر کی چھت کے ۔ اور سردار قوم کے ۔ اور اُس چیز کے جس پر جنازہ اُٹھایا جاتا ہے لکھے ہیں ✦

تمام مفسرین عرش سے تخت رب العالمین مراد لیتے ہیں اور اُس کو موجود فی الخارج سمجھتے ہیں ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ آسمانوں کے اوپر ایک جسم عظیم ہے اور وہ تخت رب العالمین ہے ✦

قرآن مجید میں جہاں عرش کا لفظ آیا ہے وہ دو قسم کی آیتیں ہیں ایک وہ جن میں صرف عرش کا ذکر ہے اور دوسری وہ کہ جن میں استوےٰ علی العرش کا ذکر ہے اول ہم ان دونوں قسم کی آیتوں کو اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

آیات قسم اول جن میں صرف عرش کا ذکر ہے

لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم ۔ ۹ توبہ ۱۳۰ ✦

قل لو کان معہ اٰلھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا ۔ ۱۷ اسرٰی ۔ ۴۴ ✦

فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون ۔ ۲۱ الانبیاء ۲۲ ✦

قل من رب السموات السبع و رب العرش العظیم ۔ ۲۳ المومنون ۸۸ ✦

فتعالی اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو رب العرش الکریم ۔ ۲۳ المومنون ۱۱۷ ✦

اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم ۔ ۲۷ النمل ۔ ۲۶ ✦

وتری الملائکۃ حافین من حول العرش یسبحون بحمد ربھم وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العالمین ۔ ۳۹ ۔ زمر ۔ ۷۵ ✦

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾	اُس کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تجھ کو دیکھتے ہیں کھلی ہوئی گمراہی میں ﴿٦٠﴾

رفیع الدرجات ذو العرش ۔ ۴۰ مومن ۱۵ +

سبحان رب السموات والارض رب العرش عما یصفون ۔ ۴۳ زخرف ۸۲ +

عند ذی العرش مکین ۔ ۸۱ تکویر ۲۰ +

ذو العرش المجید فعال لما یرید ۸۵ بروج ۱۵ +

والملک علی ارجائہا ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ ۔ ۶۹ الحاقہ ۱۷ +

الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین امنوا

۴۰ ۔ مومن ۷ +

وھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام وکان عرشہ علی الماء لیبلوکم ایکم

احسن عملا ۔ ۱۱ ھود ۷ +

آیات قسم ثانی جن میں استوی علی العرش کا ذکر ہے

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ۔

۷ الاعراف ۵۴ و سورہ ۱۰ یونس ۳ +

الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش الرحمن

فاسئل بہ خبیرا ۔ ۲۵ فرقان ۵۹ +

اللہ الذی خلق السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ما لکم

من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان

مقدارہ الف سنۃ مما تعدون ۔ ۳۲ السجدہ ۴ ـ ۵ +

ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش ۔ ۵۷ حدید ۴ +

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا ثم استوی علی العرش ۔ ۱۳ رعد ۲ +

الرحمن علی العرش استوی ۔ ۲۰ طہ ۵ +

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموات وھو بکل شیء

علیم ۔ البقرۃ ۲۹ +

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ اندادا ذلک رب العلمین

وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین

www.poetrymania.com©

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۹﴾

(نوح نے) کہا اے میری قوم مجھ کو گمراہی نہیں ہے ولیکن میں تمام عالموں کے پروردگار کی طرف سے پیغمبر ہوں ﴿۵۹﴾

ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعًا او کرھًا قالتا اتینا طائعین فقضاھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم ۔ ۴۱ فصلت ۔ ۹ لغایت ۱۱ ۔

باوجود اس کے کہ تمام مسلمان عرش رب العالمین کو ایک جسم عظیم موجود فی الخارج فوق السموات مانتے ہیں مگر لفظ استوے سے تخت پر بیٹھنا مراد نہیں لیتے ۔ بلکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ کبھی خدا اُس تخت پر بیٹھا اور نہ کبھی آیندہ بیٹھیگا اور نہ تخت پر اُس کا بیٹھنا ممکن ہے ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے " فاعلم انہ لا یمکن ان یکون المراد منہ کونہ مستقرا علی العرش " کیونکہ اگر خدا تخت پر بیٹھے یا بیٹھا ہؤا ہو تو وہ متناہی ہو جاویگا اور جب متناہی ہوگا تو حادث ہو جاویگا ۔ اور حیز معین اور جہت خاص میں محدود ہوگا اور حیز اور مکان کی اُس کو احتیاج ہوگی ۔ پھر وہ مقدار میں عرش سے بڑا ہوگا یا عرش اس سے بڑا ہوگا یا دونوں برابر ہونگے ہر طرح سے خدا پر نقص لازم آتی ہے ۔ بڑی مشکل یہ پڑتی ہے کہ زمین یا دنیا تو گردی ہے اور جب خدا ایک تخت پر بیٹھا تو ایک طرف کی دنیا کے لوگوں سے تو وہ اوپر ہوگا اور دوسری طرف کی دنیا کے لوگوں سے نیچے ہو جاوے اور اوپر ہونا اُس کا متحقق نہ رہیگا ۔ اسی قسم کی سولہ دلیلیں خدا کے تخت پر بیٹھنے کے امتناع میں تفسیر کبیر میں مندرج ہیں ۔ غرضکہ تمام اہل سنت وجماعت بلکہ تمام فرق اسلامیہ سوائے بعض کے خدا تعالیٰ کے جلوس کو ممتنع بیان کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عرش جب سے بنا ہے خالی پڑا ہے اور ہمیشہ خالی پڑا رہیگا ۔ مگر کسی نے یہ نہ بتلایا کہ پھر وہ بنایا کیوں ہے اور کس لئے ؟

جب ہمارے علما اس مشکل میں پڑے تو انہوں نے استویٰ اور عرش دونوں کے معنی بدلے اور کہا کہ ان آیتوں میں جن میں استوے علی العرش کا ذکر ہے وہ جو زا جیکا جسم عظیم جس کو تخت رب العالمین موجود فی الخارج فوق السموات قرار دیا ہے مراد نہیں ہے بلکہ عرش سے بادشاہت اور مملکت اور استوے سے اس پر استعلا یعنی غلبہ و قدرت مراد ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ " قفال نے کہا ہے

فقال (ای القفال رحمۃ اللہ علیہ) العرش فی کلامھم ھو السریر الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ عن نفس الملک یقال ثل عرشہ ای انتقض ملکہ وفسد واذا استقام لہ ملکہ واطرد امرہ وحکمہ قالوا استوی علی عرشہ واستقر علی سریر ملکہ ھذا ما قالہ القفال و

کہ عرش کلام عرب میں وہ تخت ہے جس پر بادشاہ بیٹھتا ہے پھر عرش سے ملک اور سلطنت مجھی جاتی ہے کہا جاتا ہے ثل عرشہ جبکہ سلطنت میں خرابی آ جاوے اور جب کہ سلطنت درست ہو اور کام اچھا چلتا ہو اور حکم نافذ ہو تو کہتے ہیں کہ

www.poetrymania.com©

أُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ
وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾

میں تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری بھلائی چاہتا
ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۶۰﴾

اقول ان الذی قاله حق وصدق وصواب نظیرہ قولهم للرجل الطویل فلان طویل النجاد وللرجل الذی یکثر الضیافة کثیر الرماد وللرجل الشیخ فلان اشتعل راسه شیبا ولیس المراد فی شیء من هذه الالفاظ اجراؤها علی ظواهرها انما المراد منها تعریف المقصود علی سبیل الکنایة فکذا ههنا یذکر الاستواء علی العرش والمراد نفاذ القدرة وجریان المشیئة ثم قال القفال رحمه الله تعالیٰ والله تعالیٰ لما دل علی ذاته وعلی صفاته وکیفیة تدبیرہ العالم علی الوجه الذی الفوہ من ملوکهم ورؤسائهم استقر فی قلوبهم عظمة الله وکمال جلاله الا ان کل ذلک مشروط بنفی التشبیه فاذا قال انه عالم فهموا منه انه لا یخفی علیه تعالیٰ شیء ثم علموا بعقولهم انه لم یحصل ذلک العلم بفکرة ولا رویة ولا باستعمال حاسة واذا قال قادر علموا منه انه متمکن من ایجاد الکائنات وتکوین الممکنات ثم علموا بعقولهم انه غنی فی ذلک الایجاد والتکوین عن الالات والادوات وسبق المادة والمدة والفکرة والرویة وهکذا القول فی کل صفاته واذا اخبران له بیتا یجب علی عباده حجه فهموا منه انه نصب لهم موضعا یقصدونه لمسئلة ربهم وطلب حوائجهم کما یقصدون بیوت الملوک والرؤساء لهذا المطلوب ثم علموا بعقولهم نفی التشبیه وانه لم یجعل ذلک البیت مسکنا لنفسه ولم ینتفع به فی دفع الحر والبرد بعینه عن نفسه فاذا امرهم بتحمیده وتمجیده فهموا منه انه امرهم بنهایة تعظیمه ثم علموا بعقولهم انه لا یفرح بذلک التحمید والتعظیم ولا یغتم بترکه والاعراض عنه اذا عرفت هذه المقدمة فنقول انه خلق السموات والارض کما اراد وکما شاء من غیر منازع ولا مدافع ثم اخبر انه استویٰ علی العرش ای حصل له تدبیر المخلوقات علی ما شاء واراد فکان قوله ثم استوی علی العرش ای بعد ان خلقها استویٰ علی عرش الملک والجلال ثم قال القفال والدلیل علی ان هذا

(استوی علی عرشه واستقر علی سریر ملکه) یعنی اچھی طرح اپنی سلطنت پر قائم ہے اور اپنے سریر مملکت پر مستقر ہے یہ وہ ہے جو قفال نے کہا ہے اور صاحب تفسیر کبیر کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ حق اور سچ اور صواب ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ طویل قامت کے لئے عرب کا یہ قول ہے (طویل النجاد) یعنی پرتلہ والا اور بہت زیادہ ضیافت کرنے والے کے لئے (کثیر الرماد) بہت خاکستر والا اور بوڑھے آدمی کے لئے یہ کہنا کہ اس کا سر بڑھاپے سے روشن ہو گیا (اشتعل راسه شیبا) ان سب الفاظ سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے ظاہری معنی میں جاری ہیں بلکہ ان سے یہی مراد ہے کہ اصل مقصود کو بطور کنایہ کے سمجھا دیا جاوے ایسا ہی اس موقع پر کہا جاتا ہے (استوی علی العرش) اور مراد ہے اس کی قدرت کا نافذ ہونا اور اس کی خواہش کا جاری ہونا۔ قفال نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے جب کہ سمجھایا اپنی ذات اور اپنی صفات اور اپنی کیفیت تدبیر عالم کو اس طرح پر جس طرح کہ انہوں نے اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو پایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت ان کے دلوں میں اسی طرح پر قایم ہوئی مگر ان سب میں یہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تشبیہ نہ دے جب اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ عالم ہے تو اس سے سمجھے کہ اس سے کچھ مخفی نہیں ہے پھر اپنی سمجھ سے یہ جانتا کہ یہ علم اللہ تعالیٰ کو فکر اور غور سے نہیں حاصل ہوا اور نہ حواس کے استعمال سے اور جب فرمایا کہ وہ قادر ہے تو جانا کہ وہ پیدا کرنے عالم پر اور ممکنات

www.poetrymania.com©

اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۱﴾	کیا تم اس میں تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار سے نصیحت آئی تمہارے ہی میں سے ایک آدمی پر تاکہ وہ تم کو ڈراوے اور تاکہ تم پرہیزگاری کرو اور تاکہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۶۱﴾

ھو المراد من قولہ فی سورۃ یونس ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر فقولہ یدبر الامر جری مجری التفسیر لقولہ استوی علی العرش وقال فی ھذہ الایۃ التی نحن فی تفسیرھا ثم استوی علی العرش یغشی اللیل النھار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر وھذا یدل علی ان قولہ ثم استوی علی العرش اشارۃ الی ما ذکرنا فان قیل اذا حملتم قولہ ثم استوی علی العرش علی ان المراد استوی علی الملک وجب ان یقال انہ لم یکن مستویا قبل خلق السموات والارض قلنا انہ تعالی کان قبل خلق العالم قادرا علی تخلیقھا وتکوینھا اما ما کان مکونا ولا موجدا لاشیاء بعینھا لان احیاء زید واماتۃ عمرو واطعام ھذا وارواء ذلک لا یحصل الا عند ھذہ الاحوال فاذا فسرنا العرش بالملک والملک بھذہ الاحوال صح ان یقال انہ تعالی انما استوی علی ملکہ بعد خلق السموات والارض وھذا جواب حق صحیح فی ھذا الموضع ۔

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۰)

کے پیدا کرنے پر قادر ہے پھر اسی سمجھ سے یہ جانا کہ اللہ تعالے اس ایجاد اور پیدا کرنے میں اوزاروں وغیرہ کا محتاج نہیں ہے اور اس کا بھی محتاج نہیں ہے کہ کچھ مادہ ہووے اور پھر اُس میں کچھ مدت غور کر کے کام کرے۔ اور ایسا ہی قول ہے سب صفات اللہ تعالے میں جب کہ اُس نے خبر دی کہ اُس کا ایک گھر ہے اُس کا حج اُن پر واجب ہے اس سے اُنہوں نے سمجھا کہ اُس نے ایک جگہ کو مقرر کر دیا ہے خدا تعالے سے سوال کرنے کے لئے اور اُس سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کے لئے تاکہ اُس کا قصد کریں جیسے کہ بادشاہوں اور سرداروں کے گھروں کا اس غرض سے قصد کرتے ہیں پھر اپنی عقل سے سمجھا کہ وہ تشبیہ سے پاک ہے اور اُس نے یہ گھر اپنے رہنے کے لئے نہیں بنایا ہے اور اس گھر سے اس کو یہ فائدہ نہیں ہے کہ وہ اپنے سے گرمی یا سردی کو دفع کرے پھر جب کہ اُن کو حکم کیا کہ اُس کی حمد کریں اور اُس کی بزرگی مانیں تو اُس سے سمجھے کہ اُس نے نہایت درجہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے پھر سمجھے کہ خدا تعالے اس تحمید اور تمجید سے خوش ہوتا ہے اور اس کے ترک کرنے سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ جب کہ یہ مقدمات تو نے سمجھ لئے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے زمین و آسمان کو جس طرح چاہا پیدا کیا بغیر کسی جھگڑا کرنے اور مقابلہ کرنے والے کے پھر اُس نے خبر دی (انہ استوی علی العرش) یعنی وہ اپنی سلطنت پر قایم ہوا مراد یہ ہے کہ حاصل ہوئی اُس کو تدبیر مخلوقات جس طرح کہ اُس نے چاہا تھا اور ارادہ کیا تھا پس یہ قول کہ عرش پر قایم ہوا ایسا ہے کہ بعد پیدایش عالم کے اپنے عرش حکومت اور عظمت پر قایم ہوا پھر قفال نے کہا کہ اس بات کی دلیل کہ یہی معنی مراد ہیں اللہ تعالے کے قول کے جو سورہ یونس میں ہے کہ بیشک ہمارا پروردگار وہ اللہ تعالے ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پھر قایم ہوا اپنے عرش پر

www.poetrymania.com©

فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ (۶۴) ع	پھر انہوں نے اُس کو جھٹلایا پھر بچا لیا ہم نے اُس کو اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے۔ اور ہم نے اُن لوگوں کو ڈبو دیا جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا۔ بیشک وہ لوگ اندھے تھے (۶۴)

کہ تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے پس یہ قول کہ "یدبر الامر" بمنزلہ تفسیر کے ہے جو قول یا استویٰ علے العرش کے مطلب کو صاف کرتا ہے اور اس آیت میں جس کی ہم تفسیر بیان کرتے ہیں یوں فرمایا ہے ثم استویٰ علے العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا۔ پھر قایم ہوا عرش پر ڈھانپتا ہے رات سے دن کو کہ تلاش کرتے تھے اُس کو دوڑ کر والشمس والقمر مسخرات بامرہ۔ الا لہ الخلق والامر اور چاند اور سورج فرمانبردار ہیں اُس کے حکم کے جان لو کہ اُسی کے لئے پیدا کرنا اور حکم کرنا یہ اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اُس کا یکتا کہ ثم استویٰ علے العرش اسی کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کیا اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ تم نے قول (استویٰ علی العرش) کو اس پر قیاس کیا کہ مراد ہے کہ اپنی حکومت پر قایم ہوا تو یہ لازم آیا کہ پہلے پیدایش آسمان اور زمین کے اس پر قایم نہ تھا تو ہم اس کا یہ جواب دینگے کہ قبل پیدایش عالم کے وہ اس کے پیدا کرنے اور تکوین پر قادر تھا لیکن نہیں تھا پیدا کرنے والا اور موجود وہ اشیاء معینہ کا اس لئے کہ زید کا زندہ کرنا اور عمرو کا مارنا اُس کو کھانا دینا اور اُس کو پانی دینا یہ نہیں حاصل ہوتا مگر ان احوال کے ساتھ پس جب کہ ہم نے عرش کی تفسیر ملک سے کی اور ملک خود یہی احوال ہیں تو صحیح ہے کہ یہ کہا جاوے کہ اپنے ملک پر قایم ہوا بعد پیدا کرنے آسمان اور زمین کے اور یہ جواب صحیح ہے اس موقع پر +

اب میں نہایت ادب سے اُن بزرگوں کی خدمت میں جنہوں نے اُن آیتوں میں عرش کے لفظ سے سلطنت اور مملکت مراد لی ہے عرض کرتا ہوں کہ جن آیتوں میں صرف لفظ "رب العرش" کا یا "رب العرش العظیم" کا یا "ذی العرش" کا یا "رب العرش الکریم" کا یا "ذوالعرش المجید" کا آیا ہے وہاں بھی عرش کے معنی سلطنت و حکمت کے کیوں نہیں لئے جاتے۔ جو ایک جو ڑ چکے تخت موجود فی الخارج کے جس کا بنا تا بھی ظاہرا بیکار معلوم ہوتا ہے جس پر نہ کبھی خدا بیٹھا ہے نہ بیٹھیگا اور نہ بیٹھ سکتا ہے لئے جاتے ہیں +

ہماری اس تقریر کے برخلاف شاید چار آیتیں پیش ہو سکتی ہیں اور بیان کیا جا سکتا ہے کہ ان آیتوں میں ایسے مضامین ہیں جن کے سبب عرش کو مثل سریر بادشاہی موجود فی الخارج تسلیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے +

پہلی آیت سورہ زمر کی ہے جہاں قیامت کے حالات بیان کرتے فرمایا ہے کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہونے دیکھیگا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو +

www.poetrymania.com©

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾

اور (بیشک ہم نے بھیجا) عاد کی قوم کے پاس اُن کے بھائی ہود کو (ہود نے) کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود سوائے اُس کے کیا تم نہیں ڈرتے ﴿۶۳﴾

دوسری آیت سورہ الحاقہ کی ہے جہاں خدا نے قیامت کے حال میں فرمایا ہے "اور اُٹھاوینگے تیرے پروردگار کے تخت کو اپنے اوپر آج کے دن آٹھ" +

تیسری آیت سورہ مومن کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ جو اُٹھاتے ہیں عرش کو اور وہ جو اُس کے گرد ہیں پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں تعریف کے ساتھ اپنے پروردگار کو اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں" +

چوتھی آیت سورہ ہود کی ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے کہ "وہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں اور اُس کا عرش تھا پانی پر" +

سورہ زمر کی آیتیں جن میں عظمت وجلال خدا کا بیان ہوا ہے وہ سب تمثیلی ہیں مفسرین بھی اُن کا تمثیلی ہونا قبول کرتے ہیں۔ مثلاً اُس میں فرمایا ہے "والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامۃ والسموات مطویات بیمینہ" پس ظاہر ہے کہ خدا کی نہ مٹھی ہے اور نہ اُس کا داہنا ہاتھ، یہ ایک تمثیل یا استعارہ یا مجاز ہے جس سے مقصود خدا کی عظمت وقدرت کا ظاہر کرنا ہے نہ یہ کہ حقیقۃً خدا زمین کو مٹھی میں لے لیگا اور آسمانوں کو ہاتھ پر لپیٹ لیگا +

صاحب کشاف نے کہا ہے کہ غرض اس کلام سے جب کہ اس سب کو پوری طرح سمجھ لے جیسا کہ

قال صاحب الکشاف الغرض من ھذا الکلام اذا اخذتہ کما ھو بجملتہ ومجموعہ تصویر عظمتہ والتوقیف علی کنہ جلالہ من غیر ذھاب بالقبضۃ ولا بالیمین الی جھۃ حقیقۃ او جھۃ مجاز وکذلک حکم ما یروی ان جبریل علیہ السلام جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ابا القاسم ان اللہ یمسک السموات یوم القیامۃ علی اصبع والارضین علی اصبع والجبال علی اصبع والشجر علی اصبع والثری علی اصبع وسائر الخلق علی اصبع ثم یھزھن فیقول انا الملک فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعجبا مما قال ثم قرء تصدیقا لہ وما قدروا اللہ

وہ سمجھیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کی تصویر ہے اور کنہ جلال الٰہی کے سمجھنے میں توقف کرنا ہے نہ کہ قبضہ اور داہنے ہاتھ کے حقیقی اور مجازی معنوں کی طرف جانا اور ایسا ہی ہے حکم اُس روایت کا کہ جبرئیل آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا اے ابو القاسم اللہ تعالیٰ اُٹھا لیگا آسمانوں کو قیامت کے دن ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور جو زمین کے نیچے ہے اُس کو ایک انگلی پر اور سب خلقت کو ایک انگلی پر پھر اُن کو ہلا دیگا پھر کہیگا کہ میں بادشاہ ہوں پس ہنسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعجب کر کے اُس کے قول پر پھر بطور تصدیق اس بات کے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ الایہ۔ کہا صاحب کشاف نے کہ صرف اس وجہ سے کہ خدا فصیح العرب

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

اُس کی قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ بیشک ہم دیکھتے ہیں تجھ کو بیوقوفی میں اور بیشک ہم گمان کرتے ہیں تجھ کو جھوٹوں میں سے ﴿۶۶﴾

هو قدرته الآية۔ قال صاحب الكشاف: وإنما ضحك أفصح العرب وتعجب لأنه لم يفهم منه إلا ما يفهمه علماء البيان من غير تصور إمساك ولا إصبع ولا هز ولا شيء من ذلك ولكن فهمه وقع أول شيء وآخره على الزبدة والخلاصة التي هي الدلالة على القدرة الباهرة وأن الأفعال العظام التي تتحير فيها الأفهام ولا تكتنهها الأوهام هينة عليه هوانا لا يوصل السامع إلى الوقوف عليه إلا إجراء العبارة في مثل هذه الطريقة من التخييل۔ قال: ولا ترى بابا في علم البيان أدق ولا أرق ولا ألطف من هذا الباب (تفسير كشاف صفحه ۱۲۷۷) +

اور تعجب کیا کہ اُنہوں نے اس سے بجز اُس کے اور کچھ نہیں سمجھا جو کہ علماے علم بیان سمجھتے ہیں بغیر خیال کرنے مُٹھی اور اُنگلی اور حرکت کے معنوں کے اور نہیں سمجھا کچھ اس میں سے بلکہ سمجھا واقع ہونا اول ہر شے کا اور آخر ہر شے کا بطور خلاصہ اور انتخاب کے کہ وہ دلالت ہے اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ پر اور اس پر کہ وہ بڑے کام جن میں سب عقلا کی عقلیں حیران ہیں اور ذہن اُن کو نہیں سمجھ سکتے اللہ تعالےٰ پر آسان ہے نہایت آسان۔ سُننے والا اُس سے واقف ہونے تک پہنچ نہیں سکتا بجز اس کے کہ کلام کو اسی طریقہ پر خیال میں لانے کو بلایا جاوے کہا صاحب کشاف نے کہ ہم علم بیان میں کوئی باب اس سے زیادہ دقیق اور لطیف نہیں پاتے ہیں +

قيل قبضته ملكه بلا مدافع ولا منازع وبيمينه قدرته (كشاف جلد دوم ۱۲۷۷) +

علاوہ اس کے صاحب تفسیر کشاف نے ان لفظوں کی مراد اس طرح بیان کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا قبضہ اُس کا ملک ہے جس میں کوئی تکرار کرنے والا اور جھگڑنے والا نہیں ہے اور داہنے ہاتھ سے مراد اُس کی قدرت ہے +

صاحب تفسیر کبیر مصنف کشاف کی اس تحریر سے کسی قدر خفا ہو گئے ہیں اور اعتراض فرماتے

أقول: إن حال هذا الرجل في إقدامه على تحسين طريقته وتقبيح طريقة القدماء عجيب جدا فإنه إن كان مذهبه أنه يجوز ترك ظاهر اللفظ والمصير إلى المجاز من غير دليل فهذا طعن في القرآن وإخراج له عن أن يكون حجة في شيء وإن كان مذهبه أن الأصل في الكلام الحقيقة وأنه لا يجوز العدول عنه إلا لدليل منفصل فهذا هو الطريق التي أطبق عليها جمهور المتقدمين

ہیں کہ "میں کہتا ہوں کہ اس آدمی کا یہ حال کہ وہ متوجہ ہے اپنے طریقہ کی خوبی بیان کرنے پر اور پہلوں کے طریقہ کی بُرائی بیان کرنے پر نہایت ہی عجیب ہے اگر اس کا یہ مذہب ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کا چھوڑنا اور مجازی معنی کی طرف جانا بغیر کسی دلیل کے جائز ہے تو یہ قرآن میں طعن کرنا ہے اور قرآن کو دلیل کے درجہ سے خارج کرنا ہے کہ وہ کسی امر میں حجت نہیں ہو سکیگا اور اگر اس کا یہ مذہب ہے کہ کلام میں اصل یہ ہے کہ معنی حقیقی

www.poetrymania.com©

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾

(ہود نے) کہا کہ اے میری قوم میرے ساتھ بیوقوفی نہیں ہے ولیکن میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے ﴿۶۵﴾

فاین کلام الذی یزعم انه علمه واین العلم الذی لا یعرفه غیره مع انه وقع فی التاویلات العسیرة والکلمات الرکیکة فان قالوا المراد به ما دل الدلیل علی انه لیس مراد من لفظة الید والیمین هذه الاعضاء وجب علینا ان نکتفی بهذا القدر ولا نشتغل بتعیین المراد بل نفوض علمه الی الله تعالی فنقول هذا هو طریق الموحدین الذین یقولون انا نعلم انه لیس مراد الله من هذه الالفاظ هذه الاعضاء فاما تعیین المراد فانا نفوض ذلك العلم الی الله تعالی وهذا هو طریق السلف المعرضین عن التاویلات فثبت ان هذه التاویلات التی یاتی بها هذا الرجل لیس تحتها شیء من الفائدة

(تفسیر کبیر)

مراد ہوں اور معنی حقیقی سے بغیر کسی جداگانہ دلیل کے پھرنا نہیں چاہیئے پس یہ ہی طریقہ ہے جس پر سب پہلے علما نے اتفاق کیا ہے پس کہاں ہے وہ علم جس کو وہ خاص اپنا علم بیان کرتا ہے اور کہاں ہے وہ علم جس کو دوسرا نہیں جانتا ہے باوصف اس کے یہ بھی خود بہت تنگ تاویلات میں پھنسا ہے اور نادرست رکیک کلمات کہے ہیں اگر یوں کہیں کہ مراد یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ لفظ قبضہ و یمین سے یہی اعضا مراد نہیں ہیں تو ہم پر واجب ہے کہ ہم اسی پر اکتفا کریں اور جو کچھ مراد ہے اس کے معین کرنے میں نہ مشغول ہوں بلکہ اس کے علم کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہی ہے طریقہ موحدین کا جو یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہے مراد اللہ تعالیٰ کی ان الفاظ سے یہ اعضا خاص لیکن اللہ کی مراد کو معین کرنا پس ہم اس کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں یہی ہے طریقہ علمائے سلف کا جو کہ تاویلات سے الگ رہے ہیں پس ثابت ہوا کہ تاویلات جن کو یہ شخص لایا ہے ان میں کچھ فائدہ نہیں ہے +

صاحب تفسیر کبیر کا اس قدر نا راستی ہونا بے فائدہ ہے کیونکہ ہر شخص جو ظاہر لفظ کو چھوڑ کر مجاز کی طرف لیجاتا ہے اس کے نزدیک دلیل قاطع اس بات کی ہوتی ہے کہ اس مقام پر اس لفظ سے حقیقت مراد نہیں ہے باقی رہی یہ بات کہ اتنے ہی پر اکتفا کیا جاوے اور اس کی تاویل و مراد کو خدا کے علم پر چھوڑ دیا جاوے ایک ایسی بے معنی بات ہے جس سے قرآن مجید کی صدہا آیات کا نازل ہونا لغو اور بیکار ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہا اور صرف لغو و بیکار رہی نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا نعوذ باللہ قرآن مجید کو مضحکہ بناتا ہے۔ ہم قرآن مجید میں پڑھتے ہیں يد الله - وجه الله - قبضته - يمينه اور کہتے ہیں کہ ان لفظوں سے - خدا کا ہاتھ - خدا کا منہ - خدا کی مٹھی - خدا کا داہنا ہاتھ مراد نہیں ہے - جب پوچھتے ہیں کہ اور کیا مراد ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا ہی کو معلوم ہے - ارے میاں اگر یہی مقصود تھا کہ خدا ہی کو معلوم رہے تو ان الفاظ کا نازل کرنا اور بندوں کو پڑھوانا ہی کیا ضرور تھا +

اصل منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ قرآن مجید جو بلا شبہ کلام الٰہی ہے - مگر بعضے وقت لوگوں کو یہ خیال نہیں رہتا کہ وہ انسانوں کی زبان میں بولا گیا ہے - پس اگر وہ درحقیقت انسانوں کی زبان میں

www.poetrymania.com©

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾	پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے پروردگار کے اور بیشک میں تمہارے لئے خیرخواہ ہوں امانت دار ﴿۶۸﴾

بولا گیا ہے اور درحقیقت ایسا ہی ہے تو جس طرح ایسے موقع پر انسان کے کلام کے معنی و مراد قرار دئیے جاتے ہیں اُسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کے بھی معنی و مراد قرار دئیے جاوینگے۔ اس طرح معنی قرار دینے کو تاویل کہنا ہی غلطی ہے کیونکہ درحقیقت اُس میں کچھ تاویل نہیں ہے بلکہ ہم کو یقین ہے کہ قائل نے اسی مراد سے وہ الفاظ استعمال کئے ہیں ◆

اب میں کہتا ہوں کہ سورہ زمر میں صرف یہی دو لفظ نہیں ہیں جو مجازاً استعمال کئے گئے ہیں بلکہ اور بھی بہت سے ہیں مثلاً نفخ صور کہ وہ صرف استعارہ ہے وقت معین کے آجانے سے۔ "مقالید السموات والارض" کا استعمال مجازاً ہوا ہے اخیر سورہ کا تمام مضمون بطور خطابیات کے زبان حالِ اہل دوزخ و اہل بہشت سے بیان کیا گیا ہے جیسے کہ سورہ فصلت میں زمین و آسمان کی زبان حال سے بیان ہوا ہے جہاں فرماتا ہے۔ "ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین" دوزخ و بہشت میں دروازوں کا ہونا اور دوزخیوں اور بہشتیوں کے لئے اُن کا کھولا جانا دوزخ پر چوکیداروں کا ہونا اور دوزخ میں جلنے والوں کو طعنہ دینا بہشت پر دربانوں کا ہونا اور بہشت میں جانے والوں کو مبارکباد دینا یہ سب بطور تمثیل کے بیان ہوا ہے خدا تعالےٰ بجزء معاد کے معاملات کو دنیاوی حالات کی تمثیل سے بیان کرتا ہے اور اس تمثیل سے وہ چیزیں بجنسہ مقصود نہیں ہوتیں بلکہ صرف ماحصل اُس کا مقصود ہوتا ہے۔ دوزخ کو دنیا کے جیلخانوں کی مانند سمجھنا جس پر چوکیدار اس غرض سے متعین ہوتے ہیں کہ قیدی بھاگ نہ جاویں یا بہشت کو دنیا کے باغوں کی مانند سمجھنا جس پر دربان اس غرض سے ہوتے ہیں کہ کوئی غیر اُس میں نہ چلا جاوے اُس کے پھل نہ توڑ لے خدا کی قدرت اور عظمت اور حکمت پر بٹہ لگانا ہے جو اُس کی شان کے شایاں نہیں اور یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ان الفاظ سے اُن کے ظاہری معنی مراد نہیں ◆

اسی طرح سورہ زمر کی اس آیت میں کہ "تو فرشتوں کو عرش کے گرد کھڑے ہوئے دیکھیگا پاکیزگی سے یاد کرتے ہیں ساتھ تعریف کے اپنے رب کو" جو کہ دنیا میں بادشاہوں کا طریقہ اپنی عظمت و جلال دکھلانے کا یہی ہے کہ تخت پر بیٹھتے ہیں تخت کے چاروں طرف اہالی موالی کھڑے ہیں بادشاہ کا ادب بجا لا رہے ہیں اُس کی تعریف کر رہے ہیں اُسی کی تمثیل میں خدا نے بندوں کو سمجھانے کے لئے اپنے جلال و عظمت کو بتایا ہے۔ اس سے یہ مقصد نہیں نکالا جا سکتا کہ درحقیقت وہاں کوئی تخت ہوگا اور درحقیقت وہاں کوئی مجسم فرشتے بطور اہالی موالی کے اُس کے گرد کھڑے ہونگے اور خدا کی تعریف میں جو تخت پر بیٹھا ہوگا قصیدے پڑھ رہے ہونگے نہایت

www.poetrymania.com©

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ	کیا تم نے تعجب کیا کہ آوے تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار سے ایک شخص پر تم میں سے تاکہ تم کو ڈراوے اور یاد کرو جب تم کو کیا جانشین

تعجب ہوتا ہے اُن علما سے کہ خدا کا تخت پر بیٹھنا تو محال و ممتنع قرار دیتے ہیں اور پھر تخت کو اور اُس کے سامان جلوس کو حقیقی اور واقعی سمجھتے ہیں ◆

سورہ الحاقہ کی جو آیت ہے اُس سے پہلی آیتوں میں خدا تعالےٰ نے قیامت کا اور تمام دنیا کے برباد ہو جانے کا اس طرح پر ذکر کیا ہے کہ ۔صور پھونکی جاوےگی اور زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاوینگے اور آسمان کے پرخچے اُڑ جاوینگے اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہٹ جاوینگے۔ یہ سنکر انسان کے خیال میں آتا ہے کہ جب سب چیز برباد ہو جاویگی تو خدا کی بادشاہت کس پر ہوگی کیا خدا کی بادشاہت ہی ختم ہو جاویگی ؟ اس شبہ کے رفع کرنے کو خدا نے اُسی کے ساتھ فرما دیا کہ " ویحمل عرش ربك فوقهم یومئذ ثمانیه " یعنی جب کہ سب کچھ برباد ہو جاویگا اُس دن بھی تیرے پروردگار کی بادشاہت بے انتہا چیزوں پر جو اُس کی مخلوق ہیں اُسی طرح پر قائم رہیگی ◆

" حمل " کے معنی اُٹھانے کے ہیں مگر اس کا استعمال شے مادی موجود فی الخارج کی نسبت بھی ہوتا ہے اور شے عقلی غیر مادی غیر موجود فی الخارج پر بھی ہوتا ہے ۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ نے توریت کے عالموں کی نسبت فرمایا ہے " الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوها " اور جیسے کہ حافظان قرآن کو حاملان قرآن یا قاضیوں اور مفتیوں کو حاملان شریعت اور گنہگاروں کی نسبت گناہوں کا اُٹھانا " حملنا اوزارا " کہا جاتا ہے ۔ پس حمل کے لفظ سے کسی چیز کا اُٹھانا مراد نہیں ہوتا جو موجود فی الخارج ہو ◆

جب کسی کو کسی شے کا حامل کہتے ہیں اُس سے اُس کا ظہور لازمی تصور کیا جاتا ہے حاملان توراۃ اسی لئے کہتے تھے کہ اُن سے احکام توراۃ ظاہر اور معلوم ہوتے تھے اور حاملان شریعت سے احکام شریعت پس جس شے سے جو چیز ظاہر ہو اُس کو اُس کا حامل کہتے ہیں ۔ خدا کی مخلوق سے جو خدا کی سلطنت و بادشاہت ظاہر ہوتی ہے اُن پر حاملان عرش کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ پس خدا فرماتا ہے کہ جب یہ سب چیزیں جو تم دیکھتے ہو برباد ہو جاوینگی تب بھی خدا کی بادشاہت اُس کی اور بے انتہا مخلوقات اُٹھائے ہوئے ہوگی ◆

ثمانیہ کا لفظ صرف فصاحت کلام کے لئے آیا ہے اس سے کوئی عدد خاص مقصود نہیں ہے اور اس میں بہت بڑی بلاغت یہ ہے کہ اس کے دو رکن لے یعنی اُس کے مضاف یا مضاف الیہ کے مضاف الیہ کے بیان کے محذوف کرنے سے عدد غیر متناہی اور اجناس غیر محصور کا اظہار ہے۔

www.poetrymania.com©

مِنۡ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ	قوم نوح کے بعد

جیسے کہ ثمانیہ الاف یا ثمانیہ الاف الاف الی غیر النہایۃ من المخلوقات الغیر المحصور۔ پس اس آیت سے عرش کا وجود فی الخارج ثابت نہیں ہوتا بلکہ صرف اس قدر پایا جاتا ہے کہ بعد فنا ہونے اس تمام موجودات کے بھی خدا کی بادشاہت بدستور قایم رہیگی +

تفسیر کشاف میں جو قول حسن بصری اور ضحاک کا نقل کیا ہے اُس سے بھی ٹھیک یہی مراد معلوم ہوتی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ۔ حسن بصری سے مروی ہے

وعن الحسن الله اعلم کم هم ثمانیة ام ثمانیة الاف وعن الضحاك ثمانية صفوف لا يعلم عدد هم الا الله ويجوز ان يكون ثمانية من الروح ومن خلق اخر فهو القادر على كل خلق سبحان الذي خلق الازواج كلها مما تنبت الارض ومن انفسهم ومما لا يعلمون۔

(تفسیر کشاف صفحہ ۱۵۲۲)

کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کتنے ہیں آٹھ ہیں یا آٹھ ہزار ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ آٹھ صفیں ہیں اور یہ کہ اُن میں کتنے ہیں اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جائز ہے کہ مراد ہو آٹھ روحیں یا اور مخلوق خدا کی ہیں اللہ تعالےٰ ہی قادر ہے سب کی پیدائش پر پاک ہے اللہ جس نے پیدا کیا ہے سب جوڑوں کو جن کو اُگاتی ہے زمین اور جو خود اُن کے ہیں اور جن کو وے نہیں جانتے +

سورہ مومن میں جو آیت ہے وہ نہایت غور طلب ہے اس کے شروع میں ہے ،، الذین یحملون العرش ،، پس بحث یہ ہے کہ الذین کا اشارہ کس کی طرف ہے۔ تمام مفسرین کہتے ہیں کہ ،، الذین ،، کا اشارہ فرشتوں کی طرف ہے۔ صاحب تفسیر کبیر اُس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ،، اس آیت سے پہلے خدا تعالےٰ نے ایمان والوں کے ساتھ کفار کی عداوت کا حال بیان کیا ہے اُس کے بعد بطور تسلی کے کہا کہ اشرف طبقات مخلوقات فرشتے ہیں اور خصوصاً حملۃ العرش ،، ایمان والوں سے نہایت محبت رکھتے ہیں پس ان کمینہ لوگوں کی عداوت پر کچھ التفات کرنا نہیں چاہیئے +

مگر تعجب یہ ہے کہ کفار دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ عداوت کرتے تھے اور ایذا پہنچاتے تھے اگر اُس کے مقابل کوئی ایسی چیز بیان کی جاتی جو اُن دنیاوی ایذا میں معاونت کرسکتی تو البتہ ایک تسلی کی بات تھی مگر اُس دنیاوی تکلیف کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ فرشتے ہمارے گناہوں کی معافی چاہ رہے ہیں کس طرح پر تسلی دے سکتا ہے علاوہ اس کے اُس مقام پر فرشتوں کا کچھ ذکر نہیں آیا ہے اور جبکہ عرش سے سلطنت مراد لیجاوے نہ ایک شے مجسم موجود فی الخارج تو کوئی قرینہ بھی نہیں جس سے ،، الذین ،، کا اشارہ فرشتوں کی طرف سمجھا جاوے +

قرآن مجید کا مطلب نہایت صاف ہے اس سے پہلی آیتوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ

www.poetrymania.com©

وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً	اور زیادہ قوی ہیکل کیا تم کو پیدایش میں

"خدا تعالے کی نشانیوں" (یعنی احکام) میں کوئی جھگڑا نہیں کرتا بجز کافروں کے پھر اُن کا شہروں میں پڑے پھرنا یعنی اُن کی خوشحالی تجھ کو دھوکے میں نہ ڈالے + + + ہر ایک امت نے اپنے رسول کے پکڑنے و مار ڈالنے کا قصد کیا ہے + + + اور اُن لوگوں کی نسبت جو کافر ہیں خدا کا حکم ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں جانے والے ہیں +

اس کے بعد خدا نے فرمایا "الذین یحملون العرش" کفار کے مقابلہ میں ایمان والے تھے پس صاف ظاہر ہے کہ "الذین" سے اہل ایمان انسان مراد ہیں نہ فرشتے ۔ عرش کے معنی سلطنت کے ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں پس آیت کے معنی صاف ظاہر ہیں کہ "جو لوگ خدا کی سلطنت کو اُٹھائے ہوئے ہیں یعنی وہ جو "انعمت علیھم" میں داخل ہیں اور جو اُس کے قریب ہیں یعنی صلحا و خیار اُمت پاکیزگی سے اللہ کی تعریف کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور معافی چاہتے ہیں اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں" الیٰ آخرہ ۔ اس کے بعد پھر کافروں کا ذکر کیا ہے پس قرآن مجید میں تو اس مقام پر فرشتوں کا پتہ بھی نہیں اور نہ الذین کے وہ مشار الیہ ہیں +

سورہ ہود میں جو آیت ہے جس میں چھ دن میں آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ "وکان عرشہ علی الماء" کچھ زیادہ بحث طلب نہیں ہے ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ ستۃ ایام میں آسمان و زمین کا پیدا کرنا اخبار عن الخلقت نہیں ہے نہ کلام مقصود بلکہ نقل اعتقاد یہود کا بیان ہے ۔ یہود کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ خدا کی روح پانی پر چھائی ہوئی تھی چنانچہ توریت میں آیا ہے +

وَرُوَحْ اِلُوهِیم مِرَحِفَتْ عَلْ فَنِیْ هَمّائیم

یعنی خدا کی روح چھائی ہوئی تھی پانیوں کے منہ کے اوپر ۔ "مرحفت" کے ٹھیک معنی مرغی کے انڈے سینے کے ہیں یعنی جس طرح مرغی تمام انڈوں کو پروں کے اندر سیکرا و اُن کو گھیر کر بیٹھ جاتی ہے اُسی طرح خدا کی روح پانیوں پر تھی اس آیت میں اُسی اعتقاد یہود کی نقل ہے روح کی جگہ خدا کا عرش یعنی خدا کی سلطنت یا غلبہ بیان ہوا ہے پس کوئی لفظ اس آیت کا عرش کے وجود خارجی ہونے کا مثبت نہیں ہے +

www.poetrymania.com©

پھر یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو	فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

عاد اور ثمود کی نسبت کچھ لکھنے سے پہلے مندرجہ ذیل شجرہ نسب لکھنا مناسب ہے

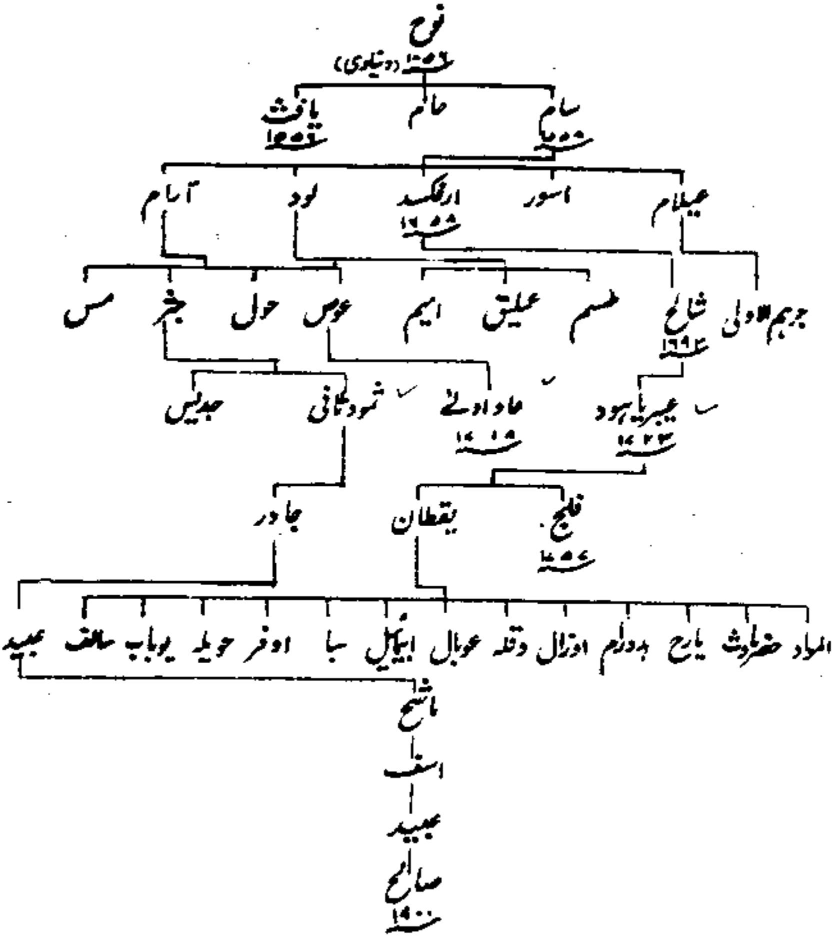

قوم عاد اولےٰ

عاد اولاد سام بن نوح سے ہے۔ سام کا بیٹا آرام اور اس کا بیٹا عوص اور اس کا بیٹا عاد۔ معالم التنزیل میں لکھا ہے وھو عاد بن عوص بن ارم بن سام وھم عاد الاولیٰ ۔ قوم عاد کی آبادی عربیا ڈزرٹا یعنی عرب کے ریتیلے میدان میں تھی اور الاحقاف کہلاتی تھی معالم التنزیل میں لکھا ہے ۔ کانت منازل قوم عاد بالاحقاف وھی رمال بین عمان وحضرموت ۔ عرب کے نقشہ میں جو ریگستان بچاس درجہ طول اور بیس درجہ عرض پر واقع ہے وہ جگہ الاحقاف ہے جہاں قوم عاد آباد تھی ۔ یہ قوم عاد اولےٰ کہلاتی ہے جس کی نسبت قرآن مجید میں کہا گیا ہے ،، وانہ اھلک عادا الاولیٰ

www.poetrymania.com©

تا کہ تم فلاح پاؤ (۶۰)	لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۶۰)

(سورۂ نجم آیت ۵۱) ثمود جس کا ذکر آ گیا گویا وہ عاد ثانی کہلاتا تھا اور ایک تیسرا عاد ہے جو عبد شمس یعنی سبا اکبر کی اولاد میں ہے اور جس کا بیٹا شداد ہے جو سنہ ۲۰۹۲ دنیوی میں پیدا ہوا تھا پہلی دونوں قومیں عاد کی حضرت ابراہیم سے پہلے تھیں اور تیسری قوم حضرت ابراہیم کے زمانہ میں ہمارے مفسروں نے علاوہ ان لغو قصوں کے جو قوم عاد کی نسبت لکھے ہیں ایک اور غلطی یہ کی ہے کہ ان تینوں قوموں کے واقعات کو گڈمڈ کر دیا ہے ◆

قوم عاد اولیٰ کا واقعی زمانہ بتلانا نہایت مشکل ہے مگر انگریزی مورخوں نے جو توریت میں بیان کئے ہوئے حساب کے زمانے قائم کئے ہیں اُسی حساب کی بنا پر ہم بیان کرتے ہیں کہ سام سنہ ۱۵۵۸ دنیوی میں پیدا ہوا تھا اور ارفکسد جو ارام کا بھائی ہے سنہ ۱۶۵۸ دنیوی میں یعنی سو برس بعد پس یہی زمانہ قریباً ارام کی پیدائش کا خیال ہو سکتا ہے اور عاد دو پشت بعد ارام سے ہے پس اگر ساٹھ برس دو پشت کے لئے ہم اضافہ کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ عاد سنہ ۱۷۱۸ دنیوی یعنی اٹھارھویں صدی دنیوی میں ہوا تھا ◆

ہود جن کا نام توریت میں عیبر لکھا ہے وہ بھی اولاد سام بن نوح سے ہیں عیبر کی پیدائش توریت کے حساب سے سنہ ۱۷۲۳ دنیوی کی ہے اور اس سے ثابت ہے کہ عاد اور ہود ایک ہی زمانہ میں تھے۔ اسی صدی میں نمرود نے بابل یا سیریا میں بادشاہت قائم کی تھی اور حام پدر مصریم نے مصر میں اور عاد بن عوص نے الاحقاف میں اور عیبر یعنی ہود کے بیٹے یقطان نے یمن اور اس کے اطراف میں۔ حضرموت یقطان کا ایک بیٹا تھا جس کے نام سے یمن کے قریب کا وہ ملک جو عدن اور شحر کے بحر عرب کے کنارہ پر ہے مشہور ہے ◆

یہ قوم عاد اولیٰ کی نہایت قوی اور قد آور تھی جیسے کہ اب بھی بعض ملکوں کے لوگ قوی اور قد آور ہوتے ہیں یہی بات خدا تعالیٰ نے اس قوم کی نسبت فرمائی ہے "وزادکم فی الخلق بصطۃ" (سورۂ اعراف ۶۷) ان کے قد معمولی قد آور آدمیوں سے زیادہ نہ تھے۔ تفسیروں میں جو یہ بات لکھی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا آدمی ان میں کا ساٹھ ذراع کا لمبا تھا اور اوسط آدمی سو ذراع کا لمبا تھا اور لمبے سے لمبا چار سو ذراع کا محض غلط ہے نہ قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے نہ اور کسی سند سے۔ قدیم علما نے بھی اس سے انکار کیا ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے "ومنہم من حمل ھذا اللفظ علی الزیادۃ فی القوۃ وذلک لان القوی متفاوتۃ بعضہا اعظم وبعضہا اضعف" یعنی

وقال قوم یحتمل ان یکون المراد من قولہ وزادکم فی الخلق بصطۃ کونہم من قبیلۃ واحدۃ متشارکین فی القوۃ والشدۃ والجلادۃ

بعض عالموں نے "وزادکم فی الخلق بصطۃ" سے ان کا زیادہ قوی ہونا مراد لیا ہے نہ لمبا قد ہونا

www.poetrymania.com©

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ	اُنہوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہے تاکہ ہم عبادت کریں اللہ واحد کی

وکون بعضهم محبا للباقين ناصرالهم وزوال العداوۃ والخصومۃ من بینهم فانه تعالیٰ لما خصهم بهذہ الانواع من الفضائل والمناقب فقد قررلهم حصولها فصح ان یقال و زادکم فی الخلق بسطۃ۔ (تفسیر کبیر)

بعض عالموں نے ان لفظوں سے یہ مراد لی ہے کہ اُس قوم کے لوگ کثرت سے تھے اور آپس میں محبت رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے مددگار ہوتے تھے اور اس ارتباط کے سبب سے گویا ایک جسم ہو گئے تھے نہ یہ کہ اُن کے قد بہت لمبے تھے اور وہ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ چوڑے چکلے تھے +

سورۃ الفجر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے "الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد +

اس آیت میں بھی اسی قوم عاد اولیٰ کا تذکرہ ہے ۔ ارم عاد کے دادا کا نام ہے چونکہ متعدد قومیں عاد کے نام سے مشہور تھیں جیسے کہ ہم نے اوپر بیان کیا اسی لئے خدا تعالیٰ نے ایک جگہ اس قوم کو عاد اولیٰ کر کے بیان کیا اور اس جگہ اُس کے دادا کے نام سے پس ارم بیان ہے یا بدل ہے لفظ عاد سے یعنی ارم کی اولاد والا عاد ذات العماد سے بھی اسی طرح اُن کا قوی اور تنادر ہونا بتایا ہے جیسے کہ لفظ زادکم فی الخلق بسطۃ سے بتایا ہے لفظ لم یخلق مثلها فی البلاد سے صاف پایا جاتا ہے کہ عماد سے اُن کے مخلوق قد مراد ہیں نہ کہ کسی مکان کے مصنوعی ستون۔ چنانچہ اکثر تفسیروں میں اور نیز تفسیر کبیر میں جیسا کہ حاشیہ پر منقول ہے اسی کے مطابق علماء مفسرین کے اقوال نقل کئے ہیں مگر اس کے سوا اور قول بھی ہیں جن میں غلطی سے ارم کو شہر کا نام سمجھا ہے اور ذات العماد سے عمارات رفیعہ مراد لی ہے اور یہ محض غلط ہے اس لئے کہ قوم عاد اولیٰ ریگستان میں رہتی تھی اور اُن کی کوئی عالیشان عمارتیں نہ تھیں بعض عالموں نے غلطی پر غلطی کی ہے

اما ارم فهو اسم لجد عاد وفی المراد منه فی هذہ الآیۃ اقوال احدها ان المتقدمین من قبیلۃ عاد کانوا یسمون بعاد الاولی فلذلک یسمون بارم تسمیۃ لهم باسم جدهم (تفسیر کبیر)
فی قوله ارم وجهان و ذلک لان جعلناہ اسم القبیلۃ کان قوله ارم عطف بیان لعاد وایذانا بانهم عاد الاولی القدیمۃ (تفسیر کبیر) +

کہ ارم کو باغ تصور کیا ہے اور لکھا ہے کہ عدن کے پاس شداد نے بنایا تھا مگر یہ محض ناواقفیت سے لکھنے ہے شداد کے باپ کا نام بھی عاد ہے مگر وہ اُس زمانہ میں نہ تھا اور نہ اُس نے کوئی ایسا باغ جیسا کہ مفسر بیان کرتے ہیں بنایا تھا +

بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ قوم ارم خیموں میں رہتی تھی اور خیموں میں ضرور ہے کہ عماد

www.poetrymania.com©

وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا	اور چھوڑ دیں جو پوجا کرتے تھے ہمارے باپ

یعنی ایسے ستون جن پر نقش ہوتے ہیں اور عمد کی جمع عماد آتی ہے مگر اس رائے سے یہ الفاظ قرآن مجید کے کہ لم یخلق مثلہا فی البلاد مساعدت نہیں کرتے۔ روزنڈ مسٹر نے ایک تاریخانہ جغرافیہ عرب کا لکھا ہے اور اس میں نویری کے تاریخانہ جغرافیہ سے بعض حالات نقل کیے ہیں ۶۶۰ عیسوی اور ۶۸۰ عیسوی کے درمیان یعنی مطابق ۴۰ و ۶۰ ہجری کے معاویہ ابن ابی سفیان کے عہد حکومت میں عبدالرحمن یمن کا حاکم تھا اس نے چند کتبے قدیم زمانہ کے یمن، حضرموت کے نواح کے کھنڈرات میں پائے تھے اور پڑھے گئے تھے اور لوگوں نے خیال کیا تھا کہ یہ کتبے قوم عاد کے زمانہ کے ہیں۔ اُن کا عربی ترجمہ نویری کے جغرافیہ میں مندرج ہے اُن میں سے چند کتبوں کے ترجموں کو اس کتاب سے ہم اس مقام پر لکھتے ہیں +

ترجمہ کتبہ اوّل مندرجہ جغرافیہ نویری

غنینا زمانا فی عراصۃ ذا القصر — بعیش غیر ضنک ولا نزر
یفیض علینا البحر بالمد زاخرا — فانہارنا مترعۃ تجری
خلال نخیل باسقات نواطرہا — تنق بالقسب المجزع والتمر
نصطاد صید البر بالخیل والقنا — وطورا نصید النون من لجج البحر
ونرفل فی الخز المرقم تارۃ — وفی القز احیانا وفی الحلل الخضر
یلینا ملوک یبعدون عن الخنا — شدید علی اہل الخیانۃ والغدر
یقیم لنا من دین ہود شرائعا — ونؤمن بالآیات فی البعث والنشر
اذا ما عدو حل ارضنا یریدنا — برزنا جمیعا بالمثقفۃ السمر
نحامی علی اولادنا ونسائنا — علی الشہب والکمت المنیفۃ والشقر
نقارع من یبغی علینا ویعتدی — باسیافنا حتی یولون بالدبر

دوم۔ ترجمہ کتبہ مندرجہ جغرافیہ نویری

غنینا بہذا القصر دہرا فلم یکن — لنا ہمۃ الا التلذذ والقصف
تروح علینا کل یوم ہنیدۃ — من الابل یعشو فی معاطنہا العرف
واضعاف تلک الابل شاء کانہا — من الحسن آرام والبقر القطف
فعشنا بہذا القصر سبعۃ احقب — باطیب عیش جل عن ذکرہ الوصف

www.poetrymania.com©

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶۸﴾	تو ہمارے پاس لے آجس سے تو ہم کو دھمکی دیتا ہے اگر تو ہے سچوں میں سے ﴿۶۸﴾

نجأت سنون مجدبات قواحل — اذا مامضا علما اتی اخریقفو

فظلنا کان لم تغن فی الخیر لمحة — فذاتوا ولما ینتخف ولا ظلف

کذلک من لم یشکر الله لم یزل — معالمه من بعد ساحته تعفو

سوم۔ کتبہ مندرجہ کتاب ابن ہشام

قال ابن هشام حفر السیل عن قبر بالیمن فیه امراۃ فی عنقها سبع مخانق من بروفی یدیها ورجلیها من الاسورۃ والخلاخیل والدمالیج سبعة سبعة وفی کل اصبع خاتم فیه جوهرۃ مثمنة وعند راسها تابوت مملوما لا ولوح فیه مکتوب +

باسمك اللهم الٰه حمیر

انا تاجة بنت ذی شفر بعثت ماییرنا الی یوسف

فابطأ علینا فبعثت لاذتی — بمد من ورق لتاتینی بمد من طحین

فلم تجدہ فبعثت بمد من ذهب — فلم تجدہ فبعثت بمد من بحری

فلم تجدہ فامرت به فطحن — فلم انتفع به فاقتفلت

فمن سمع بی فلیرحمنی — وایة امراۃ لبست حلیا من حلیی

فلا ماتت الا میتتی

۱۸۳۴ء میں سرکار انگریزی نے یمن کی پیمائش کے لئے کچھ افسر بھیجا انہوں نے حضرموت میں جو سمندر کے کنارہ پر ہے ایک پہاڑ پر ایک قلعہ کے کھنڈرات معلوم کئے اور ان کھنڈرات میں پتھر پر کھدے ہوئے کتبے دیکھے تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ قلعہ حصن غراب کے نام سے مشہور ہے (طول بلد ۴۸ درجہ ۲۰ دقیقہ اور عرض بلد ۱۴ درجہ) وہاں ایک اونچی جگہ پر ایک کتبہ ملا پرانے حرفوں میں پتھر پر کھدا تھا جو حرف کہ کوفی حرفوں سے بھی بہت پہلے کے ہیں۔ اور اس سے کسی قدر نیچے ایک اور کتبہ پایا اور ایک پہاڑی کی چوٹی پر ایک اور چھوٹا سا کتبہ ملا علاوہ اس کے حصن غراب سے پچاس میل کے فاصلہ پر اور کھنڈرات ملے نقب الحجر کے نام سے اور اس کے دروازہ پر ایک کتبہ تھا ان کتبوں کی جبینہ نقل کرلی گئی +

ان کتبوں کی تحقیقات ہوتی رہی جب وہ پڑھے گئے تو معلوم ہوا کہ نویری کے جغرافیہ میں

www.poetrymania.com©

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿۶۹﴾

(ہود نے) کہا بیشک تم پر پڑی ہے تمہارے پروردگار سے بُرائی اور غضب۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ناموں میں کہ وہ نام رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپوں نے نہیں بھیجی اللہ نے اُس کے لئے کوئی دلیل۔ پس منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں ﴿۶۹﴾

جو کتبہ ہے وہ ترجمہ ہے حصن غراب کے بڑے کتبہ کا چنانچہ اصلی کتبہ کا ترجمہ انگریزی میں کیا گیا جس کا اردو ترجمہ ہم اس مقام پر لکھتے ہیں ✦

ترجمہ حصن غراب کے بڑے کتبہ کا

ہم رہتے تھے رہتے ہوئے مدت سے عیش و عشرت میں زمانہ میں اس وسیع محل کے ہماری حالت بری تھی مصیبت اور بدبختی سے بہتا تھا ہمارے تنگ راستہ میں ✦

سمندر زور سے لہراتا ہوا اور غصہ سے ٹکراتا ہوا ہمارے قلعہ سے۔ ہمارے چشمے بہتے تھے گنگناتی ہوئی آواز سے گرتے تھے ✦

کھجور کے بلند درختوں سے اوپر جن کے رکھوالے کثرت سے بکھیرتے تھے خشک کھجور (یعنی اُن کی گٹھلیاں) ہماری گھاٹی کی کھیڑی زمین میں وہ اپنے ہاتھ سے پھیلاتے تھے سوکھے چانول (یعنی بوتے تھے) ✦

ہم شکار کرتے تھے پہاڑی بکروں کو اور نیز خرگوش کے بچوں کو پہاڑیوں رسیوں اور سرکنڈوں سے بھگا کر لاتے تھے جھڑکتی ہوئی مچھلیوں کو ✦

ہم چلتے تھے آہستہ مغرور چال سے پہنے ہوئے سوئی کے کام کئے ہوئے مختلف رنگ کے ریشمی کپڑے بالکل ریشم کے کاہی سبز رنگ کی چارخانہ دار پوشاک ✦

ہم پر حکومت کرتے تھے بادشاہ جو بہت دور تھے ذلت سے اور سخت سزا دینے والے تھے بدکار اور ستمگر آدمیوں کے اور انہوں نے لکھی ہمارے واسطے مطابق اصول ہود کے ✦

عمدہ فتوے ایک کتاب میں محفوظ رہنے کے لئے اور ہم یقین کرتے تھے معجزہ کے بھید میں دوون کے بھید میں اور ناک کے سوراخ کے بھید میں ✦

ایک حملہ کیا لٹیروں نے اور ہم کو ایذا پہنچاتے ہم اور ہمارے فیاض نوجوان جمع ہو کے سوار ہو کر چلے معہ سخت اور تیز نوکدار برچھیوں کے آگے کو جھپٹتے ہوئے ✦

www.poetrymania.com©

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۰﴾	پھر نجات دی ہم نے اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے ساتھ اپنی رحمت کے اور کاٹ دی ہم نے جڑ اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا تھا ہماری نشانیوں کو اور وہ نہ تھے ایمان والے ﴿۷۰﴾

مغرور بہادر حمایتی ہمارے خاندانوں اور ہماری بیویوں کے لڑتے ہوئے دلیری سے گھوڑوں پر سوار جن کی لمبی گردنیں تھیں اور جو سمند را اور لوہیا رنگ اور سرنگ تھے +

ہم اپنی تلواروں سے زخمی کرتے ہوئے اور چھیدتے ہوئے اپنے دشمنوں کو یہاں تک کہ دھاوا کر کے ہم نے فتح کیا اور کچل ڈالا ان ذلیل آدمیوں کو +

ترجمہ اُس کتبہ کا جو اس کتبہ کے نیچے کھدا ہوا ہے

علیحدہ حصوں میں تقسیم کیا گیا اور لکھا گیا سب سے ہاتھ سے اُلٹے ہاتھ کی طرف اور نقطہ لگے ہوئے یہ گیت فتح کا سرکش اور زرغا نے عوص نے چھید ڈالا (یعنی زخمی کر دیا) اور تعاقب کیا بنی عمک کا اور ان کے چہروں کو سیاہی سے بھر دیا +

ترجمہ چھوٹے کتبہ کا جو پہاڑی کی چوٹی پر ہے

دشمن کی سی نفرت سے گنہگار آدمیوں پر +

ہم نے حملہ کیا آگے کو دوڑا کر اپنے گھوڑوں کو اُن کو پاؤں کے نیچے روند ڈالا +

ترجمہ کتبہ کا جو نقب الحجر کے دروازہ پر ہے

رہتے تھے اس محل میں اب (ابو) محارب اور بخشہ جب کہ یا ابتدا میں تیار ہوا رہتے تھے اُس میں خوشی سے فرزندانہ اطاعت کے ساتھ نواس اور دنیا حاکم علے جو محل مالک محل کا جس نے فیاضی سے بنایا کارواں سرائے اور کنواں ...... اُس نے نیز بنایا عبادت خانہ فوارہ اور تالاب اور بنایا زنانہ اپنے عہد میں +

ریورنڈ فاسٹر نے اس بڑے کتبہ کے نیچے جو کتبہ ہے اُس میں عمک کا نام دیکھ کر اس کتبہ کا زمانہ قرار دینے پر توجہ کی اور کہا کہ عمک بیٹا تھا عدنان کا اور مسلمانوں کی حدیث کے مطابق جو ام سلمہ سے منقول ہے عدنان حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں تھا پس اس حساب سے کہ ایک پشت کا زمانہ تیس برس لگایا جاوے تو عمک یعقوب کی زندگی کے اُس زمانہ میں ہوگا جب کہ یوسف بھی موجود تھا اور قریب پچاس برس کے قبل اُس وقت کے جب کہ مصر اور اُس کے قرب و جوار کے ملکوں

www.poetrymania.com©

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ	اور بھیجا ہم نے ثمود کی قوم کے پاس ان کے بھائی صالح کو۔ اس نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود بجز اس کے بیشک آئی ہے تمہارے لئے ایک دلیل تمہارے پروردگار کی طرف سے

میں قحط ہوا تھا +

ریورنڈ فاسٹر لکھتے ہیں کہ یوسف کی تاریخ سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں اسمٰعیل کی اولاد مختلف فرقوں اور قوموں میں منقسم ہو کر پھیل گئی تھی۔ اور نویری کے جغرافیہ میں جو دو سرا کتبہ ہے اُس سے قحط کا حال معلوم ہوتا ہے جس میں وہ قوم تباہ ہوگئی۔ ان وجوہ سے وہ ان کتبوں کو یعقوب علیہ السلام کے زمانہ کا قرار دیتے ہیں +

جب کہ ریورنڈ فاسٹر نے تسلیم کر لیا کہ یہ کتبے قوم عاد کے ہیں جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے اور اُن کا زمانہ اُنہوں نے حضرت یعقوب کے زمانہ کے مطابق قرار دیا تو اب وہ قرآن مجید پر گویا دو اعتراض کرتے ہیں ایک یہ کہ قوم عاد کا نوح کی قوم کے بعد ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ " اذجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح " صحیح نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ اپنے بادشاہوں کے قوانین پر عمل کرتے تھے اور حضرت ہود کا اُن لوگوں میں جانا جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ " والی عاد اخاھم ھودا " ثابت نہیں ہوتا +

مگر یہ دونوں اعتراض جیسے عجیب ہیں ویسے غلط بھی ہیں۔ اول یہ کہ قوم عاد او لٰی جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یمن یا حضرموت میں نہیں بستی تھی۔ یمن وحضرموت و حویلہ میں خود حضرت ہود کی اولاد بستی تھی اور حضرموت اور حویلہ اور سباجن کے نام سے اب تک وہ مقامات مشہور ہیں حضرت ہود کے پوتے تھے۔ اور یقطان ابن عیبر یعنی ہود وہاں جا کر بسے تھے پس اُنہوں نے جو ان کتبوں کو عاد کی قوم کے کتبے قرار دئے ہیں یہ محض غلطی ہے +

دوسرے یہ کہ جو زمانہ ان کتبوں کا ریورنڈ فاسٹر نے قرار دیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ ام سلمہ کی روایت جس کی بنا پر ریورنڈ فاسٹر نے عدنان کو حضرت اسمٰعیل کی چوتھی پشت میں قرار دیا ہے وہ روایت ہی غلط اور محض نامعتبر بے سند ہے صحیح نسب نامہ کے موجب جو برخیا کاتب حمی ارمیانبی نے لکھا ہے (دیکھو خطبات احمدیہ) اُس کے مطابق عدنان باپ معد و عک کا اکتالیسویں پشت میں حضرت ابراہیم سے تھا حضرت ابراہیم بموجب حساب مندرجہ توریت کے ۲۰۰۸ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے پس جو حساب نسلوں کے پیدا ہونے کا ہے اُس حساب سے عک قریباً ۳۲۸۴ دنیوی

www.poetrymania.com©

هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۱﴾	یہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہے پھر اس کو چھوڑ دو کہ کھاوے اللہ کی زمین میں اُس کو کوئی تکلیف مت پہنچاؤ پھر پکڑےگا تم کو عذاب دکھ دینے والا ﴿۷۱﴾

میں ہوگا یعنی چودہ سو برس بعد حضرت ابراہیم کے اور کتبہ میں عک پر فتح پانی نہیں لکھی ہے بلکہ بنی عک پر لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عک کی بھی کئی پشت کے بعد کا ہے +

نویری کے دوسرے کتبہ کو جس میں قحط کا ذکر ہے سٹر فاسٹر پہلے کتبہ کا تتمہ سمجھتے ہیں تاکہ پہلے کتبہ کو بھی یعقوبؑ یوسفؑ کے زمانہ کا قرار دیں ۔ مگر وہ اصلی کتبہ دستیاب نہیں ہوا اور نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کہاں تھا نہ یہ معلوم ہے کہ کس خط میں تھا پس کوئی دلیل نہیں ہے کہ نویری کے پہلے و دوسرے کتبہ کو ایک زمانہ کا قرار دیا جاوے +

کچھ عجب نہیں کہ یہ کتبے قوم حمیر کے ہوں جس میں سلاطین نامدار اور باوقار گذرے ہیں یعقوب ابن عیبر یا ابن ہود یمن میں آباد ہوا اُس کا بیٹا سبا تھا اور سبا کا بیٹا حمیر اس کی اولاد میں بڑے بڑے بادشاہ گذرے ہیں اور اُسی کی اولاد کی سکونت حضرموت میں تھی جو اُس کے ایک بیٹے کے نام سے مشہور ہے پس یہ کتبے قوم حمیر کے ہو سکتے ہیں نہ قوم عاد کے ۔ اس کی تائید اُس کتبہ سے ہوتی ہے جس کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے جو اطراف یمن کی ایک قبر میں سے نکلا ہے کیونکہ اُس کے شروع میں لکھا ہے "باسمک اللّٰھم الٰہ حمیر" اور یہ ایک ایسا ثبوت ہے جس سے قوم حمیر کے کتبہ ہونے سے انکار ہی نہیں ہو سکتا +

حصن غراب کے چھوٹے کتبہ میں بلاشبہ بنی عک پر فتح پانے کا ذکر ہے عک جو حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھا اور جن کا مسکن حجاز میں تھا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی اولاد یعنی بنی عک نے کسی زمانہ میں یمن پر یا حضرموت پر حملہ کیا ہوگا زمانہ کے حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اُس زمانہ میں ہوا جس زمانہ میں کہ بخت نصر نے مصر اور عرب پر حملے کئے تھے اُس حملہ میں بنی عک کو شکست ہوئی ہوگی جس کا ذکر اس کتبہ میں ہے +

حصن غراب کے بڑے کتبہ سے جواب بھی موجود ہے نہایت استحکام سے قرآن مجید کے اس تاریخی واقعہ کا ثبوت ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے عرب میں ہود پیغمبر کو لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا تھا اور بعث و نشر کے عقاید انہوں نے تعلیم کئے تھے اور جو کہ قوم حمیر اور تمام بادشاہ یمن حضرت ہود کی اولاد میں تھے اُن کے بادشاہوں نے اُن تمام عقاید کو جو حضرت ہود نے تعلیم کئے تھے اپنی کتابوں میں لکھے تھے جس پر وہ یقین کرتے تھے مگر افسوس ہے کہ اُن تمام عقاید کے ساتھ آخر کو ان لوگوں میں بت پرستی بھی پھیل گئی تھی جس کو محمد رسول اللہ نبی آخر الزمان نے تمام جزیرۂ عرب

www.poetrymania.com©

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (۷۲)

اور یاد کرو جب کہ کیا تم کو جانشین عاد کی قوم کے بعد اور ٹھیرایا تم کو زمین میں تم بنا لیتے ہو اس کے میدانوں میں محل اور پہاڑوں کو کھود کر گھر پس یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو اور مت پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے (۷۲)

سے بلکہ دنیا کے بہت بڑے حصہ سے معدوم کیا اور خدا کی وحدانیت کے اصول کو ایسی وضاحت اور عمدگی سے بتا دیا جس سے امید ہے کہ ان کے پیروؤں میں بت پرستی قائم ہونی ممتنعات عقلی سے ہے اور یہی ایک امر ہے جس کے سبب ابراہیم خلیل اللہ کے پوتے اور عبداللہ کے بیٹے نے خاتم الانبیا ہونے کا تاج پہنا اور اس کے دین نے ۔ "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا" کا خطاب حاصل کیا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدی محمد رسول اللہ و علیٰ آلہ و اتباعہم اجمعین ۔

اب ہم کو اس عذاب کا بیان کرنا باقی ہے جو قوم عاد پر نازل ہوا تھا اور جس کا ذکر ان آیتوں میں آیا ہے جو حاشیہ پر مندرج ہیں[1] وہ عذاب آندھی تھی جو اس ریگستان کے بسنے والوں پر نازل ہوئی تھی آٹھ دن اور سات رات برابر آندھی چلتی رہی اور بخوبی یہ بات خیال میں آ سکتی ہے کہ جب ایسی آندھی ریگستان کے ملک میں چلی جو گرم ملک تھا اور جس میں نہایت سخت لو کی بھی کیفیت ہوگی تو وہاں کے رہنے والوں کا کیا حال ہوا ہوگا بیشک ان کی لاشیں ایسی ہی پڑی ہوں گی کہ گویا درخت جڑ سے اکھڑ کر پڑے ہیں جس کی تشبیہ خدا نے دی ہے "کانھم اعجاز نخل منقعر ۔ کانھم اعجاز نخل خاویہ" لو کی گرمی کے سبب ان کے بدن جھلس کر پک گئے ہوں گے جیسے لوزدہ انسان کا بدن ہو جاتا ہے جس کی تشبیہ خدا نے اس طرح پر دی ہے "ما تذر من شیء اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم" ۔

[1] فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا و لعذاب الاخرۃ اخزی و ھم لا ینصرون ۔
۴۱ ۔ سورۃ فصلت ۔ ۱۵ ۔

کذبت عاد فکیف کان عذابی و نذر ۔ انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر ۔ تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر ۔
۵۴ سورۃ القمر ۱۸ و ۱۹ و ۲۰ ۔

و اما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرھا علیھم سبع لیال و ثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویۃ ۔
۶۹ سورۃ الحاقہ ۶ و ۷ ۔

فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود ۔ ۴۱ فصلت ۱۳ ۔

و اذکر اخا عاد اذ انذر قومہ بالاحقاف و قد خلت النذر من بین یدیہ و من خلفہ الا تعبدوا الا اللہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ۔ قالوا اجئتنا لتافکنا عن الھتنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین ۔ قال انما العلم عند اللہ و ابلغکم ما ارسلت بہ و لکنی اراکم

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (۷۳)

کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے اُن کو جو اُن لوگوں میں سے ایمان لائے تھے جو کمزور سمجھے جاتے تھے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے اُن لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم اُس پر جو اُس کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں (۷۳)

قوم مجرمون۔ فلما راوہ عارضا مستقبل اودیتہم قالوا ہذا عارض ممطرنا بل ہو ما استعجلتم بہ ریح فیہا عذاب الیم۔ تدمر کل شئ بامر ربہا فاصبحوا لا یرٰی الا مساکنہم کذلک نجزی المجرمین۔ ۲۶ سورۃ احقاف ۔ لغایت ۲۴ ◆

وفی عاد اذ ارسلنا علیہم الریح العقیم ما تذر من شئ اتت علیہ الا جعلتہ کالرمیم۔

۵۱ سورۃ ذاریات ۴۱ - ۴۲

وانہ اھلک عادا الاولیٰ۔ ۵۳ سورۃ النجم ۵۰ ◆

ارفکسد بن سام کی اولاد میں حضرت ہود تھے اور ارام بن سام کی اولاد میں عاد اور قوم عاد تھی اسی وجہ سے خدا نے حضرت ہود کو قوم عاد کا بھائی کہا حضرت ہود احقاف میں گئے جہاں قوم عاد بستی تھی اور بت پرستی کرتی تھی تین بت تھے جن کو وہ پوجتے تھے حضرت ہود نے ان کو بت پرستی سے منع کیا اور کہا کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت مت کرو مجھ کو خوف ہے تم پر کسی دن سخت عذاب آویگا۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمارے خداؤں سے ہم کو چھڑا دو اور جس عذاب سے تم ڈراتے ہو اس کو لاؤ اگر تم سچے ہو حضرت ہود نے کہا اس کا علم تو خدا کو ہے میں تو خدا کا پیغام تم تک پہنچا دیتا ہوں۔ ایک دن اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کے ریگستان کی طرف کچھ گھٹا سی چلی آتی ہے اُنہوں نے خیال کیا کہ بادل ہے جو خوب برسیگا مگر وہ نہایت سخت آندھی تھی جس نے سب چیز کو اُکھیڑ کر پھینک دیا ◆

یہ تو قصہ قوم عاد کے عذاب کا ہے مگر جو بحث کہ اس واقعہ پر اور مثل اس کے دیگر واقعات ارضی و سماوی پر ہو سکتی ہے جن کو قرآن مجید میں کسی قوم کی معصیت کے سبب سے اُس واقعہ کا بطور عذاب کے اُس قوم پر نازل ہونا بیان ہوا ہے غور طلب ہے آندھی اور طوفان۔ پہاڑوں کی آتش فشانی اُن سے ملکوں کا اور قوموں کا برباد ہونا زمین کا دھنس جانا قحط کا پڑنا کسی قسم کے حشرات کا زمین میں پانی میں ہوا میں پیدا ہو جانا کسی قسم کے وباؤں کا آنا اور قوموں کا ہلاک ہونا سب امور طبعی ہیں جو اُن کے اسباب جمع ہو جانے پر موافق قانون قدرت کے واقع ہوتے رہتے ہیں انسانوں کے گنہگار ہونے یا نہ ہونے سے اِن واقعات کو کچھ تعلق نہیں ہے اگرچہ توریت یا اور دیگر صحف انبیا میں اس قسم کے ارضی و سماوی واقعات کا سبب انسانوں کے گناہ قرار دیے ہیں جو مثل ایک پوشیدہ بھید کے سمجھ سے خارج ہے اُس سے ہم کو اس مقام پر بحث نہیں مگر قرآن مجید میں بھی ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بلاشبہ تعجب سے

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾	کہا اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ بیشک ہم اُس شخص کے جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو منکر ہیں ﴿۷۶﴾ پھر اُنہوں نے اُس اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور نافرمانی کی اپنے پروردگار کے حکم کی اور کہا اے صالح لے آ ہمارے پاس جو دھمکی تو ہم کو دیتا ہے اگر تو ہے رسولوں میں سے ﴿۷۷﴾

خالی نہیں ہے ✦

اس قسم کے شبہے بلاشبہ انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ شبہات بیشک اصلی ہوتے ہیں کیونکہ حوادث ارضی وسماوی حسب قانون قدرت واقع ہوتے ہیں اُن کو انسانوں کے گناہوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور نہ انسانوں کے گناہ اُن حوادث کے وقوع کا باعث ہوتے ہیں مگر ان شبہات کے پیدا ہونے کا منشا یہ ہے کہ لوگ حقیقت نبوت اور اُس کی غایت کے سمجھنے میں پہلے غلطی کرتے ہیں اور پھر اُس غلطی کی بنا پر اُس شبہ کو قایم کرتے ہیں۔ نبوت ہمیشہ فطرت کے تابع ہوتی ہے اُس کا مقصد حقایق اشیا کو علے ما ہی علیہ بیان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اُس کی غایت تہذیب نفس ہوتی ہے پس جو امور کہ کسی قوم میں یا انسان کے خیال میں ایسے پائے جاتے ہیں جو موید تہذیب نفس کے ہیں گو کہ وہ مطابق حقایق اشیا علے ما ہی علیہ کے نہ ہوں تو انبیا اُن سے کچھ تعرض نہیں کرتے بلکہ وہ اُس کو بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ مطابق حقیقت اشیا علے ما ہی علیہ کے ہے یا نہیں بطور ایک امر مسلمہ مخاطب کے تسلیم کرکے لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص بحث کرنے والا اپنے مخالف کے امر مسلمہ کو باوجودیکہ وہ اس کو صحیح نہ جانتا ہو تسلیم کرکے مخالف ہی کے امر مسلمہ سے مخالف کو ساکت کرنا چاہے پس ایسے مواقع پر یہ سمجھنا کہ جو کچھ انبیا نے تسلیم کیا یا اُس کو اپنے مقصد کے لئے کام میں لائے اُسی کے مطابق حقایق اشیا بھی ہیں یہی غلطی ہے اور یہی غلطی باعث اس قسم کے شبہات کے پیدا ہونے کی ہوتی ہے۔ مثلاً لوگ یقین کرتے تھے کہ خدا نے چھ دن میں زمین وآسمان و تمام کائنات پیدا کی ہے۔ اب ایک پیغمبر اُس قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ جس نے چھ دن میں زمین وآسمان پیدا کئے اُسی کی عبادت کرو پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اُس پیغمبر کا بیان نسبت چھ دن میں آسمان و زمین کی پیدایش کے بطور بیان حقیقت اشیا ما ہی علیہ کے ہے سخت غلطی ہے کیونکہ اُس پیغمبر نے اُس قوم کے امر مسلمہ ہی کو تسلیم کرکے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے کے استحقاق عبادت کو ثابت کیا ہے ✦

انسان کی ابتدائی حالت کی فلاسفی پر غور کرنے سے جو وحشی قوموں کی حالت یا وحشی زمانہ سے شروع ہوتے ہی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح انسان کے دل میں اپنے سے زیادہ قوی و زبردست اشیا کو

www.poetrymania.com©

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۷﴾	پھر پکڑا اُن کو زلزلے نے پھر صبح کی اُنہوں نے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ﴿۷۶﴾ پھر (صالح) اُن سے پھر گیا اور کہا اے میری قوم بیشک میں نے پہنچایا تمہارے پاس پیغام اپنے پروردگار کا اور خیرخواہی کی تمہاری ولیکن تم دوست نہیں جانتے خیرخواہی کرنے والوں کو ﴿۷۷﴾

اپنے گرد دیکھ کر کسی وجود قوی کا جس کو اُنہوں نے خدا تسلیم کیا خیال آیا ہے اُسی کے ساتھ ساتھ اُس کے خوش رکھنے کے لئے اُسی کی عبادت کا بھی خیال ہُوا ہے اور اسی کے ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہُوا ہے کہ دنیا میں جو مصیبتیں آتی ہیں وہ اُس کی خفگی کے اور انسانوں کے افعال سے ناراض ہو جانے کے سبب آتی ہیں پس یہ خیال کہ تمام آفات ارضی وسماوی انسانوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہیں ایک ایسا خیال تھا جو تمام انسانوں کے دلوں میں پیدا ہُوا تھا اور اس زمانہ میں بھی جاہل قوموں کے دلوں میں ویسی ہی مضبوطی سے جما ہُوا ہے۔ یہ خیال خواہ وہ حقیقت اشیا علے ما ہی علیہ کے مطابق ہو یا نہ ہو ایک ایسا خیال ہے جو تہذیب نفس انسانی کا نہایت موید ہے اور بموجب اُس اصول فطرت کے جس کے تابع انبیا علیہم السّلام ہوتے ہیں اُن کو ضرور تھا کہ اس امر مسلمہ کو تسلیم کر کے لوگوں کو تہذیب نفس کی ہدایت کریں۔ پس قرآن مجید کے اس قسم کے بیانات کو جن میں حوادث ارضی وسماوی کو انسان کے گناہوں سے منسوب کیا ہے یہ سمجھنا کہ وہ ایک حقیقت اشیا علے ما ہی علیہ کا بیان ہے اُن سمجھنے والوں کی غلطی ہے نہ قرآن مجید کی ✦

یہ اصول جو میں نے بیان کیا ایک ایسا اصول ہے کہ اگر وہ ذہن میں رکھا جائے تو بہت سے مقامات قرآن مجید کی اصلی حقیقت منکشف ہوتی ہے مگر یہ اصول ایسا نہیں ہے جس کو میں نے ایجاد کیا ہو اور نبوت کو ماتحت فطرت قرار دیا ہو بلکہ اور محققین علما کی بھی یہی رائے ہے جس کا بیان بہت مختصر طور پر "ستة ایام" کے بیان میں گذرا ہے مگر شاہ ولی اللہ صاحب نے تفہیمات الٰہیہ میں اس اصول کو زیادہ تر وضاحت سے بیان کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے اُس کا مطلب بالکل اُسی کے مطابق ہے جو میں نے بیان کیا گو کہ دونوں کے طرز ادا اور طریق تقریر اپنی اپنی طرز پر جدا گانہ مذاق سے ہو ✦

شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ بات جان لینی چاہیے کہ نبوت فطرت کے

اعلم ان النبوة من تحت الفطرة كما ان الانسان قد يدخل في صميم قلبه ويجثم نفسه على مدركات عليها تبتني ما يقام عليه من [illegible] الامور المنبعثة باختياره دون غيرها كذلك	ماتحت ہے جیسا کہ انسان کے کبھی دل میں بہت سے علوم اور باتیں جم کر بیٹھ جاتی ہیں اور اُنہی پر مبنی ہوتی ہیں وہ چیزیں جو اُس پر اُس کے ارادہ میں قائض

www.poetrymania.com©

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمۡ بِهَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۸﴾ اِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۷۹﴾	اور (بھیجا ہم نے) لوط کو جس وقت اُس نے کہا اپنی قوم کو کیا تم فحش کام کرتے ہو کہ اُس کو تم سے پہلے کسی ایک نے بھی جہانوں کے لوگوں میں سے نہیں کیا ﴿۷۸﴾ بیشک تم مردوں کے پاس آتے ہو شہوت رانی کو عورتوں کے سوا ۔ تم ایک قوم ہو حد سے گذری ہوئی ﴿۷۹﴾

کل قوم واقلیم لھم فطرۃ فطروا علیھا امورھم کلھا کاستقباح الذبح والقول بالقدم فطرۃ فطر الھنود علیھا وجواز الذبح والقول بحدوث العالم فطرۃ فطر علیھا بنو سام من العرب والفارس فانما یجیٔ النبی یتامل فیما عندھم من الاعتقاد والعمل فما کان موافقا لتھذیب النفس یثبتہ لھم ویرشدھم الیہ وما کان یخالف تھذیب النفس فانہیٰھم عنہ وقد یحصل بعض الاختلاف من قبل اختلاف نزول الجود کما ذکرنا فی توجہ الحس الی القوی الفلکیۃ وتوجہ الحنفاء الی الملاء الاعلیٰ لا غیر وکما ذکرنا فی عموم بعثۃ النبی خاتمتہ بخلاف سائر النبوۃ فالنبوۃ سوینہ وتھذیبہ وجعلہ کاحسن ما ینبغی سواء کان ذلک الشئ شمعا وطینا فالفطرۃ والملۃ بمنزلۃ المادۃ کالشمع والطین فلا تعجب باختلاف احوال الانبیاء علیھم السلام و اختلاف امورھم عما یتعلق بالمادۃ فاصل النبوۃ تھذیب النفس باعتقاد تعظیم اللّٰہ والتوجہ الیہ وکسب ما یُنجی من عذاب اللّٰہ فی الدنیا والاخرۃ و اما مجازات السیئۃ ففی الدورۃ الاولی کان لا یتوقف علی معرفۃ البعث بعد الموت ولا الملٰئکۃ وفی الدورۃ الاخری توقف علی الایمان باللّٰہ بالصفات المقتضیۃ والملائکۃ وکتبہ ورسلہ والایمان بالبعث بعد الموت اما مسئلۃ قدم العالم وحدوثہ ومسئلۃ التناسخ ومسئلۃ تحریم الذبح وحلہ ومسئلۃ الصفات اللّٰہ التی من التجدد والتنقل والصفات الحادثۃ کالرویۃ والنزول والارادۃ المتجددۃ والبداء

ہوتی ہیں پھر وہ اُن چیزوں کی صورتوں کو دیکھتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا ہے نہ اُس کے سوا اور کسی کو ایسے ہی ہر ایک قوم اور اقلیم کی ایک فطرت ہے جس پر اُس کی سب باتیں پیدا کی گئی ہیں۔ جیسے جانور کے ذبح کرنے کو بُرا جاننا اور عالم کو قدیم کہنا یہ ایک فطرت ہے کہ فطرت ہنود کی اس پر ہے اور ذبح جانور کو جائز ماننا اور عالم کو حادث کہنا فطرت ہے جس پر بنی سام یعنی عرب اور فارس مخلوق ہوئے ہیں نبی جو آیا کرتا ہے وہ اُن کے علوم اور اعتقادات اور اعمال میں تامل کیا کرتا ہے جو اُن میں سے موافق تہذیب نفس کے ہوتا ہے اُس کو ثابت رکھتا ہے اور اُن کو وہی راہ چلاتا ہے اور جو کہ تہذیب نفس کے خلاف ہو اُس سے منع کرتا ہے اور کبھی کچھ اختلاف ہو جاتا ہے بوجہ اختلاف فیض الٰہی جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے بیچ معاملہ متوجہ ہونے مجوس کے قواے فلکیہ کی جانب اور متوجہ ہونے حنفا کے ملاء اعلیٰ کی جانب اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے بعثت نبی کے عام ہونے اور خاتم النبیین کے بیان میں بخلاف دنبیوں کے پس نبوت اُس فطرت کا درست اور آراستہ کرنا ہے اور اُس کو درست کرنا جس قدر اُس کا عمدہ تر ہونا ممکن ہے،

www.poetrymania.com©

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۱﴾	اور نہ تھا اُن لوگوں کا جواب بجز اس کے کہ انھوں نے کہا نکال دو ان کو اپنی بستی سے بیشک وہ آدمی ہیں اپنے تئیں پاک بتانے والے ﴿۸۰﴾ پھر نجات دی ہم نے اُس کو اور اُس کے لوگوں کو بجز اُس کی عورت کے کہ وہ تھی پیچھے رہجانے والوں میں ﴿۸۱﴾

وغیر ذلك فانها كلها من الفطرة والمادة ليست
بحث عن ذلك بالاصالة (تفہیمات)

خواہ وہ شے سوم ہو خواہ گار انعات نزب کے لئے
بمنزلہ مادہ کے ہے مثل سوم اور گوندھی منی کے

پس تعجب نہ کرنا چاہیے اختلاف احوال انبیا سے اور اُن کے اس اختلاف سے جو اُن امور سے متعلق
ہیں جو بمنزلہ مادہ کے ہے پس اصل نبوت تہذیب نفس کی ہے اللہ تعالےٰ کی عظمت کے اعتقاد سے
اور اُس کی طرف متوجہ ہونے سے اور اُن امور کے کرنے سے جو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے دنیا
اور آخرت میں بچاوے برائی کا بدلہ پہلے زمانہ میں اس پر موقوف نہ تھا کہ مرنے کے بعد اُٹھنے کو
جانیں اور ؟ پچھلے زمانہ میں اس پر موقوف ہے کہ اللہ پر ایمان لاویں اور اُس کی صفات تعظیمیہ پر
اور فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے سب رسولوں پر اور مرنے کے بعد اُٹھنے پر ایمان
لاویں اور مسئلہ قدم عالم اور حدوث عالم اور مسئلہ تناسخ اور مسئلہ حرام ہونے ذبح جانور کا اور مسئلہ
صفات کا جو کہ بدلتے رہتے ہیں اور صفات جو کہ حادث ہیں جیسے دیکھنا اور اُترنا اور نیا ارادہ اور
ایسے ہی اور صفات پس یہ مسئلہ فطرتی ہے اور بمنزلہ مادہ کے ہے ایسے مسائل سے اصلی طور پر نبی
بحث کرتا ہے۔ یہ بیان شاہ ولی اللہ صاحب کا ہماری دلیل سے بالکل مطابق ہے بلکہ یوں کہنا
چاہیے کہ ہماری دلیل کا ماخذ یہی بیان ہے جو نہایت عالی دماغی اور بلاخوف لومۃ لائم کے
شاہ صاحب نے فرمایا ہے ✦

قوم ثمود

ثمود جس کے نام سے قوم ثمود مشہور ہوئی جثر بن ارام بن سام بن نوح کا بیٹا ہے۔ اور عاد اور
اور ہود کا ہمعصر ہے حضرت صالح پیغمبر اُس کی چھٹی پشت میں ہیں اور اسی لئے زمانہ حضرت صالح کا
اخیر انیسویں یا شروع بیسوی صدی دنیاوی میں اور قریباً سو برس پیشتر حضرت ابراہیم سے پایا
جاتا ہے ✦

قوم ثمود الحجر میں آباد تھی اور پہاڑ کو کھود کر اُس میں گھر بنائے تھے تقویم البلدان میں
اسمٰعیل ابوالفدا نے ابن حوقل کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اُن پہاڑوں میں گیا تھا اور اُس نے اُن کا

www.poetrymania.com©

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ
لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور برسایا ہم نے اُن پر برسانا پھر دیکھ کیا ہوا
انجام گنہگاروں کا ﴿۸۴﴾ اور (بھیجا ہم نے)
مدین کے لوگوں کے پاس اُن کے بھائی شعیب کو
اُس نے کہا کہ اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے
تمہارے لئے کوئی معبود بجز اُس کے - بیشک آئی ہے تمہارے
پاس دلیل تمہارے پروردگار سے پھر پورا کرو پیمانہ کو اور
ترازو کو اور مت کم دو اُن لوگوں کو اُن کی چیزیں
اور نہ فساد کرو زمین میں اُس کی اصلاح ہو جانے
کے بعد یہ ہے بہتر تمہارے لئے اگر تم ایمان
والے ہو ﴿۸۵﴾

کو دیکھا تھا جو پہاڑ کو کھود کر بنائے تھے - افسوس ہے کہ سلاطین اسلامیہ نے اس طرح پر عرب کے قدیم حالات کی تحقیقات نہیں کی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جزیرہ عرب میں بہت سی ایسی چیزیں موجود ہونگی جن سے پرانے تاریخی حالات کی صحت پر بہت کچھ مدد مل سکتی ہے +

عاد اولے حضرت نوح سے پانچویں پشت میں تھا اور عاد اور ثمود دونوں آپس میں بھائی تھے قوم عاد کے برباد ہونے کے بعد قوم ثمود نے ترقی کی تھی جس کی نسبت خدا نے فرمایا "واذکروا اذجعلکم خلفاء من بعد عاد" اور چونکہ قوم ثمود نے قوم عاد کے بعد ترقی کی تھی اسی سبب سے ثمود کو عاد ثانی کہتے ہیں جیسے کہ نوح کو آدم ثانی +

حضرت صالح قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے جو واقعات کہ اُن کے زمانہ نبوت میں

والی ثمود اخاهم صالحا قال یا قوم اعبدوا
الله مالکم من اله غیره قد جاءتکم بینة من
ربکم هذه ناقة الله لکم آیة فذروها تاکل
فی ارض الله ولا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب
الیم - واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد
وبواکم فی الارض تتخذون من سهولها قصورا
وتنحتون الجبال بیوتا فاذکروا آلاء الله ولا تعثوا
فی الارض مفسدین فعقروا الناقة وعتوا عن امر ربهم
واخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جاثمین۔
(الاعراف)
قال یا قوم ارأیتم ان کنت علی بینة من ربی

گذرے اُن کا بیان سند جہ حاشیہ آیتوں میں ہے
اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صالح نے اُن لوگوں
سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو خدا کی عبادت کرو
تمہارے لئے اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اُن
لوگوں نے کہا کہ تم تو سحر زدہ ہو تم تو ہم ہی جیسے ایک
آدمی ہو - اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی لاؤ - حضرت
صالح نے کہا کہ تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے
پروردگار کے پاس سے آئی ہے - یہ اللہ کی اونٹنی
تمہارے لئے نشانی ہے اُس کو چھوڑ دو کہ خدا کی

www.poetrymania.com©

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ
بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا
اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۴﴾
وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا
بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ
لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ
اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور مت گھات میں بیٹھو ہر رستہ میں کہ ڈراتے ہو اور بند کرتی
ہو اللہ کے رستہ سے اس کو جو اُس کے ساتھ ایمان لایا ہے
اور چاہتے ہو اس میں کجروی۔ اور یاد کرو جبکہ تم تھے
تھوڑے پھر زیادہ کر دیا تم کو اور دیکھو کیا ہوا انجام
فساد کرنے والوں کا (۸۴) اور اگر ہے تم میں کوئی
گروہ کہ ایمان لایا ہے اُس پر جس کے ساتھ میں
بھیجا گیا ہوں اور کوئی گروہ کہ نہیں ایمان لایا تو
صبر کرو یہاں تک کہ حکم کرے اللہ ہم میں اور وہ
بہت اچھا حکم کرنے والا ہے (۸۵)

وآتانی منه رحمة فمن ینصرنی من الله ان عصیته
فما تزیدوننی غیر تخسیر۔ و یا قوم هذه ناقة الله
لکم آیة فذروها تاکل فی ارض الله ولا تمسوها
بسوء فیاخذکم عذاب قریب فعقروها فقال
تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام ذلک وعد غیر مکذوب۔
فلما جاء امرنا نجینا صالحا والذین آمنوا معه برحمة
منا ومن خزی یومئذ ان ربک هو القوی العزیز
واخذ الذین ظلموا الصیحة فاصبحوا فی دیارهم
جاثمین ’’ هود ۔ ۶۹ ۔ ۶۰
قالوا انما انت من المسحرین ما انت الا بشر مثلنا
فات بآیة ان کنت من الصدقین۔ قال هذه
ناقة لها شرب ولکم شرب یوم معلوم ۔ و
لا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم ۔
فعقروها فاصبحوا نادمین۔ فاخذهم العذاب
ان فی ذلک لآیة وما کان اکثرهم مومنین ۔
(۲۶ ۔ شعراء ۱۵۳ ۔ ۱۵۰)
واما ثمود فهدینٰهم فاستحبوا العمی علی الهدی
فاخذتهم صاعقة العذاب الهون بما کانوا یکسبون۔
(۴۱ ۔ فصلت ۱۷)
انا مرسلوا الناقة فتنة لهم فارتقبهم واصطبر۔
ونبئهم ان الماء قسمة بینهم کل شرب محتضر فنادوا
صاحبهم فتعاطی فعقر فکیف کان عذابی ونذر ۔
انا ارسلنا علیهم صیحة واحدة فکانوا کهشیم
المحتظر (۵۴ ۔ سورة القمر ۔ ۲۷ ۔ ۳۱) ✦

زمین میں چرتی پھرے۔ باقی رہا پانی ایک دن اُسکو
پی لینے دیا کرو اور ایک دن تم لے لیا کرو اور اُس کو
کچھ برائی مت پہنچاؤ نہیں تو تم کو دکھ دینے والا
عذاب پکڑ لیگا۔ وہ لوگ اونٹنی سے تنگ آ گئے
اُنہوں نے اُس کو ذبح کر ڈالا یا اُس کی کونچیں کاٹ
دیں کہ مر گئی۔ حضرت ہود نے کہا کہ تین دن اپنی
جگہ میں چین کر لو عذاب آنے کا وعدہ نہیں ٹلنے کا
اُس کے بعد اُن پر خدا کا عذاب پڑا کہ بڑی گڑگڑاہٹ ہوئی
سے اور حد سے زیادہ بھونچال آیا اور وہ اپنے
بسنے کی جگہ میں گھٹنوں کے بل گر کر مر گئے ✦
قرآن مجید میں تو یہ قصہ اسی قدر ہے مگر ہمارے
مفسرین نے اس قصہ کو ایک تودہ طوفان بنا دیا
ہے جس کے لئے کوئی معتبر سند بھی نہیں ہے۔
اُنہوں نے قرآن مجید کے ان لفظوں کو کہ ’’ فأت
بآیة ان کنت من الصادقین ‘‘ اور ان لفظوں کو کہ
’’ قد جاءتکم بینة من ربکم ‘‘ دیکھ کر تصور
کیا کہ وہ اونٹنی کسی عجیب و معجزہ طریقے سے پیدا ہوئی
ہوگی۔ کچھ عجب نہیں کہ پہلے سے عرب میں اُس

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۶﴾	کہا اُس قوم کے سرداروں میں سے اُن لوگوں نے جو تکبر کرتے تھے کہ ضرور ہم تجھ کو نکال دینگے اے شعیب اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں تیرے ساتھ اپنی بستی سے یا یہ کہ پھر آجاؤ تم ہمارے دین میں۔ شعیب نے کہا گو کہ ہم کراہیت کرنیوالے ہوں ﴿۸۶﴾

فاما ثمود فاھلکوا بالطاغیۃ (۶۹-الحاقۃ-۵) +
کذبت ثمود بطغوٰھا۔ اذ انبعث اشقٰھا۔ فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیھم ربھم بذنبھم فسوّٰھا +
(۹۱-سورۃ الشمس ۱۱-۱۴) +

اونٹنی کی نسبت عجیب باتیں مشہور ہوگئی مفسرین نے اُن افواہی باتوں کو قرآن مجید کے اُن الفاظ کے خیال سے سچ سمجھا اور تفسیروں میں لکھ دیا حالانکہ اُس کے لئے کوئی معتبر سند نہیں ہے +

اُنھوں نے لکھا ہے کہ جب حضرت صالح نے بتوں کی پرستش سے اُن کو منع کیا اور خدائے واحد کی پرستش کی ہدایت کی تو قوم ثمود نے جس میں کہ خود حضرت صالح بھی تھے معجزہ طلب کیا۔ حضرت صالح نے کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ تم ہمارے تیوہار کے دن ہمارے ساتھ چلو ہم اپنے بتوں کو نکالینگے تم خدا سے معجزہ مانگنا ہم اپنے بتوں سے مانگینگے۔ اگر تمہاری دعا کا اثر ہؤا تو ہم تمہارے مرید ہوجاوینگے اور اگر ہماری دعا کا اثر ہؤا تو تم ہمارے مرید ہوجانا۔ اس اقرار پر دونوں شہر کے باہر گئے اُنھوں نے اپنے بتوں سے کچھ دعا مانگی مگر کچھ نہ ہوا حضرت صالح سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس پہاڑ کے ٹکڑے میں سے ایک اونٹنی نکلے حضرت صالح نے اُن سے اقرار لیا کہ اگر نکلے تو تم ایمان لے آؤ گے سب نے اقرار کیا جب بات پکی ہوگئی تو حضرت صالح نے دو رکعت نماز کی پڑھی اور خدا سے دعا مانگنی شروع کی۔ وہ پہاڑ کا ٹکڑا پھولنا شروع ہؤا اور حاملہ کے پیٹ کی مانند پھول گیا۔ پھر پھٹا اور اُس میں سے نہایت بڑی موٹی مستنڈی اونٹنی نکلی۔ اور اُسی وقت اُس نے اپنے برابر کا بچہ بھی دیدیا +

اُس اونٹنی کا پیدا ہونا ہی عجیب طرح پر بیان نہیں کیا بلکہ اُس کی عجیب عجیب صفات بھی بیان کی ہیں۔ لکھا ہے کہ جہاں قوم ثمود رہتی تھی وہاں پانی بہت کم تھا اور ٹھیرا تھا کہ ایک دن وہ پانی اونٹنی پیا کرے اور ایک دن وہ لوگ پیا کریں۔ اونٹنی میں یہ عجیب صفت تھی کہ وہ سارا پانی جس کو تمام لوگ پی سکتے تھے سڑپ جاتی تھی اور پہاڑ پر چلی جاتی تھی پھر وہاں سے آتی تھی اور لوگ اُس کا دودھ دُہتے تھے اور اس قدر کثرت سے دودھ ہوتا تھا کہ تمام قوم کے لئے بجائے پانی کے کافی ہوتا تھا +

حضرت صالح نے کہا کہ تمہارے شہر میں ایک لڑکا پیدا ہونے کو ہے کہ تمہاری موت

www.poetrymania.com©

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾

بیشک ہم نے جھوٹا افترا کیا ہوگا اللہ پر اگر ہم پھر آجاویں تمہارے دین میں بعد اس کے کہ نجات دی ہم کو اللہ نے اُس سے۔ اور نہیں ہو سکتا کہ ہم پھر آجاویں اُس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ پروردگار ہمارا۔ گھیر لیا ہے ہمارے پروردگار نے ہر چیز کو (اپنے) علم میں اللہ پر ہمارا توکل ہے۔ اے ہمارے پروردگار فیصلہ کر دے ہم میں اور ہماری قوم میں ٹھیک ٹھیک اور تو بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۹﴾

اُس کے ہاتھ سے ہوگی انہوں نے یہ بات سن کر جو لڑکا پیدا ہوا اُس کو مار ڈالا یہاں تک کہ نو لڑکوں کو مارا جب دسواں لڑکا پیدا ہوا کہا کہ جبکہ اب تو ہم نہ ماریں گے مگر بدبختی سے یہ وہی لڑکا تھا جس کے ہاتھ سے اُن کی موت ہونے والی تھی۔

بہرحال وہ لڑکا بڑا ہوا جوان ہوا یاروں میں بیٹھنے لگا ایک دن وہ اپنے یاروں کی مجلس میں تھا اور سب نے شراب پینے کا ارادہ کیا اور شراب میں پانی ملانے کو پانی چاہا مگر وہ دن اونٹنی کے پانی پینے کا تھا وہ سب پانی پی گئی تھی ایک قطرہ شراب میں ملانے کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔

اُس جوان کو نہایت غصہ آیا وہ پہاڑ میں گیا اور اونٹنی کو بلایا جب آئی تو اُس کو ذبح کر ڈالا یا کونچیں کاٹ ڈالیں کہ وہ مر گئی۔ پھر اُن پر تین دن میں عذاب آیا پہلے دن سب کے بدن سرخ ہو گئے۔ دوسرے دن زرد ہو گئے۔ تیسرے دن کالے ہو گئے۔ اس پر بھی نہ مرے۔ تب بھونچال آیا اور اُس کے سبب سے مر گئے۔ اس قصہ کا لغو اور مہمل ہونا خود اس قصہ سے ظاہر ہوتا ہے مفسرین نے بھی اس قصہ کو اگرچہ لکھا ہے مگر چنداں اعتبار نہیں کیا بعضوں نے تو "روی" کر کر لکھا ہے جو لفظ خود قصہ کے ضعیف اور بے سند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ صاحب تفسیر کبیر نے لکھا ہے کہ قرآن سے پایا جاتا ہے کہ اس اونٹنی میں کچھ نہ کچھ ایک نشانی تھی مگر یہ بات کہ وہ کیا نشانی تھی اور کس طرح پر تھی بیان نہیں ہوئی مگر اتنی بات معلوم ہے کہ وہ کسی نہ کسی وجہ سے معجزہ تھی۔

اعلم ان القرآن قد دل علی ان فیہا اٰیۃ فاما ذکر انہا کانت اٰیۃ من ای الوجوہ فہو غیر مذکور والعلم حاصل بانہا کانت معجزۃ من وجہ مالا محالۃ۔
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۹۱)

مگر میں کہتا ہوں کہ جس وجہ سے صاحب تفسیر کبیر نے اُس کو معجزہ یا فوق الفطرت قرار دیا ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔

ثمود کی قوم نے بتوں کی پرستش اختیار کی تھی اور کئی نسلیں اُن کی بت پرستی میں گذر گئی تھیں جب حضرت صالح نے ایسے خدائے واحد کی پرستش کی ہدایت کی جس کی نہ کوئی صورت

www.poetrymania.com©

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ ﴿۹۰﴾	اور کہا اُن سرداروں نے جو کافر تھے اُسی کی قوم سے کہ اگر تم پیروی کرو گے شعیب کی تو بیشک تم اُس وقت ہو گے نقصان پانے والے ﴿۹۰﴾

بے شکل ہے نہ اُس کا وجود دکھائی دیتا ہے نہ کوئی اُس کے پاس جا کر اُسے دیکھ سکتا ہے صرف خیال ہی خیال میں وہ ہے اور خیال میں بھی بیچون و بیچگون مبرا حیز و مکان اور شکل و صورت وجہت و مثال سے تو ایک فطرتی بات تھی کہ ایک شستی بت پرست کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو اُس کی نشانی لاؤ جس کے ذریعہ سے وہ اُس بن دیکھے خدا کی پرستش کریں کیونکہ بغیر کسی ظاہری چیز کے اُن کے دل کو تسلی نہیں ہوسکتی تھی۔ اُنھوں نے ایک اونٹنی کو بطور سانڈ کے چھوڑ دیا کہ یہ خدا کی اونٹنی ہے اور تمہارے لئے خدا کی نشانی ہے اُس کو کسی قسم کی ایذا مت پہنچاؤ اور چرنے چھوڑ دو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح پر جانوروں کے چھوڑنے کی قدیم رسم تھی عرب متعدد طرح پر سانڈ چھوڑتے تھے۔ اونٹنی جب پانچ بچے جن لیتی تھی تو اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور جہاں وہ چرتی چرنے دیتے تھے اور پانی پینے سے نہ ہکاتے تھے۔ بیماری سے اچھا ہونے یا سفر سے آنے پر یا دس برس خدمت لینے کے بعد اونٹ کو بتوں کے نام پر بطور سانڈ کے چھوڑتے تھے جو بحیرہ اور سائبہ اور حام کے نام سے مشہور ہیں حضرت صالح نے بھی اسی طرح اس اونٹنی کو چھوڑا صرف اتنا فرق کیا کہ کسی بت یا کسی مخلوق کے نام پر نہیں چھوڑا بلکہ خدا کے نام پر چھوڑا۔

آیت کے لفظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں اور اس لئے مصنف تفسیر کبیر کا یہ لکھنا کہ "والعلم حاصل بانها كانت معجزة بوجه ما لا محالة" صحیح نہیں ہے۔ آیت کے معنی نشانی کے ہیں۔ محمد بن ابی بکر الرازی نے لغات قرآن میں لکھا ہے کہ الاية العلامة ومنه قوله تعالى ان اية ملكه، وقوله تعالى، وجعلنا الليل والنهار آيتين، اى علامتين "پس آیت کے لفظ سے یہ قرار دینا کہ وہ اونٹنی یا سانڈنی ایک معجزہ تھی جو خلاف قانون قدرت یا مافوق الفطرت پیدا ہوئی تھی قابل تسلیم نہیں ہے۔

دوسرا لفظ ان آیتوں میں "بينة من ربكم" لکھا ہے۔ ان الفاظ کا جو قرآن مجید میں ترجمہ یہ ہے کہ "کہا (صالح) نے اے میری قوم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی خدا سوائے اُس کے۔ بیشک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے پروردگار سے۔ یہ اونٹنی اللہ کی تمہارے لئے نشانی ہے" اگر یہ کہا جاوے کہ اونٹنی ہی وہ دلیل تھی تو الفاظ لکم آية بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ اُس حالت میں صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ قد جاءتكم بينة

www.poetrymania.com©

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ (۷۸)	پھر پکڑا اُن کو زلزلہ نے پھر انھوں نے صبح کی اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے (۷۸)

من ربکم ھذہ ناقۃ اللہ فذروھا تاکل الخ دوسرے یہ کہ خدا کی تمام مخلوقات وہ کسی طرح پر پیدا ہو خدا پر دلیل ہے اونٹنی کے پیدا ہونے سے گو کہ وہ کسی عجیب طرح سے پیدا ہوئی ہو خدا پر دلیل ہونے کی کچھ خصوصیت نہیں ہو سکتی پس صاف ظاہر ہے کہ قد جاءتکم بینۃ من ربکم جدا جملہ ہے اور اس سے وہ دلیل مراد ہے جو انبیا اپنی اُمت کو خدا تعالےٰ کے وجود اور اُس کی توحید اور اُس کے استحقاق عبادت کی نسبت بتاتے ہیں اور ،،ھذہ ناقۃ اللہ لکم اٰیۃ الی الاخر جملہ مستانفہ ہے اُس کو بینۃ من ربکم سے کچھ تعلق نہیں ہے ؂

اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ اُس کو بینۃ من ربکم سے تعلق ہے تو بھی اُس سے کوئی نتیجہ سوائے اس کے نہیں نکلتا کہ حضرت صالح نے اُس اونٹنی کو جس طرح ایک نشانی بتایا تھا اُسی طرح اور اُسی مقصد سے اُس کو دلیل یا گواہ بھی کہا تھا۔ بینہ کے لفظ سے اُس سانڈھنی کا معجزہ ہونا اور خلاف قانون قدرت یا ما فوق الفطرت پیدا ہونا کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ خدا تعالےٰ نے تمام قصہ حضرت صالح کا بیان کیا اور جو بات سب سے مقدم اور سب سے زیادہ عجیب تھی کہ پہاڑ کو فی الفور اونٹنی کا حمل رہا اور وہ مثل حاملہ کے پیٹ کے پھولنا شروع ہوا اور شق ہو گیا اور اونٹنی پلی پلائی ساٹھ گز چوڑی اور معلوم نہیں کس قدر لمبی سنڈ مسنڈ اُس میں سے پیدا ہوئی اور پیدا ہوتے ہی اپنی برابر کا بچہ جنا اور قدرتی مسئلہ المظروف اقصر من الظرف والجزء اقصر من الکل کو بھی باطل کر دیا۔ اُس کا بیان بالکل چھوڑ دیا۔ اور مفسرین کو اُس کا الہام کیا کیونکہ انھوں نے بغیر غور و فکر اور بغیر کسی معتبر سند کے اس قصہ کو لکھا ہے جو بغیر الہام کے اور کسی طرح لکھا نہیں جا سکتا تھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے مفسروں نے ایسے ہی لغو بے معنی قصوں کو قرآن مجید کی تفسیروں میں داخل کر کے مسائل مستحکم اسلام کو مضحکۂ اطفال بنایا ہے اور اُس کے نور عالم افروز کو لغویات کے گرد و غبار سے دھندلا کر دیا ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے آمین ؂

جب کہ اُن لوگوں نے اُس سانڈھنی کو مار ڈالا اور کفر و بت پرستی کو نہ چھوڑا تو حضرت صالح نے فرمایا کہ تم تین دن اور چین کر لو پھر تم پر خدا کا عذاب ضرور ہو دیگا۔ اعداد جو ایسے مقام پر بیان ہوتے ہیں اُن سے وہی عدد مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک زمانہ مراد ہوتا ہے اس طرح کے کلام کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ چند روز تم اور چین کر لو پھر تم پر عذاب ہوگا بدکار انسان کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ تین دن کا یا چند روز کا یہ عیش و آرام ہے اور اُس سے اُس کی تمام عمر مراد ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا حال معلوم ہوگا پس اسی طرح حضرت صالح نے فرمایا ،،تمتعوا

www.poetrymania.com©

اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا کَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۵۰﴾	جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو (وہ ہو گئے ایسے کہ) گویا بسے نہ تھے اُن میں ۔ جن لوگوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی تھے نقصان پانیوالے ﴿۹۰﴾

فی دیارکم ثلثۃ ایام“ +

جو آفت کہ قوم ثمود پر آئی وہ شدید بھونچال تھا لفظ طاغیہ جو بعض آیتوں میں ہے وہ اُس کی شدت اور حد سے زیادہ ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ لفظ صیحۃ کا اُس بھونچال کی آواز گڑگڑاہٹ پر اشارہ کرتا ہے اور رجفہ کے معنی بھونچال کے ہیں غرضکہ جس طرح عادت اللہ جاری ہے بھونچال کے آنے سے وہ قوم غارت ہوگئی یعنی اُس کے بہت سے آدمی مر گئے اور بہت سے بچے بھی رہے قوم ثمود کے مکانات پہاڑوں میں بھی تھے اور میدانوں میں بھی تھے میدانوں کے مکانات پر تو بھونچال سے صدمہ ظاہر ہے مگر پہاڑ کے اندر کے مکانات پر بھی متعدد طرح سے صدمہ پہنچ سکتا ہے یہ واقعہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس کو معجزہ یا خلاف قانون قدرت یا ما فوق الفطرت تصور کیا جاوے ابھی یہ واقعہ ہوا ہے کہ اندلس[1] کے علاقہ میں ایک بھونچال کے سبب ایک ہزار آدمی مر گیا +

حضرت لوط کا قصہ سورہ ہود میں زیادہ تفصیل سے ہے اور اُسی مقام پر اُس سے بحث کرنی زیادہ مناسب ہے اس لئے اس بحث کو سورہ ہود کی تفسیر میں لکھینگے مگر حضرت شعیب کے قصہ کا اس مقام پر بیان کرتے ہیں +

﴿۸۳﴾ (والی مدین اخاھم شعیبا) مدین ۔ حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے جو قطورا کے پیٹ سے قریباً سنہ ۲۱۵۱ دنیوی کے پیدا ہوا تھا ۔ مدین کا بیٹا عیفاہ تھا ۔ جس کو بعض عربی کتابوں میں غلطی سے عنقا لکھ دیا ہے ۔ یہاں تک تو حسب توریت میں مندرج ہے (دیکھو سفر پیدایش باب ۲۵ ورس ۱ و ۴) اُس کے بعد تاریخ کی کتابوں میں اختلاف ہے ۔ مگر اُن اختلافات سے جو امر ہمارے نزدیک زیادہ تر قرین صحت ہے یہ ہے کہ عیفاہ کا بیٹا نوبہ یا نابت تھا ۔ اور اُس کا بیٹا ضیعون اور ضیعون کے بیٹے حضرت شعیب ہیں پس حضرت شعیب حضرت ابراہیم سے پانچویں پشت میں ہیں +

مدین ۔ جہاں حضرت ابراہیم کے بیٹے مدین نے سکونت اختیار کی تھی رفتہ رفتہ وہاں شہر آباد ہوگیا ۔ اور مدین ہی اس شہر کا نام ہوگیا بطلیموس کے جغرافیہ میں (موڈیانا) اس شہر کا نام لکھا ہے وہ شہر بحر قلزم کے کنارہ سے کسی قدر فاصلہ پر حجاز عرب میں واقع ہے کوہ سینا کے جنوب مشرق میں اب یہ شہر بالکل ویران ہے کچھ نشان کھنڈرات وہاں اب تک موجود ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں ایک قدیم کنواں موسیٰ کے وقت کا بھی موجود ہے +

[1] ۔۔۔ ملک ہے جسے انگریزی جغرافیہ میں ۔۔۔ لکھا جاتا ہے ۔۔۔ + احمد بابا مقدوم

www.poetrymania.com©

فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَـكُمۡ فَكَيۡفَ اٰسٰى عَلٰى قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ (۹۱)

پھر شعیب نے ان کو پھیرا اور کہا اے میری قوم میں نے تم کو پہنچا دیے پیغام اپنے پروردگار کے اور میں نے خیر خواہی کی تمہاری تو پھر میں کیونکر افسوس کروں کافروں کی قوم پر (۹۱)

حضرت شعیب کا قصہ بالکل سادا اور سیدھا ہے مفسرین نے بھی اس قصہ میں بہت ہی کم رنگ آمیزی کی ہے صاحب تفسیر کبیر اس بات سے کہ شعیب پیغمبر پاس کوئی معجزہ نہ تھا نہایت متعجب ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ گو قرآن میں خدا نے اُن کے کسی معجزہ کو نہ بیان کیا ہو مگر ضرور

انه (ای الشعیب) ادعی النبوة فقال قد جاءتکم بینة من ربکم۔ ویجب ان یکون المراد من البینة ههنا المعجزة لانه لابد لمدعی النبوة والا لکان متنبیاً لا نبیاء فهذه الایة دلت علی انه حصلت له معجزة دالة علی صدقه فاما ان تلک المعجزة من ای الانواع کانت فلیس فی القرآن دلالة علیه کما لم یحصل فی القرآن الدلالة علی کثیر من معجزات رسولنا۔ تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ +

اُن کے پاس معجزہ ہوگا۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ شعیب حضرت شعیب نے نبوۃ کا دعوے کیا پھر کہا کہ آئی ہے تمہارے پاس بینہ یعنی دلیل یا گواہی تمہارے پروردگار کے پاس سے۔ اور واجب ہے کہ اس جگہ بینہ سے مراد معجزہ ہو کیونکہ جو شخص نبوت کا دعوے کرے اُس کے لئے معجزہ کا ہونا ضرور ہے اور نہیں تو وہ متنبی ہوگا نہ سچا نبی۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کے پاس کوئی معجزہ تھا جو اُن کے سچا ہونے پر دلالت کرتا تھا۔ مگر یہ بات کہ وہ معجزہ کس قسم کا تھا قرآن میں اس پر کچھ اشارہ نہیں ہے جیسے کہ قرآن میں ہمارے رسول خدا کے بہت سے معجزوں پر کچھ اشارہ نہیں ہے + (انتہی)

اس کے بعد صاحب تفسیر کبیر نے تفسیر کشاف سے حضرت شعیب کے چند معجزے نقل کیے ہیں اور جیسے کہ وہ فی نفسہ لغو ہیں ویسے ہی تاریخانہ امور کے لحاظ سے بھی غلط ہیں پس ہم کو اس مقام پر اُن کے ذکر کی ضرورت نہیں ہم صرف اُسی مضمون پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو قرآن مجید سے پیدا ہوتا ہے +

قرآن مجید میں حضرت شعیب کا قصہ نہایت صاف طرح پر بیان ہوا ہے بہت سا حصہ اس کا تو اسی سورۃ میں ہے اور پھر اُسی کی مثل سورہ ہود میں اور سورہ شعرا میں اور سورہ عنکبوت میں آیا ہے اور وہ ایسے صاف لفظوں میں ہے جن کو بجز ترجمہ کے اور کسی تفسیر کی حاجت نہیں +

(۱۰۱) (ثم بعثنا من بعدهم موسٰی) اس آیت سے حضرت موسےٰ اور فرعون کا قصہ شروع ہوا ہے۔ اس قصہ میں مندرجہ ذیل امور بحث طلب ہیں +

۱۔ تحقیق لفظ آیہ ولفظ بینہ۔ ۲۔ حقیقت سحر اور یہ کہ کن معنوں میں اُس کا استعمال ہوتا ہے۔ ۳۔ بیان تخییل تحرک حبل وعصائے سحرۂ فرعون۔ ۴۔ بیان عصائے موسٰے اور اُس کا بطور

www.poetrymania.com©

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾	اور ہم نے نہیں بھیجا کسی بستی میں کوئی نبی مگر ہم نے اُسی کے لوگوں کو پکڑا بلا میں اور دکھ میں تاکہ وہ عاجزی کریں ﴿۹۴﴾

۔ دے کے دکھائی دینا ۔ ۵ ۔ بیان ید بیضا ۔ ۶ ۔ ذکر قتل اولاد بنی اسرائیل ۔ ۷ ۔ بیان قحط ۔ ۸ ۔ ذکر طوفان ۔ وجراد ۔ وقمل ۔ وضفادع ۔ ودم ۔ ۹ ۔ غرق فی البحر ۔ ۱۰ ۔ اعتکاف حضرت موسے کا پہاڑ میں ۔ ۱۱ ۔ حقیقت کلام خدا با موسے ۔ ۱۲ ۔ حقیقت تجلی بجبل ۔ ۱۳ ۔ بیان کتابت فی الالواح ۔ ۱۴ ۔ اتخاذ عجل ۔ ۱۵ ۔ ستر آدمیوں کا منتخب کرنا ۔ ۱۶ ۔ ذکر ستقاے قوم موسے اور ظاہر ہونا چشموں کا ۔ ۱۷ ۔ سایہ کرنا ابر کا ۔ ۱۸ ۔ من وسلوے کا اُترنا ۔ ۱۹ ۔ دخول باب +

ہم ان اُنیسوں امور کی نسبت علٰحدہ علٰحدہ بیان کرنا چاہتے ہیں مگر ان میں سے جن امور کا پہلے بیان ہوچکا ہے اُن کے صرف حوالہ دینے پر اکتفا کرینگے +

اول ۔ تحقیق معنی لفظ آیہ و بینہ

ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں بہ تحت تفسیر "واتینا عیسی ابن مریم البینات" لفظ آیہ و بینہ پر مفصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی معجزہ کے نہیں ہیں بلکہ احکام کے ہیں ۔ اور یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ معجزہ دلیل ثبوت نبوت نہیں ہوسکتا اور اس صورت میں آیہ و بینہ کے معنی اِس غرض سے معجزہ کے لینے کہ وہ مثبت نبوت ہوتا ہے عرفا لغاء سے کچھ زیادہ رتبہ نہیں رکھتا +

دوم ۔ حقیقت سحر

اور یہ کہ کن معنوں میں اُس کا استعمال ہوتا ہے

سحر کا لفظ قرآن مجید میں بہت جگہ آیا ہے مگر بہت سے الفاظ زبان عرب میں ایسے مستعمل تھے جن کے لئے فی الواقع کوئی حقیقت نہ تھی اور نہ درحقیقت اُن کا مصداق تھا نہ ان کا کوئی مسمی حقیقۃً وجود رکھتا تھا ۔ بلکہ عرب جاہلیت نے اپنے وہم میں ایک شے غیر موجود کا وجود قرار دیا تھا اور اُس سے کچھ افعال منسوب کئے تھے اور اُس شے غیر موجود وہمی کے لئے وہ الفاظ مستعمل کرتے تھے ۔ قرآن مجید اہل عرب کی زبان میں نازل ہوا اور اس لئے اُس زبان کے محاورہ کے موافق وہ الفاظ

www.poetrymania.com©

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ	پھر بدل دیا ہم نے بُرائی کی جگہ بھلائی کو یہاں تک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک چھوا تھا ہمارے باپوں کو دُکھ

بھی قرآن مجید میں آتے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں اُس کا استعمال اُن اثروں کے سمجھانے کے لئے ہُوا ہے جو اثر کہ اہل عرب اُن لفظوں سے پاتے تھے نہ اس لئے کہ اُن لفظوں کے لئے فی الواقع کوئی حقیقت تھی یا درحقیقت اُن کا کوئی مصداق تھا۔

اس کی مثال میں ہم ایک مباحثہ لطیف کا ذکر کرتے ہیں جو خلیفہ منصور کے وزیر ابوالفضل بن ربیع کی مجلس میں ایک بہت بڑے عالم سے ہُوا تھا۔ مراۃ الجنان المشہور بہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ فضل بن ربیع نے جو خلیفہ منصور کا وزیر اور ایک بہت بڑا عالم تھا ابو عبیدہ کے پاس جو اُس زمانہ کے بہت بڑے عالم متبحر تھے اور بصرہ میں تھے ایک شخص بھیجا اور اپنے پاس بُلایا وہ آئے اور اُن کو وزیر کی مجلس میں آنے کی اجازت ملی جب وہ مجلس میں گئے تو دیکھا کہ وہ ایک بہت لمبے چوڑے مکان میں ہے جس میں بھر پور ایک ہی کپڑے کا فرش بچھا ہُوا ہے اور صدر میں ایک بہت اونچی جگہ پر جس پر بغیر زینہ کے چڑھا نہیں جا سکتا مسند تکیہ لگا ہُوا ہے اور وہ اس پر بیٹھا ہے۔ ابو عبیدہ نے موافق اُس آداب کے جو وزیروں کے لئے مقرر کیا تھا سلام علیک کی وزیر نے اُس کا جواب دیا اور اپنی مسند کے پاس بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر ابو عبیدہ کی خیر و عافیت پوچھی اور کئی رعایات دریافت کئے اور بہت مہربانی کی۔ پھر کہا کہ کچھ اشعار پڑھو۔ ابو عبیدہ نے عرب جاہلیت کے نہایت عمدہ اشعار جو اس کو یاد تھے پڑھے۔ وزیر نے کہا کہ ایسے تو بہت سے اشعار میں بھی جانتا ہوں میرا یہ مقصد تھا کہ مجھے نمکین چٹ پٹے اشعار سناؤ۔ ابو عبیدہ نے ویسے ہی اشعار پڑھے جن کو سُنکر وزیر خوش ہُوا اور ہنسا اور مزے میں آ گیا۔ اتنے میں وزیر کا ایک منشی جو وجیہ آدمی تھا آ گیا وزیر نے اُس کو ابو عبیدہ کے پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور

قال ابو عبيدة ارسل الى الفضل بن الربيع الى البصرة فى الخروج اليه فقدمت عليه وكنت اخبر عن تجبره فاذن لى فدخلت عليه وهو فى مجلس طويل عريض فيه بساط واحد قد ملأه وفى صدره فرش عالية لا يرتقى عليها الا بكرسى وهو جالس على الفرش فسلمت عليه بالوزارة فرد وضحك الى واستدنانى من فرشه ثم سألنى وبسطنى وتلطف بى وقال انشدنى فانشدته من عيون اشعار جاهلية احفظها فقال قد عرفت اكثر هذه واريد من مليح الشعر فانشدته فطرب وضحك وزاد نشاطا ثم دخل رجل فى زى الكتاب وله هيئة حسنة فاجلسه الى جانبى وقال اتعرف هذا قلت لا فقال هذا ابو عبيدة علامة اهل البصرة اقدمناه لنستفيد من علمه فدعا له الرجل ثم التفت الى وقال لى كنت اليك مشتاقا وقد سألت عن مسئلة افتأذن لى ان اعرفك اياها قلت هات فقال قال الله تعالى طلعها كانه رؤس الشياطين وانما يقع الوعد والايعاد بما قد عرف وهذا لم يعرف قال فقلت انما كلم الله العرب على قدر كلامهم اما سمعت قول

www.poetrymania.com©

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۹۳)	اور سکھ نے ۔ پھر ہم نے اُن کو یکایک پکڑ لیا اور وہ نہیں جانتے تھے (۹۳)

امریٔ القیس

ایقتلنی والمشرفی مضاجعی
ومسنونۃ زرق کانیاب اغوال

وھم لم یروا الغول قط ولکنہ لما کان امر الغول یھولھم اوعدوابہ فاستحسن الفضل والسائل فی ذلک ۔

مرآۃ الجنان ۔ ورق ۱۰۵ ۔

اور ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کر کے منشی سے پوچھا کہ تم ان کو جانتے ہو اُس نے عرض کیا کہ میں نہیں جانتا وزیر نے کہا کہ یہ ابوعبیدہ ہیں علماء اہل بصرہ میں سے اُن کو بلایا ہے تاکہ اُن کے علم سے ہم فائدہ اٹھاویں اُس منشی نے وزیر کو دعاوی اور ابوعبیدہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ میں آپ سے ملنے کا بہت مشتاق تھا ۔ لوگوں نے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا ہے آپ مجھ کو اجازت دیتے ہیں کہ اُس کو آپ سے کہوں ابوعبیدہ نے کہا کہو اُس منشی نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے دوزخ کے درخت کے پھل کو شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دیکر ڈرایا ہے مگر لالچ دینا یا ڈرانا ایسی چیز سے ہوسکتا ہے جس کو وہ لوگ جانتے ہوں گزشتہ شیطانوں کے سروں کو تو کوئی نہیں جانتا کہ کیسے ہیں ابوعبیدہ نے کہا کہ خدا نے عرب کے کلام کے مطابق کلام کیا ہے کیا تم نے امرء القیس کا قول نہیں سنا چنانچہ ابوعبیدہ نے وہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے :۔

کیا وہ مجھ کو مار ڈالینگے اور تلوار میری ساتھ لیٹی ہے
اور نیلی چمکدار برچھیاں ہیں مانند دانتوں غول بیابانی کے

اُس شخص نے جس کے حق میں یہ شعر کہا ہے یا اور کسی نے غول بیابانی کو کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ مگر جب کہ غول بیابانی کا ہول اُس کے دل میں تھا تو اُسی سے اُن کو ڈرایا اس تقریر کو وزیر ابوالفضل اور اُس کے منشی دونوں نے پسند کیا (انتہیٰ) ۔

غرضکہ جس طرح امرء القیس کے شعر سے یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت غول بیابانی کے لمبے لمبے نیلے نیلے چمکدار دانت ہوتے ہیں اسی طرح قرآن مجید میں جو رؤس الشیاطین کا لفظ آیا ہے اُس کو یہ لازم نہیں آتا کہ درحقیقت شیطان کا ڈراؤنا سر ہوتا ہے بلکہ جب چیز سے اپنے خیالات کے موافق عرب دہشت کھاتے تھے اُسی سے اُن کے خیالات کے موافق ڈرایا ہے اسیطرح سحر کا لفظ قرآن میں آیا ہے وہ صرف عرب جاہلیت کے خیال کے موافق آیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح پر عرب جاہلیت سحر کو سمجھتے تھے درحقیقت اُس طرح پر اُس کا وجود تھا ۔ یا خدا تعالیٰ نے اُس کا واقعی ہونا بتایا ہے یا عرب جاہلیت کے خیالات کی تصدیق کی ہے ۔

اسی طرح سینکڑوں لفظ قرآن مجید میں حسب محاورہ زبان عرب اور بلحاظ خیالات عرب جاہلیت آتے ہیں جن سے اُن کا واقعی ہونا مراد نہیں ہے ۔ علمائے متقدمین نے اس باب میں کتابیں

www.poetrymania.com©

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۹۴)

اور اگر اُس بستی کے لوگ ایمان لے آتے اور پرہیزگاری کرتے تو بیشک ہم اُن پر کھول دیتے آسمان اور زمین کی برکتیں ولیکن اُنہوں نے جھٹلایا پھر ہم نے اُن کو پکڑ لیا بسبب اُس کے جو وہ کماتے تھے (۹۴)

لکھی ہیں۔ چنانچہ تاریخ یافعی میں لکھا ہے کہ اس مباحثہ کے بعد ابو عبیدہ نے اُسی دن سے ارادہ کیا کہ وہ قرآن کے اس قسم کے الفاظ کے بیان میں ایک کتاب لکھے اور جب وہ بصرہ میں واپس آگیا تو اُس نے کتاب لکھی اور اس کا نام مجاز رکھا۔ افسوس ہے کہ اس قسم کی کتابیں دستیاب نہیں ہوتیں ہمارے زمانہ کے عالم اُن کتابوں سے ناواقف محض ہیں۔ اور جب کوئی شخص جس کو خدا نے بصیرت دی ہے

وعزمت مذ ذلك اليوم ان اصنع كتابا في القرآن لمثل هذا واشباهه ولما يحتاج اليه من علم فلما رجعت الى البصرة عملت كتابي الذي سميته المجاز۔
مرآۃ الجنان یافعی صفحہ ۷۰ +

قرآن مجید پر غور کر کے اور تمام حالات کو پیش نظر رکھ کے اس قسم کے الفاظ کی نسبت کچھ لکھتا ہے تو اُن کو ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے اور چونک اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو نص کے برخلاف ہے حالانکہ جس کو وہ نص سمجھتے ہیں درحقیقت وہی نص کے خلاف ہے +

سحر جس طرح کہ لوگ اُس پر یقین کرتے ہیں اور عرف عام میں جس طرح پر وہ سمجھا جاتا ہے اُس کی کچھ اصلیت نہیں ہے اور نہ قرآن مجید سے اُس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔ اُن تمام انسانوں میں خواہ وہ انبیا ہوں یا اولیا یا عوام الناس اور کسی مذہب کے ہوں حتےٰ کہ حیوانوں میں بھی ایک قسم کی قوت مقناطیسی موجود ہے جو خود اُس پر اور نیز دوسروں پر ایک قسم کا اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ قوت بمقتضائے خلقت بعضوں میں ضعیف اور بعضوں میں قوی اور بعضوں میں اقوی ہوتی ہے۔ اور جس طرح اور قوائے انسانی ورزش سے قوت پکڑتے ہیں جیسے کہ پنجہ کشی کی ورزش سے پنجہ میں۔ کلائی کی ورزش سے کلائی میں زیادہ قوت آجاتی ہے اسی طرح اس قوت مقناطیسی بھی خاص قسم کی ورزش سے قوت زیادہ ہو جاتی ہے +

انسان جو خواب میں عجیب عجیب چیزیں دیکھتا ہے اور عجیب واقعات و حالات اُس پر گذرتے ہیں جن کو وہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت وہ تمام چیزیں موجود ہیں اور فی الواقع وہ حالات اُس پر گذر رہے ہیں اُسی قوت کے اثروں میں سے ہے حالانکہ وہ چیزیں درحقیقت نہ موجود ہوتی ہیں اور نہ فی الواقع وہ حالات اُس پر گذرتے ہیں +

یہ کیفیت جس طرح کہ خواب طبعی میں ہوتی ہے کبھی حالت بیداری میں بھی پیدا ہو جاتی ہے آدمی سمجھتا ہے کہ میں جاگتا ہوں اور درحقیقت وہ جاگتا بھی ہوتا ہے مگر اُس پر ایک قسم کی خواب طاری

www.poetrymania.com©

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾	پھر کیا نڈر ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُن پر ہمارا عذاب رات کو اور وہ سوتے ہوں ﴿۹۷﴾

ہو جاتی ہے جو خواب مقناطیسی سے تعبیر کی جا سکتی ہے اور اس حالت میں انسان ایسی چیزوں کو موجود دیکھتا ہے جو فی الحقیقت موجود نہیں ہیں اور ایسے واقعات اپنے گذرتے ہوئے یقین کرتا ہے جو درحقیقت اُس پر نہیں گذرتے ✦

یہ قوت مقناطیسی جس میں قوی ہوتی ہے وہ دوسرے شخص پر بھی ڈال سکتا ہے اور اُس دوسرے شخص پر بحالت بیداری ایک قسم کی خواب مقناطیسی طاری ہو جاتی ہے کبھی وہ دوسرا شخص جاگتا رہتا ہے اور خواب مقناطیسی اُس پر طاری رہتی ہے اور کبھی وہ اُسی خواب مقناطیسی میں بیہوش ہو جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوتا ہے ✦

اس قوت مقناطیسی سے کیا کیا چیزیں ظہور میں آتی ہیں یہ بحث طلب ہے جو لوگ اس فن کے عامل ہیں وہ اس قوت سے بہت سی عجائب و غرائب چیزوں کے ظہور کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب تک وہ تجربہ اور مشاہدہ میں نہ آویں اُس وقت تک اُن کے صحیح و غیر صحیح ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں صرف اُن باتوں کے وجود سے یا اُن کے ظہور پذیر ہونے سے انکار کیا جا سکتا ہے جو معلوم قوانین قدرت کے برخلاف ہیں۔ بایں ہمہ جو امور کہ اُس سے ظہور میں آویں وہ صرف خیالی اور وہمی ہوتے ہیں جیسے خواب کی چیزیں نہ اصلی اور واقعی ✦

یہ قوت بعض آدمیوں میں خلقی نہایت قوی ہوتی ہے اور جو لوگ مجاہدات کرتے ہیں اور لطائف نفسانی کو متحرک کرتے ہیں خواہ وہ اُن مجاہدات میں خدا کا نام لیا کریں یا کسی کا اُن میں بھی یہ قوت نہایت قوی ہو جاتی ہے اور اُس کے اثر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اُن اثروں کو جب کہ مسلمانوں سے ظاہر ہوتے ہیں مسلمان کرامت سے تعبیر کرتے ہیں اور جب کہ غیر مذہب والے سے ظاہر ہوتے ہیں اُس کو استدراج سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ دونوں کی اصلیت واحد ہے۔ بہر حال جو کچھ کہ اُس سے ظاہر ہو اُس کا کوئی وجود اصلی و حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف وجود وہمی و خیالی ہے ✦

اسی قسم کی تاثیرات نفسانی کے ظہور کو جب کہ اُن کا برانگیختہ کرنا ایسے مجاہدات سے کیا گیا ہو جو خدا کے سوا اور اشیا یا اشخاص کے تصور و تذکر سے تعلق رکھتے ہیں سحر سے تعبیر کیا گیا ہے اگرچہ صاحب تفسیر کبیر نے بھی سحر کی نسبت بہت لمبی بحث لکھی ہے۔ مگر ابن خلدون نے اس بحث کو نہایت خوبی سے صاف صاف مختصر طور پر لکھا ہے جس کو ہم بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں چنانچہ انھوں نے لکھا ہے

حقیقۃ السحر۔ وذلک ان النفوس البشریۃ وان کانت واحدۃ بالنوع فھی مختلفۃ بالخواص وھی اصناف کل صنف مختص	کہ سحر کی حقیقت یہ ہے کہ نفوس انسانی اگرچہ نوعیت کے لحاظ سے متحد ہیں مگر خاصیتوں کے اعتبار سے مختلف ہیں اور

www.poetrymania.com©

أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٦﴾

یا نڈر ہو گئے ہیں بستیوں کے رہنے والے کہ آوے اُن پر ہمارا عذاب دن دھاڑے اور وہ ہنستے ہوں ﴿٩٦﴾

بخاصية واحدة بالنوع لا توجد في
الصنف الآخر وصارت تلك الخواص
فطرة وجبلة لصنفها فنفوس الانبياء
عليهم الصلوة والسلام لها خاصية تستعد
للمعرفة الربانية ومخاطبة الملائكة
عليهم السلام عن الله سبحانه وتعالى
كما مر وما يتبع ذلك من التاثير في الاكوان
واستجلاب روحانية الكواكب للتصرف
فيها والتاثير بقوة نفسانية او شيطانية
فاما تاثير الانبياء فمدد الهي وخاصية
ربانية ونفوس الكهنة لها خاصية الاطلاع
على المغيبات بقوى شيطانية وهكذا
كل صنف مختص بخاصية لا توجد في الآخر
والنفوس الساحرة على مراتب ثلاثة يأتي
شرحها فاولها المؤثرة بالهمة فقط من غير آلة
ولا معين وهذا هو الذي تسميه الفلاسفة
السحر والثاني بمعين من مزاج الافلاك
او العناصر او خواص الاعداد ويسمونه
الطلسمات وهو اضعف رتبة من الاول و
الثالث تاثير في القوى المتخيلة يعمد صاحب
هذا التاثير الى القوى المتخيلة فيتصرف
فيها بنوع من التصرف ويلقي فيها انواعا من
الخيالات والمحاكات وصورا مما يقصد
من ذلك ثم ينزلها الى الحس من الرائين
بقوة نفسه المؤثرة فيه فينظر الراؤن كأنها
في الخارج وليس هناك شيء من ذلك كما
يحكى عن بعضهم انه يري البساتين والانهار
والقصور وليس هناك شيء من ذلك ويسمى
هذا عند الفلاسفة الشعوذة او الشعبذة
هذا تفصيل مراتبه ثم هذه الخاصية

وہ چند قسم کے ہیں - ہر ایک قسم ایک نوع خاص کی خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو دوسری قسم میں نہیں پائی جاتی - اور یہ خاصیتیں اُن کی جبلت اور سرشت ہیں - پس انبیا علیہم السلام کے نفوس کو ایک خاص مناسبت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کی معرفت اور فرشتوں سے (جو خدا کی طرف سے آتے ہیں) بات چیت کی اور اس قسم کے اور کام کی یعنی موجودات میں تاثیر کی - اور ستاروں کی روحانیت کی تسخیر کی اُن میں تصرف کرنے کی غرض سے قابل ہوتے ہیں - اور تاثیر قوت نفسانیہ سے ہوتی ہے یا شیطانیہ سے لیکن انبیا کی تاثیر تو وہ امداد الہی اور خاصیت ربانی ہے اور جادوگروں کے نفوس کو غائب چیزوں پر اطلاع حاصل کرنے کی خاصیت قوائے شیطانیہ کے ذریعہ سے ہے - اور اسی طرح ہر ایک قسم ایک خاصیت کے ساتھ مخصوص ہے جو کہ دوسری میں نہیں پائی جاتی - اور جادوگروں کے نفوس کے مختلف درجے ہیں جن کی تفصیل آتی ہے - قسم اول تو صرف ہمت کے ذریعہ سے بغیر کسی آلہ اور مددگار کے تاثیر کرنے والی ہیں اور فلاسفہ اسی کو سحر کہتے ہیں - دوسری قسم بذریعہ کسی معین کی تاثیر کرتے ہیں یعنی افلاک یا عناصر کے مزاج یا عددوں کی خاصیتوں سے - اور اس کو طلسمات کہتے ہیں - اور یہ قسم اول سے رتبہ میں کم ہے تیسری قسم خیالی قوتوں میں تاثیر کرتی ہے - اس تاثیر والا آدمی قوائے متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے پس ان میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے - اور ان میں طرح طرح کے خیالات و گفتگو اور صورتیں جو کچھ اس کو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُن کو دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے اپنے نفس موثرہ کی قوت کے ذریعہ سے - سو دیکھنے والے ایسا دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہیں

www.poetrymania.com©

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۷﴾ ع	پھر کیا وہ نڈر ہوگئے ہیں اللہ کی کر سے کچھ نڈر نہیں ہوتے اللہ کے مکر سے مگر نقصان پانے والی قوم ﴿۹۷﴾

تکون ذات الساحر بالقوۃ شان القوی البشریۃ کلھا وانما تخرج الی الفعل بالریاضۃ

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۱۰)

اور حالانکہ وہاں کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ باغ ۔ نہریں ۔ مکانات دیکھتے ہیں اور وہاں کچھ نہیں ہوتا ۔ فلاسفہ کے نزدیک یہ شعود دیا شعبدہ ہے یہ اُس کے مراتب کی تفصیل ہے ۔ یہ خاصیت ساحر میں اور قوائے بشریہ کی طرح بالقوہ موجود ہوتی ہے مگر ریاضت کرنے سے بالفعل موجود ہوجاتی ہے +

ابن خلدون نے جو سحر کے تین درجے قرار دئے ہیں حقیقت میں وہ تینوں سے واحد ہیں پہلا درجہ صرف ہمت کی تاثیر قرار دیا ہے اور تیسرا درجہ متخیلہ میں چیزوں کا جمع کرکے دوسرے کے متخیلہ میں اُس کا القا کرنا قرار دیا ہے ۔ یہ قسم درحقیقت صرف ہمت ہی سے متعلق ہے کوئی شے اُس سے علیحدہ نہیں ہے دوسرا درجہ امداد کا مزاج افلاک وعناصر اور خواص اعداد سے قرار دیا ہے حالانکہ اس بات کے لئے کہ افلاک وکواکب و اعداد سے درحقیقت اس میں کچھ اعانت ہوتی ہے کچھ ثبوت نہیں ہے پس یہ دوسری قسم محض فرضی ہے اور تینوں قسمیں قسم واحد ہیں ۔ یعنی صرف ہمت سے تاثیرات کا ظہور +

اسی قوت نفسی کے آثار جب انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتے ہیں تو اُس کو معجزہ سے

والفرق عندھم بین المعجزۃ و السحر ان المعجزۃ قوۃ الھیۃ تبعث فی النفس ذلک التاثیر فھو مؤید بروح اللہ علی فعلہ ذلک والساحر انما یفعل ذلک من عند نفسہ وبقوتہ النفسانیۃ و بامداد الشیاطین فی بعض الاحوال فبینھما الفرق فی المعقولیۃ والحقیقۃ والذات فی نفس الامر وانما نستدل نحن علی التفرقۃ بالعلامات الظاھرۃ وھی وجود المعجزۃ لصاحب الخیر وفی مقاصد الخیر وللنفوس المتمحضۃ للخیر والتحدی بھا علی دعوی النبوۃ والسحر انما یوجد لصاحب الشر وفی افعال الشر فی الغالب من التفریق بین الزوجین وضرر الاعداء وامثال ذلک وللنفوس

تعبیر کیا جاتا ہے ابن خلدون نے معجزہ اور سحر میں یہ فرق بتلایا ہے کہ ۔ اُن کے نزدیک (یعنی حکمائے الٰہیین کے نزدیک) معجزہ وسحر میں یہ فرق ہے کہ معجزہ ایک قوت الٰہی ہے جو نفس میں اس تاثیر کو برانگیختہ کرتی ہے پس وہ شخص (صاحب معجزہ) اس کام کے کرنے میں خدا کی روح سے تائید یافتہ ہوتا ہے ۔ اور ساحر اُسی کام کو اپنی طرف سے اور قوت نفسانیہ کے ذریعہ سے اور بعض حالتوں میں شیاطین کی مدد سے کرتا ہے ۔ پس اُن دونوں میں معقولیت ۔ حقیقت ۔ ذات ۔ کی رو سے ایک واقعی فرق ہے ۔ اور ہم اس تفرقہ پر ظاہری علامتوں سے استدلال کرتے ہیں اور وہ یہ کہ معجزہ اچھے شخص سے ۔ اچھے مقصدوں کے لئے ہوتا ہے اور نفوس متخیرہ سے اچھے کام کے لئے دعوے نبوت پر تحدی کے لئے ہوتا ہے ۔ اور

www.poetrymania.com©

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ
مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ
بِذُنُوبِهِمْ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ
فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۹۸﴾

کیا ہدایت نہیں ہوئی اُن لوگوں کو جو وارث ہونے زمین کے اُس کے رہنے والوں کے بعد کہ اگر ہم چاہیں پہنچا دیں ہم اُن کو اُن کے گناہوں کی سزا۔ اور مہر لگا دیں اُن کے دلوں پر پھر وہ نہیں سنتے ﴿۹۸﴾

سحر بُرے آدمی سے بُرے کام کے لئے۔ اکثر مرد و عورت میں جدائی ڈالنے کے لئے دشمنوں کو ضرر پہنچانے کے لئے اور اسی قسم کے کاموں کے لئے ہوتا ہے۔ اور نفوس متمحضہ سے شر کے لئے ہوتا ہے۔ حکمائے الٰہیین کے نزدیک تو معجزہ و سحر میں یہ فرق ہے۔ اور کبھی بعض صوفیوں سے اور کرامت والوں سے عالم کے حالات میں تاثیر پائی جاتی ہے مگر اس کا شمار سحر کی جنس میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ تائید الٰہی سے ہوتا ہے کیونکہ اُن کا طور و طریق نبوت کے آثارات اور توابع میں سے ہے۔ اور تائید الٰہی میں علیٰ قدر مراتب اور خدا سے تقرب کے لحاظ سے اُن کو بھی حصہ ملا ہوا ہے اور جب اُن میں کا کوئی شخص افعال شر پر قادر ہوتا ہے تو اس کو کر نہیں سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے کام میں پابند ہے اور اُس کو خدا کے حکم پر چھوڑ رکھا ہے اور جس میں خدا کا حکم نہیں ہوتا ہے اُس کو وہ کسی طرح نہیں کرتا۔ اور اگر کسی نے کیا تو وہ راہ حق سے منحرف ہو گیا اور اکثر اُس کی کرامت مسلوب ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ معجزہ خدا کی مدد اور خدائی قوتوں کی وجہ سے ہوتا ہے تو سحر اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اُن لوگوں کے نزدیک معجزہ و سحر میں فرق یہ ہے کہ متکلمین تو کہتے ہیں کہ اس کا رجوع تحدی کی طرف ہے اور تحدی کے معنی ہیں معجزہ کے وقوع کا دعویٰ کرنا اپنے دعوے کے موافق۔ اور متکلمین کہتے ہیں کہ ساحر اس قسم کی تحدی سے معذور رہے۔ اس لئے اُس سے تحدی ہو نہیں سکتی۔ اور جھوٹے شخص کے دعوے کے موافق

المتمحضة للشر هذا هو الفرق بينهما عند الحكماء الالٰهيين وقد يوجد لبعض المتصوفة واصحاب الكرامات تاثير ايضا في احوال العالم وليس معدودا من جنس السحر وانما هو بالامداد الالٰهي لان طريقتهم ونحلتهم من آثار النبوة وتوابعها ولهم في المدد الالٰهي حظ على قدر حالهم وايمانهم وتمسكهم بكلمة الله واذا اقتدر احد منهم على افعال الشر فلا ياتيها لانه متقيد فيما ياتيه ويذره للامر الالٰهي فما لا يقع لهم فيه الاذن لا ياتونه بوجه ومن اتاه منهم فقد عدل عن طريق الحق وربما سلب حاله ولما كانت المعجزة بامداد روح الله والقوى الالٰهية فلذلك لا يعارضها شيء من السحر۔ مقدمہ ابن خلدون۔ صفحہ ۱۹۳۔

واما الفرق عندهم بين المعجزة والسحر فالذي ذكره المتكلمون انه راجع الى التحدي وهو دعوى وقوعها على وفق ما ادعاه قالوا والساحر مصروف عن مثل هذا التحدي فلا يقع منه وقوع المعجزة على وفق دعوى الكاذب غير مقدور لان دلالة المعجزة على الصدق عقلية لان صفة نفسها التصديق فلو وقعت مع الكذب لاستحال الصادق كاذبا وهو محال فاذا لا تقع المعجزة مع الكاذب بالاطلاق واما الحكماء فالفرق بينهما عندهم كما ذكرناه فرق ما بين الخير والشر في نهاية الطرفين فالساحر لا يصدر منه الخير ولا يستعمل في اسباب الخير

www.poetrymania.com©

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَا
وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ
قَبْلُ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۹﴾

یہ بستیاں ہیں ہم سناتے ہیں تجھ کو اُن کی بعضی
خبریں۔ اور بیشک آئے تھے وہاں ہمارے پیغمبر
دلیلوں کے ساتھ پھر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لادیں اُس
پر جس کو جھٹلایا اُس سے پہلے۔ اس طرح مُہر
کردیتا ہے اللہ کافروں کے دلوں پر ﴿۹۹﴾

وصاحب المعجزة لا يصدر منه الشر ولا يستعمل في اسباب الشر وكانهما على طرفي النقيض في اصل فطرتهما۔ مقدمہ ابن خلدون ۔ صفحہ ۲۲۰ +

معجزہ کا واقع ہونا ممکن ہے کیونکہ معجزہ کی دلالت سچائی پر عقلی ہے اس لئے کہ معجزہ تصدیق کی خاص صفت ہے تو وہ اگر جھوٹ کے ساتھ واقع ہو تو سچی چیز جھوٹی ٹھیر جائے پس معجزہ مطلقاً جھوٹے سے نہیں سرزد ہوسکتا۔ لیکن حکما کے نزدیک تو جیسا ہم نے ذکر کیا معجزہ و سحر میں خیر و شر کا فرق ہے اور وہ بھی انتہا کے کنارہ کا تو ساحر سے اچھا کام نہیں ہوتا اور نہ وہ اس کو اچھے کام کے اسباب میں صرف کرتا ہے۔ اور صاحب معجزہ سے شر نہیں صادر ہوتا نہ وہ اُس کو اسباب شر میں استعمال کرسکتا ہے۔ گویا وہ دونوں خلقت ہی سے مخالفت کی اخیر سرحد پر ہیں +

بوعلی سینا نے معجزہ یا کرامات کی نسبت یہ لکھا ہے کہ۔ تم اس بات کو بعید نہ سمجھو کہ بعض نفسوں

لا تستبعدن ان يكون لبعض النفوس ملكة يتعدى تاثيرها بدنها او يكون لقوتها كانها نفس ما للعالم وكما تاثر بكيفية مزاجية يكون قد اثرت لمبدأ جميع ما عددته اذ مبادي هذه الكيفيات لا سيما في جرم صار اولى به لمناسبة تخص معه بدنه لا سيما وقد علمت انه ليس كل مسخن بحار ولا كل مبرد بارد ولا تستنكرن ان يكون لبعض النفوس هذه القوة حتى تفعل في اجرام اخرى تنفعل عنها انفعال بدنه ولا يستنكرن ان يتعدى من قواها الخاصة الى قوى نفوس اخرى يفعل فيها لا سيما اذا كانت شحذت ملكتها بقهر قواها البدنية التي لها فتقهر شهوة او غضبا وخوفا من غيرها۔ هذه القوة ربما كانت للنفس بحسب المزاج الاصلي

کو ایسا ملکہ ہو جس سے اُس کی تاثیر اُس کے بدن تک پہنچے یا وہ اپنی قوت کی وجہ سے گویا کہ عالم کے لئے بمنزلہ نفس کے ہو۔ اور جیسا کہ وہ کیفیت مزاجیہ کی وجہ سے اثر کرتی ہے تو وہ کسی مبدء کی وجہ سے وہ سب اثر کرے جن کو ہم نے گنایا ہے کیونکہ اُس کے مبادی بھی کیفیتیں ہیں خصوصاً اُس جرم میں جس کے ساتھ وہ زیادہ مناسب ہے بوجہ اُس مناسبت کے جو کہ اُس کو اپنے بدن کے ساتھ ہے بالخصوص جب تم یہ بات معلوم کرچکے ہو کہ ہر مسخن گرم نہیں ہے نہ ہر مبرد سرد ہے۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ بعض نفسوں کو قوت اس درجہ تک ہو کہ دوسرے اجسام میں اثر کرے جو ویسا ہی منفعل ہو جیسا کہ اُس نفس کا بدن۔ اور اس بات کا انکار نہ کرو کہ وہ اپنی خاص قوت سے تجاوز کرکے دوسرے نفسوں پر اثر کرے خصوصاً جب کہ اُس نے اپنے ملکہ کو قوائے بدنیہ

www.poetrymania.com©

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۰﴾	اور ہم نے نہیں پایا اُن میں سے بہت سوں کو اقرار پر قایم رہتے۔ اور بلکہ پایا ہم نے اُن میں سے بہت سوں کو البتہ اقرار کو توڑنے والے ﴿۱۰۰﴾

لما یفید ومن هیئة نفسانیة تصیر النفس الشخصیة لتشخصها وقد تحصل لمزاج یحصل وقد یحصل بضرب من الکسب یجعل النفس کالمجردة لشدة الذکاء کما یحصل للاولیاء والابرار۔ والذی یقع له هذا فی جبلة النفس ثم یکون خیرا رشید مزکیا لنفسه فهو ذو معجزة من الانبیاء او کرامة من الاولیاء وتزید ه تزکیة لنفسه من هذا المعنی زیادة عن مقتضی جبلة فیبلغ المبلغ الاقصی والذی یقع له هذا ثم یکون شریرا ویستعمله فی الشر فهو الساحر الخبیث وقد یکسر قدر نفسه من غلوئه فی هذا المعنی فلا یلحق شیئا من الازکیاء فیه۔ اشارات ابو علی سینا +

کے زیر کر لینے سے تیز کر لیا ہو۔ پس وہ دبا لیتا ہے شہوت کو یا غصہ کو یا دوسرے سے خوف کو۔ یہ قوت اکثر نفس کو اصلی سرشت کے اعتبار سے ہوتی ہے جو کہ اُس کو ہیئت نفسانیہ سے پہنچتی ہے اور نفس شخصیہ کے لئے بذاتہا ہوتی ہے اور کبھی کسی مزاج کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی کسی قسم کی کوشش کی وجہ سے ہوتی ہے جو کہ نفس کو نہایت تیزی کی وجہ سے مجرد سا بنا دیتی ہے جیسا کہ اولیا اور نیک لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جس شخص کی سرشت میں یہ قوت ہو پھر وہ شخص نیک ہدایت یافتہ ہو اور اس کا نفس پاک ہو تو وہ نبی اور صاحب معجزہ ہوتا ہے یا ولی صاحب کرامت ہوتا ہے اور جب وہ نفس کا تزکیہ کرتا ہے تو اصل خلقت سے اور زیادہ ترقی کر جاتا ہے اور نہایت اونچے درجے تک پہنچ جاتا ہے اور جس کو یہ قوت ہے اور وہ شریر ہے اور اس قوت کو بُرے کام میں صرف کرتا ہے تو وہ خبیث ساحر ہے اور کبھی وہ اس کام میں زیادہ غلو کرنے کی وجہ سے اپنے نفس کی قدر کو اور بھی گھٹا دیتا ہے تو وہ اچھوں کی کسی بات کو نہیں پہنچتا +

ہم کو اس مقام پر اس بات سے بحث کرنی کہ معجزہ و سحر میں کیا فرق ہے اور انبیا علیہم السلام سے جو اثر نفسی ظاہر ہوتے ہیں وہ کس مبدء سے ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ سے کس کی تائید سے اور کفار و مشرکین یا خبیث انسانوں سے کس کی مدد سے کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اور جس سے ہوتا ہے وہ خود اُس کے اثر نفسی سے ہوتا ہے جو حسب فطرت انسانی خدا نے اُس میں اور کسی نہ کسی قدر تمام انسانوں میں رکھا ہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو ہم اُس کو نہ معجزہ قرار دیسکتے ہیں نہ سحر نہ کرامت اور نہ استدراج۔ جیسے کہ ہم انسان کے دوسرے قوٰی کے اثروں کو بھی معجزہ یا سحر یا کرامت یا استدراج قرار نہیں دیتے +

علاوہ اس کے جب کہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اکثر ان اثروں کا ظہور ایسا ہی خیالی و وہمی ہے جیسے کہ خواب میں اُن چیزوں کا ظہور جن کو دیکھنے والا صرف خواب ہی میں دیکھتا ہے اور اُن کا وجود در حقیقت و فی الواقع کچھ نہیں ہوتا تو ہم کو جرأت نہیں پڑتی کہ ایسی بے اصل چیزوں

www.poetrymania.com©

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ	پھر بھیجا ہم نے اُن کے بعد موسےٰ کو اپنی نشانیوں سمیت فرعون اور اُس کے درباریوں کے پاس

کو تجربہ طور پر انبیاء علیہم السلام کے معجزے اور اولیاء اللہ کی کرامتیں اور بے اعتقادی سے کافروں کا سحر اور استدراج قرار دیں +

ہم کو اور اسلام کو تو فخر اس بات پر ہے کہ ہمارے رسول برحق پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف کہدیا کہ میرے پاس تو کوئی معجزہ وعجزہ نہیں ہے اگر ہوگا تو خدا کے پاس ہوگا میں تو مثل تمہارے ایک آدمی ہوں خدا نے مجھ کو وحی کی ہے میں تم کو بُری باتوں سے ڈراتا ہوں اور اچھی باتوں کی خوشخبری دیتا ہوں +

ہم کو اور اسلام کو تو اُس سچے ہادی پر فخر ہے جس نے نہ لکڑی کو سانپ کر دکھایا اور نہ اپنے دست مبارک کو چمکایا نہ سچی بات پر کچھ پردہ ڈالا ۔ نہ خدا کی قدرت کے قانون کو توڑنے کا دعوے کیا اور سیدھی طرح لوگوں کو سچا رستہ بتایا اور فخر اولین و آخرین اور خاتم النبیین ہونے کا درجہ پایا ۔ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما +

سوم ۔ بیان تخیل تحرک حبل وعصائے سحرۂ فرعون

چہارم ۔ بیان عصائے موسیٰ علیہ السلام

پنجم ۔ بیان ید بیضا ،

یہ تینوں امر ایسے ہیں جن کا یک شامل بیان کرنا مناسب ہے ۔ اس مقام پر ہم ان تمام آیتوں سے بحث کرینگے جن میں ان امور ثلاثہ کا ذکر ہے +

ثعبان

اس میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ مصر میں جیسے کہ اُن لوگوں کی کثرت تھی جو ساحر کہلاتے تھے اور جو کرشمے وہ لوگوں کو دکھاتے تھے اُس سے حضرت موسےٰ بخوبی واقف تھے جب حضرت موسےٰ اپنی قوم کی ہمدردی پر اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے رہائی دینے پر مائل یا مامور ہوئے تو یہ ایک فطرتی بات ہے کہ اُن کو اس بات کا خیال ہوا ہوگا کہ وہاں تو بڑے بڑے کرشمے دکھانے والے ہیں تیں ما تلک بیمینک یا موسیٰ قال ھی عصای اُن پر کیونکر غالب آؤنگا ۔ اُن کو خدا نے بتایا کہ تو بھی ایسے

www.poetrymania.com©

فَظَلَمُوا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ (۱۰۱)	پھر انہوں نے ظلم کیا اُن نشانیوں کے ساتھ پھر دیکھ کیا ہوا انجام مفسدوں کا (۱۰۱)

وتوكؤ عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مآرب اخرى قال القها يا موسى فالقاها فاذا هي حية تسعى ۔ قال خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولى ۔ واضمم يدك الى جناحك تخرج بيضاء من غير سوء آية اخرى (۲۰- سورۂ طٰہٰ آیت ۱۸- ۲۳) +

ہی کام کر سکتا ہے۔ خدا نے پوچھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے موسے نے کہا میری لاٹھی ہے جس کو میں ٹیک لیتا ہوں اور اُس سے بھیڑوں کو ہنکاتا ہوں اور میرے اور کام میں بھی آتی ہے۔ خدا نے کہا اے موسے اس کو ڈال تو دے پھر جب موسے نے اُس لاٹھی کو ڈال دیا تو وہ یکایک اژدہا تھی چلتی ہوئی۔ خدا نے کہا اُس کو اُٹھا لے اور مت ڈر ہم اُس کو پہلی ہی سیرت پر پھیر کر دینگے اور اپنے ہاتھ کو بغل میں رکھ کر نکال چٹا بے عیب یہ دوسری نشانی ہے +

یہی مضمون سورۂ نمل میں بھی آیا ہے خدا نے موسے سے کہا کہ اپنی لاٹھی ڈال دے جب

والق عصاك فلما رآها تهتز كانها جان ولى مدبرا ولم يعقب يا موسى لا تخف اني لا يخاف لدي المرسلون ۔ وادخل يدك في جيبك تخرج بيضاء من غير سوء في تسع آيات الى فرعون وقومه انهم كانوا قوما فاسقين (۲۷- سورۂ نمل - ۱۰ و ۱۲) +

موسے نے دیکھا کہ وہ تو ہلتی ہے گویا وہ اژدہا ہے تو پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسے مت ڈر میرے پاس پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔ اور اپنے ہاتھ کو اپنی جیب میں ڈال کر نکل چٹا بے عیب۔ (جا) نو نشانیاں لیکر فرعون اور اُس کی قوم کے پاس بیشک وہ قوم ہے نافرمان +

وان الق عصاك فلما رآها تهتز كانها جان ولى مدبرا ولم يعقب يا موسى اقبل ولا تخف انك من الآمنين اسلك يدك في جيبك تخرج بيضاء من غير سوء واضمم اليك جناحك من الرهب فذانك برهانان من ربك الى فرعون وملائه انهم كانوا قوما فاسقين (۲۸- سورۂ قصص - ۳۱ و ۳۲) +

سورۂ قصص میں یہ فرمایا ہے کہ اپنی لاٹھی ڈال پھر جب موسے نے دیکھا کہ وہ ہلتی ہے گویا کہ وہ اژدہا ہے پیٹھ پھیر کر پیچھے ہٹے اور پھر پلٹ کر رخ نہ کیا خدا نے کہا اے موسے آگے آ اور مت ڈر بیشک تو ہے امن والوں میں سے اپنے ہاتھ کو اپنی جیب میں ڈال کر چٹا بے عیب نکال اور اپنے دونوں بازوؤں کو خوف سے ملا پس یہ دونوں دو برہان ہیں تیرے رب کی طرف فرعون کے اور اُس کے سرداروں کے بیشک وہ لوگ نافرمان تھے +

ان آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کیفیت جو حضرت موسے پر طاری ہوئی تھی قوت نفس انسانی کا ظہور تھا جس کا اثر خود اُن پر ہوا تھا۔ یہ کوئی معجزہ ما فوق الفطرت نہ تھا۔ اور نہ اس پہاڑ کی تلی میں جہاں یہ امر واقع ہوا کسی معجزہ کے دکھانے کا موقع تھا۔ اور نہ یہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ پہاڑ کی تلی کوئی مکتب تھا جہاں پیغمبروں کو معجزے سکھائے جاتے ہوں اور معجزوں کی

اور کہا موسٰے نے ۔ اے فرعون بیشک میں رسول ہوں پروردگار عالموں کی طرف سے (۱۰۲)	وَقَالَ مُوْسٰی یٰفِرْعَوْنُ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱۰۲)

مشق کرائی جاتی ہو ۔ حضرت موسٰے میں از روے فطرت وجبلت کے وہ قوت نہایت قوی تھی تھی جس سے اس قسم کے اثر ظاہر ہوتے ہیں ۔ اُنہوں نے اس خیال سے کہ وہ لکڑی سانپ ہے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ اُن کو سانپ یا اژدہا دکھائی دی یہ خود اُن کا تصرف اپنے خیال میں تھا وہ لکڑی لکڑی ہی تھی اُس میں فی الواقع کچھ تبدیل نہیں ہوئی تھی ۔ خدا تعالے نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ فانقلبت العصا ثعبانا ۔ یعنی وہ لاٹھی بدلکر اژدہا ہوگئی بلکہ سورہ نمل میں فرمایا ۔ کانھا جان ۔ یعنی گویا وہ اژدہا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ درحقیقت وہ اژدہا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لاٹھی کی لاٹھی ہی تھی ✦

اس کے بعد جب حضرت موسٰے فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی کرشمہ دکھاؤ حضرت موسٰے نے اپنی لاٹھی کو اُس کے آگے ڈال دیا پھر وہ یکایک اژدہا ظاہر ہوئی ✦

فالقٰے عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین ۔ (۷ ۔ سورۂ اعراف ۔ ۱۰۴) (۲۶ ۔ سورۂ شعرا ۔ ۳۱) ✦

ساحب تفسیر کبیر نے باوجودیکہ نہایت بے سروپا قصے ان واقعات کی نسبت لکھے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والوں کو اژدہا معلوم ہوئی نہ یہ کہ درحقیقت وہ اژدہا ہوگئی تھی چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ۔ خدا کا جو یہ قول ہے کہ حضرت موسٰے نے فرعون سے کہا کہ اگر میں تجھ کو علانیہ کرشمہ دکھاؤں

اعلم ان قولہ اولو جئتک بشئ مبین یدل علی ان اللہ تعالٰے قبل ان القی العصا عرفہ بانہ یصیرہا ثعبانا ولولا ذلک لما قال ما قال فلما القی عصاہ ظہر ما وعدہ اللہ بہ فصار ثعبانا مبینا والمراد انہ تبین للناظرین انہ ثعبان بحرکاتہ وسائر العلامات (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۰۵) ✦

جب بھی تو مجھے قید کریگا ۔ تو یہ کہنا اس بات پر دلیل ہے کہ لاٹھی کے ڈالنے سے پہلے خدا نے حضرت موسٰے کو بتلا دیا تھا کہ وہ اژدہا ہو جاویگی ۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو جو بات حضرت موسٰے نے کہی وہ نہ کہتے ۔ پھر جب حضرت موسٰے نے لاٹھی پھینکی تو وہ چیز ظاہر ہوئی جس کا وعدہ اللہ نے کیا تھا پھر لاٹھی علانیہ اژدہا ہوگئی اور علانیہ اژدہا ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ لاٹھی دیکھنے والوں کو ہلنے سے اور اور تمام نشانیوں سے اژدہا معلوم ہوئی ✦

فلما جاء السحرۃ قال لہم موسٰی القوا ما انتم ملقون فلما القوا قال موسٰی ما جئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین (سورۂ یونس آیت ۸۰ و ۸۱) ✦

اس کے بعد وہ واقعہ ہے جو حضرت موسٰے اور سحرۂ فرعون میں واقع ہوا اور جس کا ذکر مندرجہ حاشیہ آیتوں میں ہے ان آیتوں کا مضمون یہ ہے کہ جب

www.poetrymania.com©

حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ	میرے پر فرض ہے کہ میں اللہ کی نسبت کوئی بات نہ کہوں بجز سچ کے

فرعون کے ساحر جمع ہو گئے تو انہوں نے کہا اے موسےٰ یا تو تم ڈالو نہیں تو ہم پہلے ڈالتے ہیں موسےٰ نے کہا کہ تم ہی ڈالو پھر جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور ان کو ڈرا دیا اور ایک بڑا جادو کیا اور فرعون کی جے پکاری کہ ہم بیشک موسےٰ پر غالب ہونے پس یکایک اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں موسےٰ کے خیال میں اُن کے جادو کے سبب سے معلوم ہوئیں کہ وہ چلتی ہیں۔ پھر موسےٰ کے دل میں ڈر سا پیدا ہوا۔ ہم نے کہا کہ تو مت ڈر تو ہی اُن پر غالب ہے۔ موسےٰ نے فرعون کے ساحروں سے کہا کہ جو کرشمہ تم نے کیا وہ جادو ہے اللہ تعالےٰ ابھی اُس کو مٹا دیگا بیشک اللہ مفسدوں کے کام نہیں سنوارتا۔ خدا نے موسےٰ سے کہا کہ ڈال دے جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے نگل جاویگا جو کچھ انہوں نے کیا ہے جو کچھ انہوں نے کیا ہے جادوگروں کا مکر ہے اور جادوگر کو جہاں جاوے فلاح نہیں ہے پس موسےٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی پھر یکایک وہ سب کو نگلنے لگی ✦

قال لھم موسیٰ القوا ما انتم ملقون فالقوا حبالھم وعصیھم وقالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون فالقی موسیٰ عصاہ فاذا ھی تلقف ما یافکون۔
(سورۃ شعرا آیت ۴۳ و ۴۴) ✦

قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین قال القوا فلما القوا سحروا اعین الناس واسترھبوھم وجاؤ بسحر عظیم و اوحینا الی موسیٰ ان الق عصاک فاذا ھی تلقف ما یافکون۔
(سورۃ اعراف آیت ۱۱۰ — ۱۱۴) ✦

قالوا یموسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی قال بل القوا فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعیٰ فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسیٰ قلنا لا تخف انک انت الاعلیٰ والق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی۔
(سورۃ طٰہٰ آیت ۶۸ - ۷۲) ✦

سورہ اعراف کی آیت میں جس پر باقی آیتیں محمول ہیں (لانما یفسر بعضہا بعضا) یہ جملہ آیا ہے کہ سحروا اعین الناس یعنی لوگوں کو ڈسٹ بندی کر دی پس یہ جملہ صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ درحقیقت وہ لاٹھیاں یا رسیاں سانپ اور اژدہے نہیں ہو گئی تھیں بلکہ بسبب تاثیر قوت نفس انسانی کے جو ساحروں نے کسب سے حاصل کی تھیں وہ رسیاں اور لاٹھیاں لوگوں کو سانپ اژدہے معلوم ہوتی تھیں حضرت موسےٰ نے جو کچھ کیا وہ بمقتضائے قوت نفس انسانی تھا کوئی امر فوق الفطرت نہ تھا مگر وہ قوت حضرت موسےٰ میں فطری اور جبلی تھی ✦

اس امر کو علمائے متقدمین نے بھی تسلیم کیا ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب سحرۂ فرعون نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو انہوں نے لوگوں کی آنکھوں

ثم قال تعالےٰ فلما القوا سحروا اعین الناس واحتج بہ القائلون بان السحر محض التمویہ قال القاضی لو کان السحر حقا لکانوا قد سحروا

www.poetrymania.com©

قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	بیشک میں لایا ہوں تمہارے پاس دلیل لیکر تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ پس بھیجدے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

فلو جعلوا لا عينهم فثبت ان المراد: فخيلوا احوالا عجيبة مع ان الامر في الحقيقة ما كان على وفق ما خيلوا (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۴۴ سورہ اعراف)

پر جو دیا تو جادو کے لفظ پر لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ سحر صرف دھوکا ہے۔ قاضی کا قول ہے کہ اگر جادو برحق ہوتا تو وہ لوگوں کے دلوں پر جادو کرتے نہ کہ اُن کی آنکھوں پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے خیال میں عجیب باتیں ڈالی تھیں باینہمہ حقیقت میں وہ باتیں ایسی نہ تھیں جیسی کہ لوگوں کے خیال میں پڑی تھیں۔ یعنی وہ لاٹھیاں اور رسیاں درحقیقت سانپ اور اژدہے نہیں بنی تھیں بلکہ صرف لوگوں کے خیال میں ایسی معلوم ہوتی تھیں اور یہ بات اسی تاثیر قوت نفس انسانی کے سبب تھی جو ساحروں میں بذریعہ کسب اور موسےٰ میں بسبب فطرت تھی مگر حقیقت میں نہ ساحروں کی رسیاں اور لاٹھیاں سانپ اور اژدہا بنی تھیں اور نہ حضرت موسےٰ کی +

ید بیضا

جب کہ یہ بات تسلیم کی گئی کہ انسان میں ایک ایسی قوت ہے کہ انسان اُس کے ذریعہ سے قوائے متخیلہ کی طرف توجہ کرتا ہے اور پھر اُس میں ایک خاص قسم کا تصرف کرتا ہے اور اُن میں طرح طرح کے خیالات اور گفتگو اور صورتیں جو کچھ اُس کو مقصود ہوتی ہیں ڈالتا ہے پھر اُن کو اپنے نفس مؤثرہ کی قوت سے دیکھنے والوں کی حس پر ڈالتا ہے۔ پھر دیکھنے والے ایسا ہی دیکھتے ہیں کہ گویا وہ خارج میں موجود ہے حالانکہ وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور قرآن مجید کے الفاظ سے جو آیات مذکورہ بالا میں گذرے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ لاٹھیاں اور رسیاں اسی قوت متخیلہ کے سبب سانپ یا اژدہے دکھائی دیتی تھیں تو ید بیضا کا مسئلہ خود حل ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا بھی لوگوں کے اس طرح پر دکھائی دینا اسی قوت نفس انسانی اور تصرف قوت متخیلہ کا سبب تھا نہ یہ کہ وہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت تھا۔ اور درحقیقت حضرت موسےٰ کے ہاتھ کی ماہیت بدلجاتی تھی۔ جہاں قرآن مجید میں ید بیضا کا ذکر آیا ہے وہاں یہ مضمون بھی موجود ہے کہ جب حضرت موسےٰ نے اپنا ہاتھ نکالا تو وہ یکایک چٹا تھا دیکھنے والوں کے لئے۔ ونزع يده فاذا هي بيضاء للناظرين۔ سورۃ اعراف و سورۃ شعراء ۔ ۳۳ ۔ ۱۰۵ + اور یہ مضمون صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھنے والوں کی نگاہ میں وہ چٹا دکھائی دیتا تھا جو اثر قوت نفس انسانی کا تھا نہ کوئی معجزہ یا فوق الفطرت +

www.poetrymania.com©

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۳﴾	(فرعون نے) کہا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے تو اس کو لا اگر تو سچوں میں سے ہے ﴿۱۰۳﴾

اس مقام پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اگر عصائے موسیٰ کا اژدہا بنتا اور ہاتھ کا چٹّا ہو جانا اسی قسم کی قوتِ نفسی سے لوگوں کو دکھائی دیتا تھا جس طرح کی قوتِ نفسی سے سحرۂ فرعون کی رسیاں دلائیں سانپ دکھلائی دیتی تھیں اور کوئی معجزہ ما فوق الفطرت نہ تھا تو خدا نے عصا و ید بیضا کی نسبت یہ کیوں فرمایا کہ " فذانك برهانان من ربك " یعنی اُن کو خدا کی طرف سے برہان کیوں تعبیر کیا ہے۔ مگر برہان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عصائے موسیٰ کا اژدہا بنی ہونا یا ہاتھ کا چٹّا دکھائی دینا فرعون اور اُس کے سرداروں پر بطور حجت الزامی کے تھا وہ اس قسم کے امور کو دلیل اس بات کی سمجھتے تھے کہ جس شخص سے ایسے امور ظاہر ہوتے ہیں وہ کامل ہوتا ہے اور اسی لئے اُنہوں نے حضرت موسیٰ سے بھی کرشمہ دکھلانے کی خواہش کی تھی۔ پس اُن دونوں چیزوں پر بمقابلہ فرعون اور اُس کے سرداروں کے برہان سے تعبیر کرنا بالکل صحیح تھا اور اسی سبب سے اُنہوں نے کہا کہ اگر کوئی کرشمہ دکھلایا جاویگا تو وہ موسیٰ کو سچا جانینگے۔ خود اسی آیت میں بمقابل فرعون اور اس کے سرداروں کے اُن دونوں امر کو برہان قرار دینے کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ " انهم كانوا قوما فاسقين " فاسق کا لفظ نہایت وسیع معنی رکھتا ہے۔ فرعون اور اُس کے سرداروں کا ساحروں پر بسبب اُن کے کرشموں کے اعتقاد رکھنا بھی فسق میں داخل تھا پس خدا نے فرمایا کہ یہ دونوں امر ایسی قوم کے لئے جو ساحروں کے کرشموں پر یقین رکھتے ہیں خدا کی طرف سے برہان ہیں۔ پس برہان کا لفظ اُن بیانات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے اوپر بیان کئے ہیں +

سورۂ نمل میں خدا تعالیٰ نے عصا کے ذکر کے بعد فرمایا کہ " وادخل يدك في جيبك تخرج بيضاء من غير سوء في تسع ايات الى فرعون وقومه " لفظ تسع آیات پر مفسرین نے بحث کی ہے کہ نو نشانیوں سے کیا مراد ہے +

امام فخرالدین رازی نے اس آیت کی تفسیر میں عصا اور ید بیضا کے علاوہ یہ نو نشانیاں بیان کی ہیں۔ دریا کا پھٹ جانا۔ طوفان کا ہونا۔ ٹڈیوں کا آنا۔ پیسوؤں کا۔ مینڈکوں کا پیدا ہونا۔ پانی کا خون ہو جانا۔ مال و دولت مویشی میں کمی کا ہونا۔ قحط پڑنا کھیتوں کی پیداوار کا گھٹ جانا +

لقد قيل يقول كانت الآيات احدى عشر ثنتان منها اليد والعصا والتسع الفلق والطوفان والجراد والقمل والضفادع والدم والطمسة والجدب في بواديهم والنقصان في مزارعهم۔
(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۱۸۰)

اور اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ " في تسع ايات " جملہ مستانفہ ہے یعنی منجملہ کلام سے

www.poetrymania.com©

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ (۱۰۴)	پھر ڈال دیا (موسےٰ نے) اپنے عصا کو پھر وہ یکایک اژدھا ظاہر ہُوا (۱۰۴)

اور اُس کی تقریر یوں ہے کہ "اذھب فی تسع اٰیات الی فرعون" یعنی عصا اور ید بیضا کا ذکر علٰحدہ ہو چکا اُس کے سوا نو نشانیاں اور دیں کہ وہ لیکر فرعون کے پاس جا +

مگر یہ بیان صحیح نہیں اس لئے کہ وہ نو چیزیں جن کا ذکر کیا ہے بطور نشانی کے نہیں دی گئی تھیں بلکہ فرعون اور اُس کی قوم پر بہ سبب نافرمانی کے بطور عذاب کے نازل ہوئی تھیں جن کو قرآن مجید نے بھی "رجز" سے تعبیر کیا ہے پس اُن واقعات کو تسع اٰیات قرار دینا صحیح نہیں ہوسکتا +

سورہ بنی اسرائیل میں بھی تسع اٰیات کا ذکر ہے اور اُس کی نسبت مفسرین نے یہ سمجھا ہے کہ اس آیت میں تسع اٰیات سے وہ نو احکام مراد ہیں جو حضرت موسٰے نے بنی اسرائیل سے کیے تھے۔ مفسرین کا ایسا خیال کرنا غالباً اس آیت کے ان الفاظ کی بنا پر ہے "فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم" یعنی خدا نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے دریافت کر جب موسٰے اُن کے پاس آئے تو وہ نو احکام بتائے تھے۔ اس خیال پر ہمارے راویوں نے ایک حدیث بھی بیان کر دی اور مفسرین نے قبول کر لی اور کہا کہ یہی قول سب سے اچھا ہے +

ولقد اٰتینا موسٰی تسع اٰیات بینات فاسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم فقال لہ فرعون انی لاظنك یاموسٰی مسحورا قال لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموات والارض بصائر وانی لاظنك یفرعون مثبورا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۳) +

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ تسع اٰیات کے بیان میں متعدد اقوال ہیں سب سے اچھا قول یہ ہے کہ جو صفوان ابن عسال نے کہا ہے کہ ایک یہودی نے اپنے دوست سے کہا کہ پیغمبر پاس چلو ان سے پوچھیں کہ وہ نو احکام کیا تھے وہ آئے اور پوچھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہ تھے۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو۔ چوری نہ کرو۔ زنا نہ کرو۔ قتل مت کرو۔ سحر مت کرو۔ سود نہ کھاؤ۔ عورتوں پر زنا کا اتہام مت کرو۔ لڑائی میں سے جنگ نہیں۔ اور بالتخصیص یہودیوں کے لئے یہ حکم ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔ یہ سُن کر

فی تفسیر قولہ تعالٰی تسع اٰیات بینات اقوال اجودھا ما روی صفوان ابن عسال انہ قال ان یہودیا قال لصاحبہ اذھب بنا الی ھذا النبی نسألہ عن تسع اٰیات فذھبا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و سألاہ عنہا فقال ھن ان لا تشرکوا باللہ شیئا۔ ولا تسرقوا۔ ولا تزنوا۔ ولا تقتلوا ولا تسحروا۔ ولا تاکلوا الربا۔ ولا تقذفوا محصنۃ ولا تولوا الفرار یوم الزحف۔ علیکم خاصۃ الیہود ان لا تعتدوا فی السبت فقام الیہودیان فقبلا یدیہ ورجلیہ وقالوا نشھد انک نبی ولا نخاف القتل لا نتبعك (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۰۰) +

www.poetrymania.com©

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ﴿۱۰۵﴾

اور نکالا اپنا ہاتھ پھر یکایک وہ چمکتا تھا دیکھنے والوں کے لئے ﴿۱۰۵﴾

وہ دونوں یہودی اُٹھتے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ نبی ہیں اگر ہم کو مارے جانے کا ڈر نہ ہوتا تو ہم آپ کی پیروی کرتے +

مفسرین کا یہ خیال کہ جن تسع آیات کا ذکر سورہ نمل کی آیت میں ہے وہ تو نشانیاں تھیں جو حضرت موسٰے فرعون کے پاس لے گئے تھے اور جن تسع آیات کا ذکر سورہ بنی اسرائیل میں ہے وہ تو احکام بنی اسرائیل کے لئے تھے صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اسی آیت میں ذکر ہے کہ تسع آیات کے جواب میں فرعون نے کہا کہ اے موسٰے میں تو تجھ کو سحر زدہ سمجھتا ہوں۔ اور اس سے ثابت ہے کہ وہ احکام فرعون اور اُس کی قوم کے لئے تھے نہ بنی اسرائیل کے لئے اور فاسئل بنی اسرائیل اذ جاء ھم بطور جملہ معترضہ کے آیا ہے اُس سے یہ استدلال کرنا کہ وہ احکام بنی اسرائیل کے لئے تھے صحیح نہیں ہے +

غرضکہ ہماری تحقیق میں دونوں آیتوں میں تسع آیات سے وہ احکام مراد ہیں جو حضرت موسٰے فرعون اور اُس کی قوم کے پاس لے گئے تھے۔ یہ بات قابل تسلیم کے ہے کہ قرآن مجید میں اُن نو احکام کا ایک جگہ شمار نہیں کیا گیا ہے بلکہ جا بجا متعدد احکام کا ذکر آیا ہے اگر ان سب پر غور کیا جاوے تو وہ احکام ہماری سمجھ میں مندرجہ ذیل معلوم ہوتے ہیں +

۱۔ توحید۔ کما قال اللہ تعالیٰ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا۔ ۲۔ اقرار بالرسالۃ۔ کما قال انا رسولا ربک۔ ۳۔ منع شرک سے۔ کما قال فاعبدنی۔ ۴۔ اقامت صلوٰۃ۔ کما قال اقم الصلوٰۃ لذکری۔ ۵۔ جزا و سزا۔ کما قال تجزی کل نفس بما تسعیٰ۔ ۶۔ اعتقاد آخرت۔ کما قال ان الساعۃ اٰتیۃ۔ ۷۔ نزول عذاب منکرین پر۔ کما قال ان العذاب علیٰ من کذب وتولیٰ۔ ۸۔ منع تعدی سے بنی اسرائیل پر۔ کما قال لا تعذبھم۔ ۹۔ رہا کرنا بنی اسرائیل کا۔ کما قال ارسل معنا بنی اسرائیل +

یہ تمام آیتیں جن کا اشارہ ہم نے کیا عام آیتیں نہیں ہیں بلکہ خاص آیتیں ہیں جو حضرت موسٰے اور بنی اسرائیل کے قصہ میں وارد ہوئی ہیں اور اسی سبب سے ہم نے خیال کیا ہے کہ یہ وہ احکام ہیں جو حضرت موسٰے خدا کی طرف سے فرعون پاس لے گئے تھے +

www.poetrymania.com©

قَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۰۹﴾	کہا فرعون کی قوم کے سرداروں نے بیشک یہ شخص جادوگر ہے بہت بڑا جاننے والا ﴿۱۰۹﴾

ششم قتلِ اولاد

بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کا قتل کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کو کسی کرشمہ کی بنا پر قرار دیا جاوے اگرچہ مفسرین نے اس کی بنا بھی ایک کرشمہ پر قائم کی ہے بعضی بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ کاہنوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو برباد کردیگا۔ پس اس تاریخ میں جو کاہنوں نے مقرر کی تھی جس قدر لڑکے پیدا ہوئے ان کو فرعون نے مروا ڈالا۔ اور بعضوں نے یہ کہا کہ یہ قتل صرف اس تاریخ پر منحصر نہیں رہا بلکہ یہ قتل برسوں تک جاری رہا اور لاکھوں ہزار لڑکے قتل ہوئے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ آئی اور اس آگ نے مصر کو گھیر لیا اور تمام قبطیوں کو جلا دیا اور صرف بنی اسرائیل بچ رہے لوگوں نے اس کی تعبیر دی کہ اس شہر سے جہاں سے بنی اسرائیل آئے ہیں ایک شخص آویگا اس کے ہاتھ سے مصر کی سلطنت برباد ہوگی اس پر فرعون نے بنی اسرائیل کے مردوں کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

مگر قرآن مجید میں ان دونوں باتوں میں سے کسی کا کچھ اشارہ نہیں ہے اور نہ بنی اسرائیل کے قتل کی بنا کسی اور کرشمہ پر بیان ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں جو بات پائی جاتی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی کثرت سے فرعون اور اس کے سرداروں کو اندیشہ ہوگیا تھا کہ یہ لوگ فساد کرکے مصر کی سلطنت کو برباد کر دینگے اور اس کے

واذ نجیناکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب یذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔

۲ ۔ سورۂ بقر ۔ ۴۹

اذ نجینکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب یقتلون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔

۷ ۔ سورۂ اعراف ۔ ۱۴۱

اذ قال موسیٰ لقومه اذکروا نعمة الله علیکم اذ انجاکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناءکم ویستحیون نساءکم وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم۔

۱۴ ۔ سورۂ ابراہیم ۔ ۶

ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناءهم ویستحیی نساءهم انه کان من المفسدین۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلهم ائمة ونجعلهم الوارثین۔ ونمکن لهم فی الارض ونری فرعون وهامان وجنودهما منهم ما کانوا یحذرون۔

۲۸ ۔ سورۂ قصص ۔ ۴ ۔ ۶

فلما جاءهم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین آمنوا معه واستحیوا نساءهم وما کید الکافرین الا فی ضلال۔ وقال فرعون ذرونی اقتل موسیٰ ولیدع ربه انی اخاف ان یبدل دینکم او ان یظهر فی الارض الفساد۔

۴۰ ۔ سورۂ مومن ۔ ۲۵ و ۲۶

www.poetrymania.com©

يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۱۰۷)	چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے ملک سے پھر کیا تم حکم دیتے ہو (۱۰۷)

انسداد کے لیے یہ تدبیر کی تھی کہ جو لڑکے پیدا ہوتے تھے اُن کو قتل کروا ڈالتا تھا کہ مرد جن سے لڑنے کا اور فساد ہونے کا اندیشہ تھا زیادہ نہ ہونے پاویں۔ چنانچہ سورہ قصص میں صاف لکھا ہے کہ فرعون کی سلطنت ملک میں بہت زبردست ہوگئی تھی اور اُس کے لوگوں کو گروہ گروہ کر دیا تھا اور ایک گروہ کو یعنی بنی اسرائیل کو اُن میں سے ضعیف کر دیا تھا اُن کے لڑکوں کو مار ڈالتا تھا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا خدا نے چاہا کہ اُس ضعیف گروہ پر مہربانی کرے اور انہیں کو سردار بناوے اور انہیں کو وارث کرے اور ملک میں اُنہیں کو قدرت دے اور دکھلاوے فرعون اور اُس کے لشکر کو اس ضعیف گروہ سے وہ چیز جس سے وہ ڈرتے تھے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ یعنی قبل از ولادت حضرت موسےٰ جو فرعون نے قتل اولاد بنی اسرائیل کا حکم دیا تھا وہ صرف اس خوف سے تھا کہ وہ بسبب کثیر ہونے کے فساد کر کے ملک کو نہ چھین لیں۔ کچھ عجب نہیں کہ یہ قتل کسی مدت تک رہا ہو اور پھر موقوف ہوگیا ہو +

یہ پہلا حکم قتل اولاد بنی اسرائیل کا تھا مگر جب حضرت موسےٰ فرعون کے پاس آئے اور خدا کے حکم پہنچائے اور کہا کہ بنی اسرائیل کو چھوڑ دو اس وقت پر فرعون کو بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا اور اپنی سلطنت کے زوال کا خوف ہوا اور دوبارہ اُس نے تدبیر کی کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو مار ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ سورہ مومن میں خدا نے صاف بیان کیا ہے کہ جب ہمارے پاس سے سچی بات فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس پہنچی تو اُنہوں نے کہا کہ مار ڈالو اُن کے لڑکوں کو جو موسےٰ پر ایمان لائے ہیں اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھو اور فرعون نے کہا چھوڑو میں موسیٰ کو مار ڈالونگا مجھ کو خوف ہے کہ وہ تمہارے دین کو بدل دیگا اور ملک میں فساد پھیلاویگا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اسی خوف سے دونوں دفعہ فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں یا مردوں کے قتل کا حکم دیا تھا کوئی غیبی کرشمہ اُس کی بنیاد نہ تھا +

ہفتم قحط ۔ ہشتم طوفان ۔ نہم جراد ۔ و قمل و ضفادع ۔ و دم

یہ تمام امور ایسے ہیں جو ہمیشہ دنیا میں موافق قانون قدرت واقع ہوتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت موسےٰ کے زمانہ میں بھی واقع ہوئے تھے۔ ایسے واقعات کو انسانوں کے گناہوں سے منسوب کرنا بھی قانون فطرت کے تابع ہے جس پر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے ہیں اس کی بحث قوم عاد کے قصہ میں بالتفصیل لکھ چکے ہیں اس طرح ان واقعات ارضی و سماوی کو بھی

www.poetrymania.com©

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَاۗىِٕنِ حٰشِرِيْنَ (۱۰۸)	انہوں نے کہا کہ موسےٰ اور اُس کے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں لوگوں کو جمع کرنے والے بھیج (۱۰۸)

خدا تعالےٰ نے فرعون اور اُس کی قوم کے گناہوں سے غضب کیا ہے ✦

قحط کوئی نئی بات نہیں تھی حضرت یوسف کے زمانہ میں بھی سخت قحط پڑا تھا حضرت موسےٰ کے زمانہ میں بھی قحط ہوا جو حضرت موسےٰ کے قصہ میں مذکور ہے ✦

طوفان۔ دریائے نیل کی زیادہ طغیانی سے ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی مینہ اور اولوں کا طوفان بھی آجاتا ہے شام کے پہاڑوں سے اولے برستے ہوئے کبھی کبھی مصر تک پہنچ جاتے ہیں بجلی کی چمک اور گرج بھی ہوتی ہے (دیکھو کیٹو کی ببلکل سیکلو پیڈیا صفحہ ۹۰۰) جن ملکوں میں بارش قلیل ہوتی ہے اور اولے اتفاقیہ پڑتے ہیں اُن ملکوں میں اس قدر بارش بھی جو اور ملکوں میں معمولی خیال کی جاتی ہے نہایت سخت طوفان کا اثر دکھاتی ہے خصوصاً اُس حالت میں جب کہ دریا کی طغیانی بھی اور خصوصاً نیل جیسے دریا کی طغیانی اُس کے ساتھ ہو تو پھر قیامت ہی ہوتی ہے۔ پس موسےٰ کے عہد میں طوفان کا واقعہ ایک معمولی واقعہ سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔ جو ندرت اس میں تھی وہ صرف یہی تھی کہ اُس زمانہ میں واقع ہوا جب کہ حضرت موسےٰ وہاں تشریف لے گئے تھے ✦

جراد و قمل و ضفادع۔ یعنی ٹڈیوں پسوؤں یا اسی قسم کے کسی جانوروں اور مینڈکوں کا کثرت سے پیدا ہو جانا خصوصاً طوفان اور دریائے نیل کے چڑھاؤ کے اُترنے بعد ایک ایسی بات ہے جو قدرتی طور پر واقع ہوتی ہے حشرات الارض وفعتاً اس کثرت سے پیدا ہو جاتے ہیں جن کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ پس حضرت موسےٰ کے عہد میں اُن حشرات الارض کا پیدا ہو جانا جس قدر کثرت سے وہ پیدا ہو گئے ہوں اور کیسی ہی سخت مصیبت اُن کے سبب سے مصریوں پر پڑی ہو کوئی ایسی تعجب خیز بات نہیں ہے جس کو ایک لمحہ کے لئے بھی واقعہ مافوق الفطرت تصور کیا جاوے ✦

دم کا لفظ البتہ لوگوں کو حیرت میں ڈالتا ہوگا۔ بعض مفسرین نے اس بات کو کہ تمام دریا اور حوض اور تمام پانی جو برتنوں میں تھا خون ہو گیا غیر قابل یقین خیال کر کے یہ لکھا کہ فرعون اور اُس کی تمام قوم کو نکسیر یعنی ناک سے خون جاری ہونے کی بیماری ہو گئی تھی۔ گو کہ کسی وبا کا پھیل جانا خصوصاً قحط و طوفان کے بعد کوئی امر بعید از عقل نہیں ہے۔ لیکن اصل بات معلوم ہوتی ہے کہ دریائے نیل کا پانی اگرچہ عموماً نیلے رنگ کا رہتا ہے مگر کبھی طغیانی کے زمانہ میں اُس کا رنگ سُرخ لال اینٹ کے گہرے رنگ کی مانند ہو جاتا ہے (دیکھو کیٹو ببلکل سیکلو پیڈیا صفحہ ۹۱۵) اور (چیمبرز انسیکلو پیڈیا جلد سوم صفحہ ۷۸۱) اور جب کبھی نباتی مادہ کثرت سے آجاتا ہے تو سبز

www.poetrymania.com©

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ (۱۰۹)	تاکہ تیرے پاس ہر ایک بڑے جاننے والے جادوگر کو لے آویں (۱۰۹)

ہوجاتا ہے (دیکھو انسیکلوپیڈیا برٹینیکا صفحہ ۲۲۴) پس اسی قسم کے واقعات کے سبب سے اُس کا پانی سُرخ ہوگیا ہوگا جس کو دَم سے تعبیر کیا ہے +

بعض اوقات پانی میں نہایت باریک کیڑے سُرخ رنگ کے اس قدر کثرت سے پیدا ہوجاتے ہیں کہ تمام پانی کا رنگ سُرخ ہوجاتا ہے بحر احمر میں بھی اس قسم کی حالت پائی جاتی ہے۔ بحر احمر کے حال میں ... نے لکھا ہے کہ فروری کے مہینہ میں ایک دفعہ جہاز کے گرد کچھ دُور تک سمندر نہایت سُرخ ہوگیا چونکہ اس عجیب تبدیلی کا باعث ہم دریافت کرنا چاہتے تھے ہم نے ایک برتن کو پانی میں ڈالا اور اس میں بہت سی وہ چیزیں نکالیں جو پانی پر تیر رہی تھیں وہ جیلی کے مشابہ ایک چیز تھی جس میں بے انتہا چھوٹے چھوٹے کیڑے تھے اور ہر ایک کے اوپر ایک سُرخ دھبہ تھا یہ جانور ایک جگہ جمع ہونے سے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پانی میں کوئی سرخ چیز گھولدی ہو۔ اس برگ کو بھی جو ایک بہت بڑا نیچرل فلاسفی کا عالم تھا ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا اور اُس نے بھی بحر احمر کی ایسی حالت ہوجانے کی تصدیق کی ہے +

پس یہی حالت دریائے نیل کی بھی ہوگی اور جب کہ ثابت ہوا ہے کہ اس کا پانی بھی کبھی سُرخ ہوجاتا ہے تو اُس کی ایسی حالت ہوجانے پر زیادہ تر یقین ہوتا ہے۔ ان کیڑوں کا بکثرت پانی میں جمع ہوجانا بلاشبہ لوگوں کو استعمال سے باز رکھتا ہوگا اور وہ پانی ناقابل استعمال ہوجاتا ہوگا۔ فرعون کے زمانہ میں بھی دریائے نیل سے گھروں میں اور کنوؤں اور حوضوں میں نلوں کے ذریعہ سے پانی لے گئے تھے پس جہاں جہاں اُس کا پانی جاتا ہوگا سب جگہ یہی حال ہوگیا ہوگا۔ اُس پانی کو لوگوں نے بلا خیال برتنوں میں بھر لیا ہوگا اور تھوڑی دیر بعد دیکھا ہوگا کہ وہ سرخ مثل خون کے ہے۔ اونچے مقاموں میں جہاں دریائے نیل کا پانی نہ جاتا ہوگا وہاں یہ کیفیت نہ ہوئی ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ بنی اسرائیل اونچی زمین پر رہتے ہوں جہاں نیل کا پانی نہ جاتا ہو یا اُن کے گھروں میں پانی جانے کے نل نہ ہوں اور اُن کے گھروں میں یہ کیفیت نہ ہوئی ہو +

نہم۔ غرق فی البحر

فرعون کا بنی اسرائیل کے تعاقب میں جانا اور بنی اسرائیل کا دریا کے پار اُتر جانا اور فرعون کا دریا میں ڈوب جانا ایک تاریخی واقعہ ہے اور ہم اُس کو نہایت تفصیل سے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھ چکے ہیں پس اس مقام پر زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں +

www.poetrymania.com©

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۰﴾	اور آئے جادوگر فرعون کے پاس اُنہوں نے کہا کہ ضرور ہم کو انعام ملیگا اگر ہم غالب ہونگے ﴿۱۱۰﴾

دہم - اعتکاف حضرت موسےٰ کا پہاڑ میں

اعتکاف کا واقعہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ حضرت موسےٰ بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے چھوڑا کر اور فرعون کو اور اُس کے لشکر کو دریا میں ڈبو کر اُس جنگل میں نکال لائے جو بحر احمر کی دونوں شاخوں کے درمیان میں ہے اور جس کا نقشہ سورہ بقر کی تفسیر میں بنایا ہے ✦

وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنٰھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ -
۷ - سورۃ اعراف - ۱۳۸ ✦

یہ کوئی امر زیادہ بحث کے قابل نہیں حضرت موسےٰ تیس دن کا اعتکاف کرنے لئے پہاڑ گئے تاکہ خدا کی عبادت میں مصروف ہوں مگر وہاں چالیس دن لگ گئے - توریت میں لکھا ہے کہ چالیس دن اور چالیس رات موسےٰ پہاڑ پر رہے اور نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا (سفر توریہ مثنی باب ۹ ورس ۹) زیادہ تر مقصود اس اعتکاف سے یہ تھا کہ خدا کی ہدایت اس بات میں چاہیں کہ اُس جم غفیر کی ہدایت و انتظام اور خدا کی عبادت کے لئے کیا قواعد یا احکام قرار دئے جاویں ✦

واذ واعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظٰلمون -
۲ - سورۃ بقر - ۴۸ ✦

بنی اسرائیل کو چار سو برس سے زیادہ ہو گئے تھے کہ مصر میں رہتے تھے اور گو وہ خدا کو ملتے تھے مگر وہاں کی بت پرستی اور اُس کی شان و شوکت کے عادی ہو گئے تھے اور ظاہر میں بھی معبود کے وجود کے موجود ہونے کی خواہش مثل بت پرستوں کے اُن کے دل میں سما گئی تھی اس لئے نہایت مشکل بات تھی کہ اُن کو ایک ایسے خدائے واحد کی پرستش پر متوجہ کیا جاوے جس کا نہ ظاہر میں کوئی وجود ہے، نہ ظاہری وجود میں اور نہ کسی ظاہری شکل میں آ سکتا ہے بلکہ محض بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمون ہے - غالباً یہی بات سب سے زیادہ حضرت موسےٰ کو بھی مشکل تھی - اور وہ ضرور اس خیال میں تھے کہ معبد کو ظاہری صورتوں سے اس طرح بنایا جاوے جن کی عبادت تو نہ کی جاوے مگر بنی اسرائیل کی دل بستگی کا ذریعہ ہوں - اور اسی وجہ سے اُنہوں نے معبد میں کروبین کی مجسم شکلیں چاندی و سونے کی بنائیں ہم قبول کرتے ہیں کہ اُنہوں نے خدا کے حکم سے بنائی ہونگی مگر بنائیں جس کا سبب بجز مذکورہ بالا امر کے اور کچھ نہ تھا اور اسی لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک اور حیثیت خدا پرستی اُسی طرح بیچون و بیچگون و بے رنگ و نمون طریقہ پر نہیا کہ وہ معبود حقیقی ہے

www.poetrymania.com©

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۱﴾	فرعون نے کہا ہاں اور بیشک تم مقربوں میں سے ہونگے ﴿۱۱۱﴾

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قایم کی ہوئے سے باوجود اس شان وشوکت کے قایم نہیں ہوسکی ، نہ ہم کو کردین کی حاجت ہے ۔ نہ ہائی پریسٹ کی ۔ نہ کسی معبد کی ، نہ قربانی سوختنی کی ، نہ بخور کی ، اور نہ آتش دان کی ، نہ خاص پوشاک اور سینہ بند کی : ہم سچے خدا کی پرستش ، جنگل میں دریا میں پہاڑ میں گھر میں بازار میں اندھیرے میں اُجالے میں کپڑے پہنے بن کپڑا پہنے کرسکتے ہیں ہمارا دل ہی خدا کا معبد ہے ہمارا خدا ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم خدا کے ساتھ اور یہ ایسا ساتھ ہے کہ نہ کبھی ہم اُس سے چھوٹ سکتے ہیں اور نہ وہ ہم کو چھوڑ سکتا ہے ۔ سبحانہ وتعالیٰ شانہ والحمد للہ رب العالمین ◆

یازدہم حقیقت کلام خدا با موسےٰ

کلام خدا کا جب تک نہ سُنیں یہ تو معلوم نہیں ہوسکتا کہ کیسا ہوتا ہے ۔ مگر انسانوں کا کلام جو سُننے میں آتا ہے وہ تو یہ ہے کہ زبان اور ہونٹ ہلتے ہیں اُس سے بعد ہوائے محیط کے ایک آواز کان تک پہنچتی ہے ہر ایک لفظ کے بعد دوسرا لفظ بلکہ ہر لفظ کے پہلے حرف کے بعد دوسرا حرف نکلتا ہے اور حرفوں سے مل کر لفظ اور لفظوں سے مل کر جملہ ہو جاتا ہے ۔ پھر کیا خدا کا کلام بھی ایسا ہی ہوتا ہے ؟

علماے اسلام نے کہا ہے کہ تمام انبیاے علیہم السلام نے خدا کو متکلم کہا ہے اور اُس کے کلام کو ثابت کیا ہے پس اُس کا متکلم ہونا اور خدا کے لئے کلام کا ہونا تو ثابت ہوگیا ۔ مگر اُنہوں نے یہ نہ بتایا کہ ایسا ہی کلام جیسا ہمارا تمہارا ہے یا کسی اَور طرح کا لیکن اُنہوں نے اُس پر دوسری بحث قدیم اور حادث ہونے کی چھیڑ دی یعنی اس بات کی کہ خدا کا کلام قدیم ہے یا حادث ۔ ہم اُس بحث کو اس مقام پر لکھتے ہیں اور امید ہے کہ اُسی سے پتہ لگ جاویگا کہ اُس کا کلام کیسا ہوتا ہے ◆

قاضی عضد اور علامہ سید شریف شرح مواقف میں تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کے کلام کے قدیم حادث ہونے پر دو متناقض قیاس ہیں ۔ ایک قیاس یہ ہے کہ ۔ خدا تعالےٰ کا کلام خدا تعالےٰ کی ایک صفت ہے ۔ اور جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے ۔ پس خدا کا کلام قدیم ہے ◆

دوسرا قیاس جو اس کے برخلاف ہے وہ یہ ہے کہ ۔ خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترتیب سے مل کر بنا ہے جو ایک بعد دوسرے کے وجود میں آتے ہیں اور جو چیز اس طرح پر ہوتی ہے وہ

www.poetrymania.com©

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۲﴾	فرعون کے جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تو ڈال اور یا ہم ڈالنے والے ہوں ﴿۱۱۲﴾

حادث ہوتی ہے۔ پس خدا کا کلام بھی حادث ہے۔

حنبلی پہلے قیاس کو ٹھیک بتاتے ہیں اور اس بات کے قایل ہیں کہ خدا کے کلام میں حرف بھی ہیں اور آواز بھی ہے اور وہ دونوں اپنے آپ قایم ہیں اور قدیم ہیں پس کلام خدا کا بھی قدیم ہے۔ پس گویا حنبلی دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ "جو چیز اس طرح پر ہوتی ہے وہ حادث ہوتی ہے" نہیں مانتے۔

قاضی عضد اور علامہ سید شریف دونوں بالاتفاق کہتے ہیں کہ حنبلیوں کا دوسرے قیاس کے دوسرے جملہ کو نہ ماننا قطعاً غلط ہے کیونکہ ہر ایک حرف اُن حرفوں میں سے جن سے اُن کے نزدیک کلام خدا کا مرکب ہے ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے تو وہ دوسرا حرف قدیم نہ ہوا اور جو کہ پہلے حرف کے لئے بھی ختم ہونا ہے تو وہ بھی قدیم نہ رہا اور جو کلام کہ ان سے مرکب ہو کر بنا ہے وہ بھی قدیم نہ رہا۔

کرامیہ فرقہ اس بات میں کہ خدا کے کلام میں حرف اور آواز ہے حنبلیوں کے ساتھ متفق ہیں مگر وہ اس کو حادث مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی ذات میں قایم ہے کیونکہ اس بات پر یقین کرتے ہیں کہ خدا کی ذات میں حوادث کا قایم ہونا جائز ہے پس گویا کرامیہ دوسرے قیاس کو تو صحیح مانتے ہیں اور پہلے قیاس کے دوسرے جملہ کو کہ "جو صفت خدا کی ہے وہ قدیم ہے" نہیں مانتے۔

معتزلے خدا کے کلام میں آواز اور حرف کو اسی طرح پر مانتے ہیں جس طرح کہ حنبلی اور کرامیہ مانتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ آواز اور حرف خدا کی ذات میں قایم نہیں ہے بلکہ خدا اُس کو دوسری چیز میں پیدا کر دیتا ہے مثلاً لوح محفوظ میں یا جبرئیل میں یا نبی میں اس لئے خدا کا کلام حادث ہے پس معتزلے دوسرے قیاس کو صحیح سمجھتے ہیں اور پہلے قیاس کے پہلے جملہ کو کہ "خدا تعالیٰ کا کلام خدا تعالیٰ کی ایک صفت ہے" نہیں مانتے۔

اس پر قاضی عضد اور علامہ سید شریف فرماتے ہیں کہ جو کچھ معتزلے کہتے ہیں ہم اُس سے انکار نہیں کرتے بلکہ ہم بھی وہی کہتے ہیں مگر اُس کا نام کلام لفظی رکھتے ہیں اور اُس کو حادث مانتے ہیں اور ذات خدا تعالیٰ میں قایم نہیں کہتے۔ اُس کے سوا ہم ایک اور امر ثابت کرتے ہیں اور وہ معنی ہیں قایم بالنفس جس کو کہ لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے اور وہی حقیقت میں کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور وہی خدا تعالیٰ کی ذات میں قایم ہے۔ پس دوسرے قیاس کا جو دوسرا

www.poetrymania.com©

قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۳﴾	موسیٰ نے کہا تم ڈالو پھر جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور اُن کو ڈرایا اور لائے بڑا جادو ﴿۱۱۳﴾

جلہ ہے کہ "خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترتیب سے ملکر بنا ہے" اس کو نہیں مانتے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ معنی اور عبارت ایک نہیں ہیں کیونکہ عبارت تو زمانہ میں اور ملک میں اور قوموں میں مختلف ہو جاتی ہے اور معنی جو قایم بالنفس ہیں وہ مختلف نہیں ہوتے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُن معنوں پر دلالت کرنا بھی لفظوں ہی میں منحصر نہیں ہے کیونکہ اُن معنوں پر کبھی اشارہ سے اور کبھی کنایہ سے اسی طرح پر دلالت کی جاتی ہے جیسے کہ عبارت سے۔ اور مطلب جو کہ ایک معنی ہے قایم بالنفس وہ ایک ہی ہوتا ہے اور کچھ متغیر نہیں ہوتا باوجودیکہ عبارتیں بدل جاتی ہیں اور دلالتیں مختلف ہو جاتی ہیں اور جو چیز متغیر نہیں ہوتی وہ اُس چیز کے سوا ہے جو متغیر ہو جاتی ہے یعنی جو چیز کہ متغیر نہیں ہوتی وہ تو معنی قایم بالنفس ہیں اور وہ اُس چیز سے جو متغیر ہو جاتی ہے یعنی عبارت سے علحدہ ہیں۔ (انتہیٰ مخلصًا) +

جو کچھ کہ قاضی عضد اور علامہ سید شریف نے فرمایا ہے مذہب اہلسنت و جماعت کا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم اپنی تحقیق بیان کریں مناسب ہے کہ جو باتیں ان بزرگوں نے چھپا رکھی ہیں انکو کھول دیں تاکہ لوگوں کو صاف معلوم ہو جاوے کہ ان اصول کے ماننے سے جو اُن بزرگوں نے قرار دئیے ہیں کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے +

معتزلیوں نے کہا تھا کہ آواز اور حرف دونوں خدا کی ذات میں قایم نہیں ہیں بلکہ وہ اُن کو دوسری چیزوں میں پیدا کر دیتا ہے، قاضی صاحب اور علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہاں یہ صحیح ہے مگر ہم اُس کا نام کلام لفظی رکھتے ہیں۔ مگر یہ نہیں فرماتے کہ کس کا کلام لفظی خدا کا یا اُس کا جس میں خدا نے اُس کو پیدا کر دیا تھا +

پھر اُس پر زیادہ تحقیق یہ کرتے ہیں کہ صرف معانی قایم بالنفس اور غیر متغیر ہیں اور در حقیقت وہی کلام ہے اور وہی قدیم ہے اور اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ خدا کا کلام حرفوں و لفظوں کی ترکیب سے بنا ہے + (یہ بات زیادہ وزن رکھتی ہے۔ ابو العص)

اس بیان میں صریح نقص یہ ہے کہ اگر اُس کو تسلیم کر لیا جاوے تو جو الفاظ قرآن مجید کے ہیں وہ خدا کے لفظ نہیں رہتے بلکہ اُس کے لفظ ہوتے ہیں جس میں وہ پیدا کئے ہیں خواہ وہ جبرئیل ہوں یا نبی اور جو کہ وہ کلام اُنہی لفظوں سے مرکب ہوا ہے تو وہ کلام بھی اُسی شخص کا ہوا نہ خدا کا + (یہ نقص نہیں خدا کے کلام کو اس کی ذات کے شایاں ہونا ضروری ہے)

www.poetrymania.com©

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۴﴾	اور وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف کہ ڈالدے اپنی لاٹھی پھر یکایک نگلجاویگی جو کچھا نھوں نے دکھلاوا کیا ہے ﴿۱۱۴﴾

میری تحقیق میں پہلا قیاس صحیح ہے اور میں خدا کے کلام کو اس کی صفت سمجھتا ہوں اور تمام صفات خدا کو قدیم مانتا ہوں اور اسی لئے خدا کے کلام کو بھی قدیم یقین کرتا ہوں ۔ مگر حنبلیوں اور کرامیوں سے اس بات میں مختلف ہوں کہ خدا کے کلام میں آواز ہے اور اہل سنت و جماعت کے اس مسئلہ سے مختلف ہوں کہ صرف معانی قایم بالنفس ہیں اور وہی درحقیقت کلام ہے اور وہی غیر متغیر ہے بلکہ میرے نزدیک معانی اور لفظ دونوں قایم بالنفس ہیں اور دونوں قدیم و غیر متغیر ہیں ❊

لفظ بھی حقیقت میں ایک مقید یا مختص معانی ہیں جن پر بولے جانے کے بعد ہم لفظ کا اطلاق کرتے ہیں ۔ انسان جو گفتگو کرتا ہے اس وقت بھی الفاظ اس کے نفس میں ان کے بولے جانے کے قبل موجود ہوتے ہیں ۔ مگر صرف معانی کو قایم فی الذات ماننے اور معانی اور لفظ دونوں کو قایم فی الذات ماننے میں یہ فرق ہے کہ پہلی صورت میں ان معانی کو الفاظ مختصہ میں تعبیر کرنا لازم نہیں آتا اور دوسری صورت میں بجز الفاظ معینہ مختصہ کے اور کسی الفاظ سے تعبیر نہیں ہو سکتے ۔ مثلاً الحمد للہ کلام خدا ہے یہ ذات باری میں مع معانی و الفاظ کے اس طرح پر قایم ہے کہ جب تلفظ میں آویگا تو الحمد للہ ہی اس کا تلفظ ہوگا للہ الحمد اس کا تلفظ نہیں ہونے کا نہ ثناء اللہ اس کا تلفظ ہوگا اور ہم قرآن مجید کو اسی معنی کر مع معانی اور الفاظ کلام خدا کہتے ہیں اور قدیم تسلیم کرتے ہیں ❊

لفظوں کے قایم بالنفس ہونے میں تقدم و تاخر نہیں ہوتا ۔ اس کو مثال دیکر سمجھانا بلا شبہ مشکل ہے مگر اس طرح پر سمجھ میں یا خیال میں آسکتا ہے کہ اگر جس طرح ان الفاظ کے نقوش کو آئینہ کے سامنے رکھنے سے وہ سب معاً بلا تقدم و تاخر آئینہ میں منقش معلوم ہوتے ہیں اسی طرح الفاظ کے بھی بمعنی مذکورہ قایم فی الذات ہونے میں تقدم و تاخر لازم نہیں آتا ۔ ذات باری کی نسبت ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ علۃ العلل تمام چیزوں کی ہے جو ہو چکیں اور ہوتی ہیں اور ہونے والی ہیں ۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہ تمام چیزیں ذات باری میں قایم ہوں ان کے ظہور کے زمانہ کے مختلف ہونے اور تبدیل کیفیت و کمیت سے اس چیز میں جو قایم فی الذات ہے حدوث لازم نہیں آتا ❊

اس صورت میں قاضی عضد اور علامہ سید شریف کا یہ کہنا کہ ہر ایک حرف ان جزوں میا سے جنسے کلام خدا مرکب ہو ایک حرف کے ختم ہونے پر دوسرے حرف کا شروع ہونا موقوف ہے

www.poetrymania.com©

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۵﴾	پھر ثابت ہوگیا سچ اور غلط ہوگیا جو کچھ کہ وہ کرتے تھے ﴿۱۱۵﴾

تو وہ دوسرا حرف قدیم نہ ہوا (لے آخرہ) صحیح نہیں رہتا اس لئے کہ اس امر کا وقوع اُس وقت ہوتا جب کہ ہم کلام خدا میں حرف اور آواز دونوں مانتے مگر جب ہم کلام خدا میں آواز کو تسلیم نہیں کرتے تو نقص مذکورہ لازم نہیں آتا ✤

آواز کی کوئی دوسری حقیقت بجز اس کے کہ ہوا کی مدد اور زبان اور ہونٹوں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے ہم نہیں جانتے پس اُس کو بجنسہ خدا کی صفت قرار دینا اور یہ خیال کرنا کہ خدا کے مُنہ سے بھی مثل ہمارے مُنہ کے ایک حرف دوسرے حرف کے بعد نکلتا ہے بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ پہلے ایک غلط امر کو تسلیم کیا ہے پھر اُس کی بنا پر دوسری غلطی قایم کی ہے ✤

جب کہ ہم کسی پر خواہ وہ جبرئیل ہو جو حسب اعتقاد جمہور مسلمین خدا اور انبیا میں مثل ایلچی کے واسطہ ہے اور خواہ وہ خود نبی مبعوث ہو جیسا کہ میرا خاص اعتقاد ہے خدا کے کلام کا نازل ہونا کہتے ہیں تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ خدا نے اُس کے دل میں بجنسہٖ الفاظ جن کو بعد اس کے وہ تلفظ کریگا مع اُن کے معنی کے جو مقصود ہیں پیدا کیا ہے یا القا کیا ہے اور وہی لفظ بجنسہ نبی نے تلفظ کئے ہیں پس گو اس نبی کا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہو مگر وہ الفاظ مع اُن کے معنی کے یا وہ معنی مقید جن کا تلفظ بجز اُنہی الفاظ کے نہیں ہو سکتا تھا قدیم اور کلام خدا ہیں۔ اور یہی میرا اعتقاد قرآن مجید کی نسبت ہے کہ وہ بلفظہ مع معانیہا قدیم و کلام خدا ہے اور خود خدا نے اپنا کلام پیغمبر خدا میں بلا واسطہ پیدا کیا ہے جیسا کہ میں نے کسی مقام پر کہا ہے۔ ؎

زجبریل امیں قرآں بہ پیغامے نمے خواہم
ہمہ گفتار معشوق است قرآنے کہ من دارم

مگر پیغمبر خدا کا یا ہمارا اُن لفظوں کو تلفظ کرنا حادث ہے ✤

اس مضمون کو بذریعہ کسی مثال کے سمجھانا بلا شبہ نہایت مشکل ہے مگر ہم ایک قریب ترین مثال سے اُس کو سمجھاتے ہیں۔ فرض کرو کہ ایک شخص کسی سبب سے بول نہیں سکتا اور ایک اپنی تحریر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے جس کو ہم پڑھتے ہیں پس گو اُس تحریر میں آواز نہیں ہے مگر جو لفظ مطابق اُس تحریر کے ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ لفظ بلا شبہ اُسی کے ہیں جس نے اُس کو لکھا ہے اور ہم صرف اُن لفظوں کا تلفظ کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ ہمارے لفظ نہیں ہیں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ لفظ بروقت ہمارے تلفظ کے پیدا ہوئے ہیں ✤

ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ انبیا اور اولیا کوئی غیبی آواز نہیں سنتے ـ

www.poetrymania.com©

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾	پھر اُس جگہ وہ مغلوب ہو گئے اور اُلٹے پھرے ذلیل ہو کر ﴿۱۱۹﴾

سنتے ہونگے مگر وہ خدا کی آواز نہیں ہے بلکہ وہ اُس القا کا اثر ہے جو اُن پر ہوا ہے اور وہ اُنہی کے نفس کی آواز ہے جو اُن کے کان میں آتی ہے۔ وہ بیداری میں اُسی طرح آواز کو سنتے ہیں جیسے کہ سوتے میں خواب دیکھنے والا سُنتا ہے۔ یا جیسے کہ بعضی دفعہ لوگوں کو جو کسی خیال میں مستغرق ہیں بغیر کسی بولنے والے کے کان میں آواز آتی ہے +

کلام الٰہی کی نسبت جو کچھ خدا نے ہمارے دل میں ڈالا ہے بعینہ وہ وہی ہے جو حضرت مولانا و مرشدنا حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو القا ہوا تھا چنانچہ اس باب میں جو حضرت ممدوح نے لکھا ہے ذیل میں مندرج ہے +

حضرت ممدوح نے مکتوب نود و دوم جلد سوم میں جو بنام فقیر ہاشم کشمی تحریر فرمایا ہے اس طرح پر لکھا ہے "پرسیدہ بودند آنکہ بعض عرفا فرمودہ اند کہ ما کلام حق را مے شنویم دیا مارا با او تعالیٰ مکالمہ مے شود چنانچہ از امام ہمام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول است کہ گفت مازلت اردد الآیۃ حتی سمعتہا من المتکلم بہا۔ ونیز از رسالہ غوثیہ کہ منسوب بحضرت شیخ عبدالقادر جیلی است قدس سرہ مفہوم مے گردد چہ معنی است وتحقیق آں نزد تو چیست؛ بداں ارشدک اللہ تعالیٰ کہ کلام حق جل وعلا در رنگ ذات حق وسائر صفات حق جل شانہ بیچون و بیچگون است وسماع آں کلام بیچوں نیز بیچون است زیرا کہ چوں را بہ بیچوں راہ نیست پس ایں سماع مربوط بحاسہ سمع نباشد کہ سراسر چون است آنجا اگر از بندہ استماع است بتلقی روحانیت کہ نصیبے از بیچونی دارد و بے واسطہ حروف وکلمات است ونیز اگر از بندہ کلام است ہم بالقائے روحانی است بے حروف وکلمہ وایں کلام نصیبے از بیچونی دارد کہ مسموع بیچون مے گردد یا آنکہ گوئیم کہ کلام لفظی کہ از بندہ صادر مے شود حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ آں را نیز بسماع بیچونی استماع مے فرماید و بے توسط حروف وکلمات و بے تقدیم وتاخیر آں را مے شنود اذ لا یجری علیہ تعالیٰ زمان یسع فیہ التقدیم والتاخیر و دراں موطن کہ از بندہ سماع است بکلیت سامع واگر کلام است ہم بکلیت متکلم تمام گوش وتمام زبان است روز میثاق ذرات مخرجہ قول الست بربکم را بے واسطہ بکلیت خود شنیدند وبکلیت خود جواب بلیٰ گفتند تمام گوش بودند وتمام زبان زیرا کہ اگر گوش از زبان متمیز بودے سماع کلام بیچون حاصل نیامدے وشایان ارتباط مرتبہ بیچون نہ گشتے لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ غایۃ ما فی الباب آں معنی متلقی از راہ روحانیت اخذ نمودہ بود ثانیاً در عالم خیال کہ آں در انسان

www.poetrymania.com©

اور گرا دیئے گئے ساحر سجدہ کرتے ہوئے (۱۱۷)	وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (۱۱۷)

عالم مثال است بصورت حروف وکلمات مرتبہ متمثل مے گردد وآں معنی از انجا بصورت سماع وکلام لفظی مرتسم مے شود چہ ہر معنی را دراں عالم صورتے است اگرچہ آں معنی بیچوں بود اما اقسام بیچون ہم آنجا بصورت چون است کہ فہم وافہام باں مربوط است کہ مقصود ازاں اقسام است وچوں سالک متوسط در خود حروف وکلمات مرتبہ مے یابد وسماع وکلام لفظی احساس مے نماید خیال میکنند کہ ایں حروف وکلمات را از اصل شنیدہ است وبے تفاوت از انجا اخذ کردہ نمے داند کہ ایں حروف وکلمات صور خیالیہ آں معنی متعلق است وایں سماع وکلام لفظی تمثل سماع وکلام بیچونی۔ عارف تام المعرفت را باید کہ حکم ہر مرتبہ را جدا سازد و یکے را بدیگرے ملتبس گرداند پس سماع وکلام ایں اکابر کہ بمرتبہ بیچونی مربوط است از قبیل تلقی والقائے روحانی است وایں کلمات وحروف کہ تعبیر ازاں معنی متلقی باں مے نمایند از عالم صور مثالیہ۔ وگروہے کہ گمان بردہ اند کہ ما حروف وکلمات را ازاں حضرت جل سلطانہ استماع مے نمائیم دو فریق اند یکے ازاں دو فریق کہ احسن حال اند مے گویند کہ ایں حروف وکلمات حادثہ مسموعہ دال اند براں کلام نفسی قدیم۔ فریق دیگر اطلاق قول بسماع کلام حق جل شانہ مے نماید وہمیں حروف وکلمات مرتبہ را کلام حق میدانند جل وعلا وفرق نمے کنند درمیان آنکہ لایق بشان او تعالےٰ کدام است۔ وکدام است کہ شایان جناب قدس اونیست سبحانہ وھؤلاء الجہال البطال لم یعرفوا ما یجوز علی اللہ سبحانہ عما لا یجوز علیہ تعالیٰ سُبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت السمیع العلیم الحکیم والصلوٰۃ والسلام علی خیر البشر وآلہ واصحابہ الاطہر"۔

حضرت موسےٰ اپنے مقام سے مع اپنے گھر والوں کے مصر کو روانہ ہوئے تھے۔ جو جو خیالات حضرت موسےٰ کو نسبت اُن مشکلات کے ہوئے ہوں گے جو مصر میں پیش آنے والی تھیں۔ اور اپنی قوم کو فرعون کے ظلم سے نجات دینے کی مشکلات نے اُن کے دل کو کس قدر غمگین اور متفکر کیا ہوگا اور ان تمام حالتوں کے سبب اُن کو ذات باری میں کس قدر استغراق رہا ہوگا۔ کیونکہ ایسی مشکلات لاینحل کے حل کرنے میں بجز ذات باری پر بھروسہ کے دوسرا کوئی بھروسہ نہ تھا۔ یہ تمام اسباب تھے حضرت موسےٰ کو ذات باری میں کامل طور پر مستغرق ہو جانے کے۔ اور فطرت نبوت جو خدا نے اُن میں پیدا کی تھی سب سے زیادہ اس استغراق کا باعث تھی۔

اتفاق سے وہ رستہ بھولے ہوئے تھے جب اُنہوں نے ایک طرف آگ دیکھی تو اُس طرف گئے۔ جب اُس کے قریب پہنچے تو اُنہوں نے اُس جنگل کو پہچانا کہ وہ وادی ایمن یا حوریب ہے جو پہلے سے نہایت مقدس اور متبرک اور خدا کی جگہ سمجھا جاتا تھا۔ دفعۃً اس بات کے

www.poetrymania.com©

بولے کہ ہم ایمان لائے عالموں کے پروردگار پر (۱۱۸)	قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۱۸)

معلوم ہونے سے خدا کی طرف طبیعت کا ذوق اور خدا کا شوق بھڑک اُٹھا ۔ اور اُن کے کان میں آواز آئی ۔ یاموسیٰ انی انا ربك ۔ انه انا الله العزیز الحکیم ۔ انی انا الله رب العالمین ۔ فاخلع نعلیك انك بالوادی المقدس طوی ۔ یہ آواز کسی بولنے والے کی نہ تھی نہ خدا کی آواز تھی کیونکہ جیسا ہم نے ابھی بیان کیا خدا کے کلام میں آواز نہیں ہوتی ۔ بیشک خدا نے یہ الفاظ جو کلام خدا تھے موسیٰ کے دل میں ڈالے اور خود موسیٰ کے دل کی آواز اُس کے کان میں آئی جو خدا کے پکارنے سے تعبیر کی گئی ۔

اُسی جوش دلی اور استغراق قلبی کا سبب تھا جس سے حضرت موسیٰ کو اپنی حیثیت کا ذہول ہوا اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر کہنے لگے ۔ رب ارنی انظر الیك ۔ خدا نے جواب دیا نہ اپنی آواز سے اور نہ کسی فانی جسم میں آواز ڈالنے سے بلکہ خود موسیٰ کے دل میں اپنا کلام ڈالنے سے کہ ۔ لن ترانی ۔ جہاں جہاں خدا اور موسیٰ میں کلام ہونے کا ذکر ہے اُس کی یہی ماہیت ہے ۔ اور وکلم الله موسیٰ تکلیما ۔ کی یہی حقیقت ہے هذا ما افهمنی الله حقیقة کلامه العظیم وهو الهادی الی الصراط المستقیم ۔

دوازدہم حقیقت تجلی بالجبل

پہاڑ پر خدا کی تجلی ہونے اور آگ کی صورت میں نزول فرمانے کی نسبت تفسیروں میں بہت کچھ بھرا ہوا ہے مگر قرآن مجید میں یہ واقعہ نہایت صاف صاف اور سیدھے لفظوں میں بیان ہوا ہے جس میں کچھ بھی پیچیدہ بات نہیں ہے چنانچہ سورہ طٰہٰ میں خدا نے فرمایا کہ کیا تجھ تک موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے ۔ جب کہ اُس نے آگ کو دیکھا پھر اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیر جاؤ مجھ کو آگ دکھائی دی ہے شاید میں تمہارے لئے اُس میں سے جلتی ہوئی لکڑی لے آؤں یا اُس آگ پر کسی راہ بتانے والے کو پاؤں ۔ پھر جب موسیٰ آگ کے پاس پہنچے اُس کو پکارا گیا یعنی آواز آئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا خدا ہوں اپنی جوتی پاؤں سے اُتار بیشک تو پاک میدان میں ہے ۔

وهل اتنك حدیث موسیٰ ۔ اذ رای نارا فقال لاهله امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منها بقبس او اجد علی النار هدی ۔ فلما اتاها نودی یاموسیٰ ۔ انی انا ربك فاخلع نعلیك انك بالوادی المقدس طوی ۔
۲۰ ۔ طٰہٰ ۔ ۸ ۔ ۱۲ ۔

یہی مضمون کسی قدر الفاظ کی تبدیل سے سورہ نمل میں آیا ہے کہ ۔ جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھ کو آگ دکھائی دی ہے میں

اذ قال موسیٰ لاهله انی انست نارا ساتیکم

www.poetrymania.com©

رَبِّ مُوْسٰى وَهَارُوْنَ (۱۱۹)

موسے و ہارون کے پروردگار پر (۱۱۹)

منہا بخبر او اتیکم بشہاب قبس لعلکم تصطلون ـ
فلما جاءھا نودی ان بورک من فی النار ومن
حولھا وسبحان اللہ رب العالمین ـ یاموسیٰ
انہ انا اللہ العزیز الحکیم ـ
۲۷ ـ نمل ـ ۷ ـ ۹ +

وہاں سے تمہارے لئے کوئی خبر لاتا ہوں یا
تمہارے لئے جلتی لکڑی لاتا ہوں تاکہ تم تاپو ـ
پھر جب موسے آگ کے پاس آیا تو آواز دی گئی
کہ برکت دی گئی اُس کو جو آگ کے قریب ہے
(یعنی موسے کو) اور اُس کو جو اُس کے گرد ہے (یعنی ہارون کو جو موسے کے گھر کے لوگوں کے ساتھ
تھے) اور پاک ہے اللہ پروردگار عالموں کا اے موسے ٹھیک بات یہ ہے کہ میں ہوں خدا
زبردست حکمت والا +

اور سورہ قصص میں اس طرح فرمایا ہے کہ ـ جب موسے مدین سے اپنے گھر والوں کو

فلما قضی موسیٰ الاجل وسار باھلہ انس من
جانب الطور نارا قال لاھلہ امکثوا انی انست
نارا لعلی اتیکم منہا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم
تصطلون ـ فلما اتاھا نودی من شاطی الواد الایمن
فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یاموسیٰ انی
انا اللہ رب العالمین ـ
۲۸ ـ قصص ـ ۲۹ و ۳۰ +

لیکر غالباً مصر کے جانے کے قصد سے روانہ
ہوا تو اُس نے طور کی جانب آگ دیکھی اُس نے
اپنے گھر والوں سے کہا کہ ٹھیرو میں نے آگ کو دیکھا
ہے شاید میں وہاں سے تمہاری کوئی خبر یا کچھ
تھوڑی سی آگ لاؤں تاکہ تم تاپو پھر جب موسے
آگ کے پاس آئے تو مبارک میدان کے کنارہ
سے مبارک جگہ میں درخت کی طرف سے آواز دی گئی کہ اے موسے بیشک میں اللہ ہوں
پروردگار عالموں کا +

اور سورہ اعراف میں یوں آیا ہے کہ ـ جب موسے ہماری مقرر کی ہوئی جگہ میں آیا اور

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی
انظر الیک قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل
فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ
للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا ـ فلما افاق
قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین ـ
۷ ـ سورۃ اعراف ـ ۱۳۹ و ۱۴۰ +

اُس کے پروردگار نے اُس سے کلام کیا تو موسے
نے کہا اے پروردگار اپنے تئیں مجھے دکھلا دے
خدا نے کہا کہ تو مجھے نہ دیکھیگا مگر اُس پہاڑ کی طرف
دیکھ پھر اگر وہ اپنی جگہ پر قایم رہے تو تو مجھ کو
بھی دیکھ لیگا ـ پھر جب اُس کے پروردگار نے پہاڑ
کے لئے تجلی کی تو اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گر پڑے موسے بیہوش ہو کر ـ پھر جب ہوش
آیا تو کہا کہ پاک ہے تو معافی مانگتا ہوں تجھ سے اور میں پہلا ایمان والوں میں ہوں +

اگر اُن قصوں اور کہانیوں سے قطع نظر کی جاوے جو یہودیوں نے اُس کی نسبت
بنالی ہیں اور اُن کی کتابوں میں مندرج ہیں اور جن کی پیروی کر کے ہمارے ہاں کے مفسروں نے

www.poetrymania.com©

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ	فرعون نے کہا کہ تم ایمان لے آئے اُس سے پہلے کہ میں تم کو اجازت دوں

اُنہی قصوں کو مختلف طرح پر اپنی تفسیروں میں بھر دیا ہے اور صرف قرآن مجید کی آیتوں پر غور کیا جاوے تو ان آیتوں سے مندرجہ ذیل امور پائے جاتے ہیں ◆

۱ ۔ موسے نے جو آگ دیکھی تھی حقیقت میں وہ آگ ہی تھی نہ خدا تھا اور نہ خدا کا نور اور نہ ہرے سبز درخت میں سے وہ آگ روشن ہوئی تھی اور درخت نہیں جلتا تھا جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ صرف بات اس قدر تھی کہ درحقیقت حضرت موسے نے پہاڑ کی جانب آگ جلتی ہوئی دیکھی رستہ پر آگ جلانا پرانی قوموں کا دستور تھا۔ رات کا وقت اور موسم سردی کا تھا اور جنگل میں حضرت موسے رستہ بھی بھول گئے تھے اُنہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم ٹھیرو میں وہاں جاتا ہوں یا وہاں کوئی شخص رستہ بتانے والا ملجاویگا۔ یا میں تمہارے لئے وہاں سے کوئی جلتی ہوئی لکڑی لے آؤنگا جس سے تم تاپنا تاکہ سردی سے بچو ◆

یہ واقعہ کوہ سینا یا کوہ طور کے قریب موسے پر گذرا تھا جب کہ وہ مدین سے اپنے گھر کے لوگوں کو لیکر مصر کو جاتے تھے۔ ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں اس بات کو کامل تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ طور سینا آتشیں پہاڑ تھا اُس میں سے جو لو نکلی ہوگی اُس کو حضرت موسے نے دیکھ کر یہ بات کہی کہ میں نے آگ دیکھی ہے وہاں سے کوئی خبر یا تھوڑی سی آگ لیکر آتا ہوں ◆

۲ ۔ ان آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو آواز موسے کو وہاں آئی یا جو کلام خدا نے موسے سے کیا اُس کو اُس آگ سے کچھ تعلق نہ تھا۔ سورہ طٰہٰ اور سورہ نمل میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت موسے آگ کے پاس آئے تو اُن کو آواز دی گئی۔ نہ وہاں یہ بیان ہوا ہے کہ آگ نے آواز دی نہ یہ بیان ہوا ہے کہ آگ میں سے آواز آئی بلکہ باوجود یکہ آگ کا ذکر وہاں موجود ہے اور پھر نودی صیغہ مجہول کا آیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس آواز یا کلام کو آگ سے کچھ تعلق نہیں تھا۔ مثلاً ایک شخص دریا میں سے پانی بھرنے جاوے اور وہ کہے کہ جب میں دریا کے قریب پہنچا تو میں نے پکارنے کی آواز سُنی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خواہ مخواہ دریا میں سے وہ آواز آئی۔ اسی طرح جب حضرت موسے آگ کے قریب پہنچے تو اُن کے کان میں آواز آئی۔ پس اس بات کا قرار دینا کہ وہ آواز آگ میں سے آئی تھی کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ◆

علاوہ اس کے سورہ قصص میں بیان ہوا ہے کہ مبارک جنگل کے کنارہ سے ایک درخت کی طرف سے وہ آواز آئی تھی اور یہ آیت نص صریح اس بات کی ہے کہ آگ میں سے آواز

www.poetrymania.com©

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ	بیشک یہ ایک مکر ہے کہ تم نے کیا ہے اس شہر میں

نہیں آئی تھی +

سورہ قصص کی آیت میں آواز کا آنا من الشجرۃ بیان ہوا ہے لفظ من سے خاص درخت میں سے آواز کا آنا نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس آیت میں خود خدا نے جانب کے معنی کی تصریح کردی ہے جہاں فرمایا ہے من جانب الطور۔ اور اسی تصریح پر من شاطی الواد الایمن۔ ای من جانب الشاطی والواد الایمن۔ من الشجرۃ ای من جانب الشجرۃ محمول کیا جاتا ہے۔ اور یہ خیال کرنا کہ یہ شجر وہ شجر تھا جس میں آگ روشن ہوئی تھی اور درخت سبز کا سبز تھا اور نہیں جلتا تھا اور حضرت موسےٰ نے اسی سبز درخت میں آگ دیکھی تھی یہودیوں کی کتابوں کی کہانیاں اور بے ثبوت قصے ہیں قرآن مجید سے مطلق ثابت نہیں ہے۔ سورہ یٰسین میں جو آیا ہے کہ من الشجر الاخضر نارا۔ اس کو حضرت موسےٰ کے قصہ سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے +

۳۔ تجلی للجبل کی نسبت بہت تھوڑی گفتگو کرنی ہے حضرت موسےٰ نے یہ کہا۔ رب ارنی انظر الیک۔ اس کی تفصیل سورہ بقر میں بیان ہوچکی ہے کہ کس حالت ذہول میں حضرت موسےٰ نے یہ ناممکن خواہش خدا سے کی تھی اس کا جواب خدا کی طرف سے بجز۔ لن ترانی۔ کے اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر چونکہ خدا کا وجود اس کی تمام مخلوقات سے اور خصوصاً ایسی مخلوق سے جو لوگوں کی آنکھ میں زیادہ تر عجیب ہیں ثابت ہوتا ہے اس لئے خدا نے حضرت موسےٰ کو اس عجیب مخلوق کی طرف متوجہ کیا جو ان کے قریب موجود تھی اور جس سے خدا کی شان وقدرت ظاہر ہوتی تھی۔ یعنی اس آتشیں پہاڑ کی طرف جو روشن ہونا شروع ہوا تھا اور جس کی لو کو حضرت موسےٰ دیکھ کر آگ لینے دوڑے تھے مگر جب وہ پہاڑ بھڑکا اور گرجا اور اس کے پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہوکر اڑے تو حضرت موسےٰ غش کھا کر گرے۔ پھر جب ہوش آیا تو اس سوال سے توبہ کی اور کہا انا اول المومنین +

تجلی خدا کی اس کی تمام مخلوق میں موجود ہے جیسا کہ ہم نے سورہ بقر میں بیان کیا ہے پس فلما تجلی ربہ للجبل کے معنی یہ ہیں کہ۔ فلما ظہر شان ربہ وکمال قدرتہ علی الجبل استر موسیٰ وخر صعقا +

سیزدہم۔ بیان کتابت فی الالواح

یہ وہیں پتھر کی تختیاں تھیں جن پر وہ احکام کھدے ہوئے تھے جو بنی اسرائیل کے لئے
قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس خدا نے دئے تھے توریت میں ایک جگہ لکھا ہے

www.poetrymania.com©

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۱۲۰)	تاکہ اس میں سے نکال دو اس کے رہنے والوں کو پھر جلد تم جان لو گے (۱۲۰)

برسالاتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشاکرین۔ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء موعظۃ وتفصیلاً لکل شیء فخذھا بقوۃ وأمر قومک یاخذوا باحسنھا سأوریکم دار الفاسقین۔

سورۃ اعراف ۔ ۱۴۱ و ۱۴۲ +

ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربکم و القی الالواح واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ ۔ ولما سکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح وفی نسختہا ھدی ورحمۃ للذین ھم لربھم یرھبون ۔

۔ سورۃ اعراف ۔ ۱۴۹ ۔ ۱۵۳ +

کہ جب خدا نے موسیٰ کو سب احکام بتادئے تو موسیٰ نے اُن تمام حکموں کو جو خدا نے دئے تھے لکھ لیا ۔ (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۴) اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کو لکھنا آتا تھا ۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ ۔ خدا نے موسیٰ سے کہا کہ میرے پاس پہاڑ پر آ تاکہ پتھر کی لوحیں اور توریت اور اور احکام جو میں نے لکھے ہیں تجھ کو دوں تاکہ بنی اسرائیل کو تعلیم کرے (سفر خروج باب ۲۴ ورس ۱۲) اور ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ ۔ جب خدا موسیٰ سے بات چیت کر چکا تو لوحیں شہادت کی یعنی پتھر کی لوحیں جو خدا کی انگلی سے لکھی ہوئی تھیں موسیٰ کو سپرد کیں ۔ (سفر خروج باب ۳۱ ورس ۱۸) ۔ اور ایک جگہ پھر لکھا ہے کہ ۔ چالیس دن رات پہاڑ پر رہنے کے بعد خدا نے دو پتھر کی لوحیں جو خدا کی انگلی سے لکھی گئی تھیں موسیٰ کو دیں اور جو کچھ خدا نے پہاڑ میں بنی اسرائیل کے سرداروں سے آگ کے بیچ میں سے کہا تھا لکھا گیا تھا (سفر توریہ ثنیہ باب ۹ ورس ۱۰ و ۱۱) بعد اس کے جب حضرت موسیٰ اُن لوحوں کو لیکر آئے اور ہارون پر خفگی ہونے کی حالت میں اُن کو پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گئیں تو خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ۔ اپنے لئے پتھر کی دو لوحیں پہلی لوحوں کے برابر بنا اور میرے پاس پہاڑ میں لے آ اور اُن کے لئے لکڑی کا ایک صندوق بنا ۔ جو کلمات کہ پہلی لوحوں پر لکھے ہوئے تھے ۔ وہ میں پھر اُن لوحوں پر لکھ دونگا ۔ موسیٰ نے ایسا ہی کیا اور خدا نے پہلی تحریر کے موافق اُن دس کلموں کو جو خدا نے بنی اسرائیل پر پہاڑ پر آگ کے بیچ میں سے کہے تھے لکھ دئے اور لوحیں موسیٰ کو دیں موسیٰ نے احتیاط سے اُن کو صندوق میں رکھ چھوڑا (سفر توریہ ثنیہ باب ۱۰ ورس ۱ لغایت ۵) یہ بات ہر کوئی تسلیم کر سکتا ہے کہ خدا کی شان اور اس کے تنزہ سے بعید ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ یا اپنی انگلی سے مثل ایک سنگتراش کے پتھر پر عبارت کندہ کرے ۔ یہودی اور عیسائی اور وہ تمام لوگ جن جو ایسے واقعات کو ہمیشہ ایک عجیب پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان لفظوں کے جو توریت میں ہیں ظاہری معنی نہیں لیتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان لفظوں سے یہ مراد ہے کہ خدا کی قدرت سے وہ کلمات اس پر کندہ کئے گئے تھے ۔ تمام عبارات سے

www.poetrymania.com©

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور تو ہم کو سزا نہیں دیتا مگر اس پر کہ ہم ایمان لائے ہیں اپنے پروردگار کی نشانیوں پر جبکہ وہ ہمیں پہنچا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو صبر بخش دے اور مار ہم کو مسلمانی میں ﴿۱۲۳﴾

اور اس طرز بیان سے جو توریت میں آیا ہے بخوبی پایا جاتا ہے کہ وہ لوحیں خود حضرت موسےٰ نے بنائی تھیں اور جو احکام خدا نے ان کو دئے تھے وہ خود حضرت موسےٰ نے ان پر کندہ کئے تھے ✦

ہمارے علمائے مفسرین نے اس بات پر بحث کی ہے کہ وہ لوحیں کس چیز کی تھیں اور کے تھیں بعضوں نے کہا دس تھیں بعضوں نے کہا سات تھیں کسی نے کہا زمرد کی تھیں کسی نے کہا سبز زبرجد کی تھیں اور سرخ یاقوت کی تھیں۔ حسن نے کہا کہ لکڑی کی تھیں جو آسمان سے اتری تھیں اور وہب کا قول ہے کہ وہ سخت پتھر کی تھیں ان کو خدا نے موسےٰ کے لئے نرم کر دیا تھا ✦

وقال وهب كانت من صخرة صماء لينها الله لموسى عليه السلام (تفسیر کبیر) ✦

بہرحال وہ لوحیں کسی چیز کی ہوں وہ چنداں بحث کے قابل نہیں ہیں جو امر بحث طلب ہے وہ یہ ہے کہ ان پر لکھا کس نے تھا ہمارے علما نے درحقیقت اس میں سکوت اختیار کیا ہے اگرچہ بعضوں کا قول ہے کہ جبرئیل نے لکھا تھا مگر تفسیر کبیر میں قول فیصل یہ لکھا ہے کہ آیت کے لفظوں سے کتابت فی الالواح کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی پس اگر اور کسی قوی دلیل سے اس کی کیفیت معلوم نہ ہو تو سکوت کرنا چاہئے ✦

واما كيفية الكتابة فقال ابن جريج كتبها جبرئيل بالقلم الذي كتب به الذكر واستمد من نهر النور د اعلم انه ليس في لفظ الآية ما يدل على كيفية تلك الالواح وعلى كيفية تلك الكتابة فان ثبت ذلك التفصيل بدليل منفصل قوي وجب القول به والا وجب السكوت عنه (تفسیر کبیر) ✦

میں یہ بات کہنی چاہتا ہوں کہ آیت کے لفظوں سے یہ بات تعیینی معلوم ہوتی ہے کہ خداتعالےٰ ان لوحوں کا کاتب نہ تھا کیونکہ تمام قرآن مجید میں لفظ "کتبنا" کا جہاں آیا ہے اس سے خدا کی نسبت فعل کتابت کی مراد نہیں لی گئی بلکہ مقرر کرنے فرض کرنے کے معنی لئے گئے ہیں چنانچہ "کتبنا" کے ہر جگہ سب علما نے یہی معنی قرار دئے ہیں "علی" اور "لہ" جو کتبت کے صلہ میں آتا ہے اس سے کچھ تغیر معنی میں نہیں ہوتا۔ بلکہ "فی" کے صلہ میں آنے سے بھی کچھ تغیر واقع نہیں ہوتا چنانچہ سورۂ انبیا کی ایک سو پانچویں آیت میں یہ الفاظ آئے ہیں "ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون" یہ بات ظاہر ہے کہ زبور کا لکھنا یعنی فعل کتابت کسی نے بھی خدا کی طرف منسوب نہیں کیا پس اس کے معنی یہی ہیں کہ "فرضنا فی الزبور" پس قرآن مجید کی کوئی آیت اس بات پر اشارہ بھی نہیں کرتی کہ ان وحوں

www.poetrymania.com©

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۲۱) قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ (۱۲۲)	بیشک میں کاٹ ڈالوں گا تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں برخلافی سے پھر ضرور تم کو سولی دیدونگا تم سب کو (۱۲۱) اُنہوں نے کہا بیشک ہم اپنے پروردگار کے پاس پھر جانے والے ہیں (۱۲۲)

کا کاتب خدا تھا۔ بلکہ جس طرح خدا تعالے کبھی بندوں کے اور اشیا کے بعض افعال کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے اس طرح بھی فعل کتابت الواح کا خدا نے اپنی طرف منسوب نہیں کیا +

اب رہی یہ بات کہ پھر اُن پر کس نے لکھا تھا حضرت موسٰے کے سوا وہاں اور کوئی لکھنے والا نہ تھا۔ وہب نے جو یہ کہا ہے کہ وہ سخت پتھر کی لوحیں تھیں خدا نے موسٰے کے لئے اُن کو نرم کر دیا تھا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہب کے نزدیک بھی حضرت موسٰے ہی اُن کے لکھنے والے تھے +

حضرت موسٰے ایک مہینہ میں واپس آنے کا اقرار کر کے پہاڑ پر گئے تھے اُن کو جو مہینہ بھر عبادت میں مشغول رہنے کا حکم ہوا وہ اُسی کو میعاد عطاے احکام سمجھے حالانکہ احکام اُس کے بعد ملنے کو تھے چنانچہ اس روز میں وہ احکام ملے یا اُن کے کھودنے میں دس دن لگ گئے۔ غرضکہ چالیس دن رات ہوگئے خدا نے جو احکام اُن کو وحی سے بتائے تھے اُنہوں نے چاہا کہ اُن کو پتھر کی لوحوں میں کندہ کریں اور بنی اسرائیل کو جا کر دکھائیں۔ وعدہ سے دس دن زیادہ لگ جانے سے بنی اسرائیل کو اُن کے واپس آنے کی توقع جاتی رہی اور انہوں نے اپنے لئے بطور دیوتا کے بچھڑا بنا لیا اور اُس کی پوجا کرنے لگے +

چہاردہم۔ اتخاذ عجل

بچھڑا بنانے کا کچھ مختصر سا ذکر ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں لکھا ہے مگر اس مقام پر اُس کے

واتخذ قوم موسٰی من بعدہ من حلیہم عجلا جسدا لہ خوار الم یروا انہ لا یکلمہم ولا یہدیہم سبیلا ۔

۷۔ سورۂ اعراف ۔ ۱۴۶ +

وما اعجلک عن قومک یموسٰی قال ہم اولاء علی اثری وعجلت الیک رب لترضی قال فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلہم السامری فرجع موسٰی الی قومہ غضبان اسفا قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا افطال علیکم العہد

متعلق خاص باتوں سے بحث کرنی چاہتے ہیں اور اول اُن آیتوں کو لکھتے ہیں جن سے وہ بحث متعلق ہے +

خدا نے سورہ اعراف میں فرمایا ہے۔ اور بنایا موسٰے کی قوم نے موسٰے کے پہاڑ پر جانے کے بعد اُن کے گہنوں سے بچھڑا جسم کہ اُس کے لئے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز

www.poetrymania.com©

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا
فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ
قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْىٖ
نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ
قَاهِرُوْنَ (۱۲۴)

اور کہا قوم فرعون سرداروں نے کیا تو چھوڑ دیگا
موسیٰ کو اور اُس کی قوم کو تاکہ ملک میں فساد
کریں اور تجھ کو اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دیں
(فرعون نے) کہا کہ ابھی ہم اُن کے بیٹوں کو یعنی
مردوں کو مار ڈالینگے اور اُن کی عورتوں کو ہم زندہ
رکھینگے اور بیشک ہم اُن پر غالب ہیں (۱۲۴)

بھی نکلتی تھی +

ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم
فاخلفتم موعدی قالوا ما اخلفنا موعدک
بملکنا ولکنا حملنا اوزارا من زینة القوم فقذفناها
فکذلک القی السامری فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار
فقالوا هذا الهکم واله موسی فنسی افلا یرون
الا یرجع الیهم قولا ولا یملک لهم ضرا ولا نفعا
ولقد قال لهم هارون من قبل یا قوم انما فتنتم
به وان ربکم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری
قالوا لن نبرح علیه عاکفین حتی یرجع الینا
موسی قال یا هارون ما منعک اذ رایتهم ضلوا
الا تتبعن افعصیت امری قال یا ابن ام لا تاخذ
بلحیتی ولا براسی انی خشیت ان تقول فرقت
بین بنی اسرائیل ولم ترقب قولی قال فما خطبک
یا سامری قال بصرت بما لم یبصروا به
فقبضت قبضة من اثر الرسول فنبذتها
وکذلک سولت لی نفسی ـ
۲۰ ـ سورۃ طٰہٰ ۸۵ لغایت ۹۶ +

اور سورۃ طٰہٰ میں فرمایا ہے کہ اے موسیٰ کیا چیز مجھ کو تیری قوم سے چھڑا کر ایسی جلدی لے آئی ۔ موسیٰ نے کہا کہ وہ لوگ میری پیروی پر ہیں اور میں جلد چلا آیا تیرے پاس تاکہ تو راضی ہو ۔ خدا نے کہا کہ بیشک میں نے تیری قوم کو تیرے پیچھے آفت میں ڈالا ہے اور سامری نے اُس کو گمراہ کیا ہے ۔ پھر لوٹ آیا موسیٰ اپنی قوم کے پاس غصہ میں بھرا ہوا غمگین ۔ کہا اے میری قوم کے لوگو کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا ۔ کیا تم پر لمبی مدت گذر گئی یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے غضب نازل ہو پھر تم نے میرے وعدہ کے برخلاف کیا ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے اختیار سے تیرے وعدہ کے برخلاف نہیں کیا و لیکن ہم سے فرعون کی قوم کے گہنوں کا بوجھ اُٹھوایا گیا پھر ہم نے اُس کو پھینک دیا اور اسی طرح سامری نے ڈالدیا (آگ میں) پھر اُس نے اُن کے لئے ایک بچھڑا نکالا مجسم کہ اُس کے لئے آواز تھی یعنی اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی ۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ یہ تمہارا پروردگار اور موسیٰ کا پروردگار ہے پھر موسیٰ بھول گیا ہے ۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ وہ پھر کر ان کی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ اُس کے اختیار میں اُن کے لئے ضرر پہنچانا ہے نہ فائدہ ۔ بیشک اس سے پہلے ہارون نے اُن سے کہا تھا کہ اے میری قوم تم اس کے سبب سے آفت میں پڑے ہو اور بیشک تمہارا پروردگار خدائے مہربان ہے پھر تم میری

www.poetrymania.com©

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۱۲۵)	موسٰے نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو بیشک تمام زمین اللہ کی ہے اُس کا وارث کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور انجام کو بھلائی پرہیزگاروں کے لئے ہے (۱۲۵)

پیروی کرو اور میرے حکم کو بجالاؤ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو اسی کے گرد بیٹھے رہینگے جب تک پھر ہمارے پاس موسٰے آوے۔ جب موسے آئے تو اُنہوں نے کہا اے ہارون کس چیز نے تجھ کو اس بات سے روکا کہ جب تو نے اُن کو گمراہی میں دیکھا تو تو میری پیروی کرے کیا تو نے میرے حکم کی نافرمانی کی۔ ہارون نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی) تم میری ڈاڑھی اور میرے سر کے بال مت پکڑو بیشک میں اس بات سے ڈرا کہ تم یہ کہو تو نے تفرقہ ڈالدیا بنی اسرائیل میں اور میری بات کو نگاہ نہ رکھا۔ موسٰے نے کہا اے سامری تیرا کیا حال ہے اُس نے کہا مجھے ایسی بات سوجھی جو کسی کو وہ نہ سوجھی تھی پھر میں نے رسول کے نقش قدم سے (یعنی حضرت موسٰے کے نقش قدم سے جب کہ وہ پہاڑ پر جاتے تھے) مٹی کی مٹھی بھر لی پھر اُس کو بچھڑے میں میں نے ڈالدیا اور اس طرح میرے نفس نے مجھ کو دھوکا دیا ✝

قرآن کے لفظ ہم نے اس مقام پر لکھے ہیں اور اُن کا مطلب بھی جو صاف صاف قرآن کے لفظوں سے نکلتا ہے لکھ دیا اب ہمارے عجائب پرست مفسروں نے اس پر لغو وبیہودہ قصوں پر قصے باندھ دئے ہیں۔ پہلے تو یہ قرار دیا کہ اُس بچھڑے میں اسی طرح کی آواز تھی جس طرح کہ سچ مچ کی اور خدا کی پیدا کی ہوئی بچھڑے میں آواز ہوتی ہے پھر ضرور ہوا اُس کا کوئی سبب بھی قرار دیں اس لئے "الرسول" کے لفظ سے تو جبرئیل مراد لئے۔ "بصرت" سے یہ معنی لئے کہ سامری نے جبرئیل کو دیکھا تھا اور اور کسی نے نہیں دیکھا تھا اور وہ کہاں عین اُس وقت جب کہ بحر احمر سے بنی اسرائیل گذر رہے تھے اور فرعون تعاقب میں تھا اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل کے لشکر کے درمیان میں جبرئیل آگئے تھے اُس وقت سامری نے اُن کو دیکھا اور پہچان لیا اور نہایت دُور اندیشی سے اُن کی یا اُن کے گھوڑے کے (کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک اُس وقت گھوڑے پر چڑھے ہوئے تھے) پاؤں تلے کی مٹی اُٹھالی کہ کسی وقت کام آویگی اور یہاں اُس کو کام میں لایا اور بچھڑے کے مُنہ میں ڈالدی وہ سچ مچ کے خدا کے پیدا کئے ہوئے بچھڑے کی مانند بولنے لگا ✝

ان خرافات ولغویات کا کچھ ٹھکانا ہے کیسے جبرئیل وہ کہاں تھے کہاں سمندر کہاں کی بات کہاں لے دوڑے سمندر میں جبرئیل کا آنا کیسا اُن کا گھوڑے پر سوار ہونا کیسا اشد

www.poetrymania.com©

قَالُوْٓا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّهْلِکَ عَدُوَّکُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اُنہوں نے کہا کہ ہم کو ایذا دی گئی اس سے پہلے کہ تو ہمارے پاس آوے اور اُس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آیا۔ (موسیٰ نے) کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور ملک میں تم کو جانشین کرے پھر دیکھے کہ کیسے تم عمل کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾ اور بیشک ہم نے گرفتار کیا فرعون کے لوگوں کو قحط میں اور پھلوں کے نقصان ہونے میں تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿۱۳۰﴾

کے رسول یعنی موسیٰ وہاں موجود تھے جن کی طرف صاف اشارہ ہے ہمارے مفسرین خدا اُن کو بخشے اُن کو چھوڑ کر سمندر میں جا ڈوبے ۔

ایک لفظ بھی قرآن مجید کا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اُس کو بچھڑے میں سچ مچ کی اور خدا کے پیدا کئے ہوئے بچھڑے کی مانند آواز تھی بلکہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سامری نے اُس بچھڑے کو اس طرح بنایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی ہزاروں جانور اب بھی کاریگر اس طرح سے بناتے ہیں کہ وہ اُڑتے ہیں چلتے ہیں حرکت کرتے ہیں بولتے ہیں۔ سامری نے بھی اُس بچھڑے کو ایسی کاریگری سے بنایا تھا کہ اُس میں سے آواز بھی نکلتی تھی سیدھے مطلب کو ٹیڑھا کرنا ہمارے مفسروں کی عجائب پرستی اور یہودیوں کی تقلید کے سوا کچھ نہیں ہے مذہب اسلام اور خدا کا کلام یعنی قرآن مجید ان سب لغویات سے پاک ہے ۔

یہی قول معتزلے عالموں کا بھی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ۔ اکثر معتزلے مفسروں کا

وقال اکثر المفسرین من المعتزلة انه کان قد جعل ذلک العجل مجوفا ووضع فی جوفه انابیب ویظهر منه صوت مخصوص یشبه خوار العجل وقال آخرون انه جعل ذلک التمثال اجوف وجعل تحته فی الموضع الذی نصب فیه العجل من ینفخ فیه من حیث لا یشعر به الناس فسمعوا الصوت من جوفه کالخوار۔ قال صاحب هذا القول الناس قد یفعلون الآن فی هذه التصاویر التی یجرون فیها الماء علی سبیل الفوارات وما یشبه ذلک فبهذا الطریق وغیره اظهر الصوت من ذلک التمثال ثم القی الی الناس ان هذا العجل الٰهکم واله موسیٰ ۔
(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱) ۔

یہ قول ہے کہ سامری نے وہ بچھڑا اندر سے کھوکھلا بنایا تھا اور اُس کے اندر نلیاں لگائی تھیں اُن سے آواز بچھڑے کی آواز کے مشابہ نکلتی تھی اور اَور مفسروں نے یہ کہا کہ وہ مورت کھوکھلی تھی اور جہاں بچھڑا کھڑا کیا گیا تھا اُس کے نیچے ایک ایسا مقام تھا جہاں ایک شخص کھڑا ہو کر اُس میں پھونکتا تھا اور لوگ اُس کو نہیں جانتے تھے اُس کے پیٹ میں سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز سنتے تھے اس قول کے قائل نے کہا کہ اب بھی لوگ اُن مورتوں

www.poetrymania.com©

فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا
هٰذِهٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا
بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ
عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ
لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ وَقَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ
مِنۡ اٰيَةٍ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ
بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۲۹﴾

پھر جب آئی اُن کے پاس نیکی کہنے لگے کہ ہمارے
لئے یہ ہے۔ اور جب اُن کو بُرائی پہنچی تو بدشگنی ٹھیرائی
موسےٰ اور اس کے ساتھیوں کی۔ جان لے کہ اس کے سوا اور
کچھ نہیں کہ اُن کی بدشگنی اللہ کی طرف سے ہے لیکن اُن میں سے
بہت سے نہیں جانتے ﴿۱۲۸﴾ اور انہوں نے موسےٰ سے کہا
کہ تو کتنی ہی نشانیاں ہمارے پاس لاوے تاکہ اُن سے
ہم پر جادو کرے پھر ہم تجھ پر ایمان نہیں لاوینگے ﴿۱۲۹﴾

تاول الخوار على ان السامري صاغ عجلاً وجعل فيه خروقاً يدخلها الريح فيخرج منها صوت كالخوار ودعاهم الى عبادته فاجابوه وعبدوه ۔ عن الجبائي ۔

وقيل انه احتال بادخال الريح كما يعمل هذه الآلات التي تصوت بالحيل عن الزجاج والجبائي والبلخي (تفسير مجمع البيان) ۔

میں جن میں پانی کے فوارے چھوٹتے معلوم ہوتے ہیں اور اسی قسم کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں ایسا ہی کرتے ہیں۔ پس اسی طرح اُس بچھڑے کی موت سے آواز نکالی تھی پھر لوگوں کو بتایا کہ یہ بچھڑا اُن کا خدا اور موسےٰ کا خدا ہے ۔

تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے کہ جبائی نے بچھڑے کی آواز کی نسبت بیان کیا ہے کہ سامری نے بچھڑا بنایا اُس کو اندر سے خالی رکھا اس میں ہوا جاتی تھی پھر اُس سے بچھڑے کی آواز کی مانند آواز نکلتی تھی اور اُس نے لوگوں سے اُس کی پوجا کرنے کو کہا اُن لوگوں نے مان لیا اور اُس کی پوجا کی ۔

اور اُسی تفسیر میں زجاج اور جبائی اور بلخی کا قول ہے کہ سامری نے بچھڑے میں ہوا کے بھر دینے سے فریب کیا تھا جس طرح اس قسم کی چیزیں دھوکا دینے کے لئے بنائی جاتی ہیں ۔

بات صرف اس قدر ہے کہ مصر میں رہنے سے بنی اسرائیل کے دل میں بت پرستی کا خیال جما ہُوا تھا وہ چاہتے تھے کہ اُن کے لئے کوئی دیوتا بنایا جاوے حضرت موسےٰ سے بھی اُنہوں نے چاہا تھا کہ اُن کے لئے ایک دیوتا بنادیں انہوں نے اُن کو دھمکا دیا جب وہ پہاڑ پر چلے گئے تو حضرت ہارون کا اتنا خوف اُن کو نہ تھا اُن کے منع کرنے سے اُنہوں نے نہ مانا۔ مصر میں ایک دیوتا تھا جس کا نام "نیوس" تھا اور اُس کی صورت بچھڑے کیسی تھی اُسی صورت کا اُنہوں نے بچھڑا بنایا اور بنانے والے نے اس میں ایسی ترکیب رکھی کہ اُس ترکیب سے بچھڑے میں آواز نکلتی تھی اور لوگوں کو دھوکا و فریب دینے کے لئے حضرت موسےٰ کے پاؤں تلے کی مٹی حقیقتہً یا صرف دھوکا دینے کو اُس مٹی کو حضرت موسےٰ کے پاؤں تلے کی مٹی بیان کر کے بچھڑے

www.poetrymania.com©

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ
وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ
مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا
مُّجْرِمِينَ (۱۳۰) وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ
قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا
عَهِدَ عِندَكَ لَئِن كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ
لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ
بَنِي إِسْرَائِيلَ۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ
الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ
يَنكُثُونَ (۱۳۱)

پھر ہم نے اُن پر طوفان اور ٹڈیاں اور پسّو اور مینڈک
اور خون کی نشانیاں جدا جدا بھیجیں پھر انہوں نے
سرکشی کی اور وہ قوم تھی گنہگار (۱۳۰) اور جب پڑی
آفت تو انہوں نے کہا اے موسٰے ہمارے لئے
اپنے پروردگار سے جس طرح تم کو حکم دیا ہے
دعا کر۔ اگر تو ہم پر سے اس آفت کو دور کر دیگا تو ہم تجھ
پر ایمان لے آوینگے اور ہم تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو
بھیجدینگے۔ پھر جب ہم نے اُن پر سے آفت کو ایک
معین مدت تک جس میں وہ پہنچنے والی تھی دور
کر دیا تو پھر وہ اپنا اقرار توڑ دیتے تھے (۱۳۱)

میں ڈالدی۔ خود قرآن مجید میں سامری کا قول منقول ہے کہ۔ کذلک سولت لی نفسی۔ یعنی اس طرح اُس کے نفس نے دھوکا دیا ✦

اس مقام پر قابل غور یہ بحث ہے کہ بچھڑا بنانے والا کون تھا توریت میں لکھا ہے کہ خود حضرت ہارون بچھڑا بنانے والے تھے اور خود انہوں نے ہی بچھڑے کی پرستش کروائی۔ مگر جب ہم خود توریت کے مضامین پر خیال کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے ہارون کو بھی برکت دی تھی اور تمام احکام جو خدا نے موسٰے کو دئے تھے اُن کی حضرت ہارون ہی تعمیل کرتے تھے بلکہ حضرت موسٰے تو صرف نام ہی کے تھے خدا کے تمام احکام بذریعہ حضرت ہارون پورے ہوتے تھے تو ہم اس بات کو کہ حضرت ہارون اُس بچھڑے کے بنانے والے اور بت پرستی کی اجازت دینے والے تھے جیسا کہ توریت میں لکھا ہے صحیح تسلیم نہیں کر سکتے۔ یہ بات ممکن ہے کہ یہ بچھڑا اُس زمانہ میں بنایا گیا جب کہ حضرت موسٰے پہاڑ پر تھے اور حضرت ہارون کو تمام بنی اسرائیل پر سردار کر گئے تھے اور اُن کے عہد سرداری میں یہ بچھڑا بنا اس لئے حضرت ہارون کی طرف منسوب کیا گیا۔ مگر یہ بات کہ خود حضرت ہارون اُس کے بنانے والے تھے کسی طرح صحیح متصور نہیں ہوسکتی ✦

قرآن مجید نے صاف صاف بتا دیا کہ حضرت ہارون نہیں بلکہ سامری اُس کا بنانے والا تھا۔ ہمارے مفسرین کی جیسی عادت ہے کہ تفسیروں میں رطب و یابس صحیح و غلط روایتیں بھر دیتے ہیں اسی طرح سامری کی نسبت بھی روایتیں یہودی ہیں جن میں سے بعض کی کچھ اصلیت بھی ہے مگر ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کیں۔ اور بعضوں نے نہایت غلطی سے سامری خاص نام بنانے والے کا لکھا ہے جو کہ غلط ہے ✦

www.poetrymania.com©

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر ہم نے اُن سے بدلا لیا پھر ہم نے اُن کو سمندر میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ وہ جھٹلاتے تھے ہماری نشانیوں کو اور اُن سے غافل تھے ﴿۱۳۶﴾ اور ہم نے وارث کیا اُس قوم کو جو ضعیف گنی جاتی تھی زمین کی مشرقوں اور اُس کی مغربوں کا جس زمین میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ اور پورا ہوا اچھا وعدہ تیرے پروردگار کا بنی اسرائیل پر اس لئے کہ اُنہوں نے صبر کیا اور ہم نے خراب کردیا اُس کو جو کیا تھا فرعون اور اُس کی قوم نے اور اُس کو جسے اُنہوں نے چڑھایا تھا ﴿۱۳۷﴾

عیسائی علما نے یہ بات چاہی ہے کہ قرآن مجید کی غلطی ثابت کریں مسٹر سلیڈن نے کہا کہ دراصل ہارون اور سامری ایک ہی شخص ہے نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلطی سے اُن کو دو سمجھا ہے۔ شمر یا شامر عبری لفظ ہے اور اُس کے معنی محافظ کے ہیں اور جب کہ موسٰے پہاڑ پر گئے تھے تو ہارون بنی اسرائیل کے محافظ ہوئے تھے اور اس لئے وہی شامر تھے ✦

مگر مسٹر سلیڈن کا یہ قیاس محض غلط ہے اس لئے کہ اگر یہ لفظ قرآن مجید میں اخذ کیا جاتا تو اُس کے ساتھ یائے نسبت کسی طرح نہیں آسکتی تھی۔ اور اگر وہ علم یعنی خاص شخص کا نام متصور ہوتا تو اُس پر الف لام لازم نہیں آسکتا تھا حالانکہ قرآن مجید میں یائے نسبت اور الف لام دونوں موجود ہیں یعنی "السامری" آیا ہے پس یہ دونوں خیال محض غلط ہیں ✦

صحیح امر جس کو ہمارے مفسرین نے بھی بیان کیا ہے یہ ہے کہ بچھڑے کا بنانے والا سامرتن والوں کا ایک شخص تھا جس کا نام بیان نہیں ہوا پس "السامری" کے معنی یہ ہیں کہ "رجل من الذین ھم السامرۃ" مسٹر سیل نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُس زمانہ میں سامرتن قوم موجود نہ تھی بلکہ اُس کے بہت زمانہ بعد وہ قوم بنی تھی ✦

مگر اس اعتراض میں بھی غلطی ہے قرآن مجید کے الفاظ سے اُس وقت یہی نام ہونا لازم نہیں آتا۔ بنی اسرائیل کے بارہ سبط تھے اور سب ایک سلطنت کے ماتحت تھے مگر جب "رجعام" حضرت سلیمان کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کے دس سبط نے اُس سے بغاوت کی۔ "یربعام" پسر نباط کو اپنا بادشاہ بنایا اُس نے اپنے ملک میں بمقام بیت ایل اور دان کے سونے کے بچھڑے بنائے (دیکھو اول سلاطین باب ۱۲ ورس ۲۸ و ۲۹) اور اُن کی پرستش شروع کی۔ جب کہ "عمری" اُن لوگوں پر بادشاہ ہوا تو اُس نے کوہ شومون کو اُس کے مالک سے جس کا نام "شمر" تھا خرید لیا اور

www.poetrymania.com©

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ
فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ
لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَا
اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ
قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ
مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اور پار اُتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پھر وہ
آپہنچے ایک قوم کے پاس جو اپنے بتوں کے گرد بیٹھی رہتی
تھی (یعنی اُن کی پوجا کرنے کو) بنی اسرائیل نے کہا
اے موسےٰ ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود بنا دے جیسے کہ
اُن کے معبود ہیں۔ موسےٰ نے کہا کہ بیشک تم لوگ جہالت
کرتے ہو ﴿۱۳۴﴾ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ لوگ ہلاک ہونیوالے
ہیں جس میں کہ وہ ہیں اور باطل ہے جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں ﴿۱۳۵﴾
موسےٰ نے کہا کہ کیا میں چاہونگا خدا کے سوا تمہارے لئے کوئی اور معبود۔
اور اُسی نے تم کو بزرگی دی ہے عالموں پر ﴿۱۳۶﴾

وہاں شہر بنایا جو دار الخلافت ہوگیا (دیکھو اول سلاطین باب ۱۶ درس ۲۳ لغایت ۲۵) اور اسی سبب سے وہ لوگ سمارتن یا شامری یا سامری مشہور ہوئے اور وہ قوم جس میں کے شخص نے بنی اسرائیل کے لئے بچھڑا بنایا تھا قرآن مجید کے بہت پہلے سے سامری کے نام سے کہلاتی تھی۔ قرآن مجید میں السامری کہنے سے صرف یہ اشارہ ہے کہ اُس کا بنانے والا اُس قوم میں سے تھا جنہوں نے آخر کار یاربعام کی اطاعت کر کے سونے کے بچھڑوں کی پرستش کی تھی اور جو لوگ سامری یعنی سمارتن کے لقب سے مشہور ہیں ✦

جو لوگ کہ توریت کے اُن مقامات کو جو قرآن مجید کے بیان کے مخالف ہیں قرآن مجید کی غلطی ثابت کرنے کو پیش کرتے ہیں اُن کو ایسی جرأت کرنے سے پہلے توریت کے تمام مضامین مندرجہ کی صحت ثابت کرنی چاہئے۔ اور اُن کو اس بات کا بھولنا نہیں چاہئے کہ اب تک یہ بھی تحقیق نہیں ہوا ہے کہ موجودہ توریت کس نے لکھی اور کب لکھی گئی خود توریت سے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کے مضامین یاد سے اور کچھ تحریروں سے اخذ کئے گئے ہیں اور بہت سی باتیں جو اُس زمانہ میں جب کہ وہ لکھی گئی یہودیوں میں مشہور یا مروج تھیں وہ بھی اُس میں داخل کی گئی ہیں اور جو مضامین اس میں داخل ہیں وہ ایسے افسانہ آمیز ہیں کہ جب تک اُن افسانوں کو علیحدہ نہ کیا جاوے اصل واقعہ پر کسی طرح یقین نہیں ہوسکتا۔ بشپ نیتال نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہے اُس کو بھی بھولنا نہیں چاہئے پس یہ امر کہ کوئی واقعہ جو توریت کے برخلاف ہو وہ صحیح نہیں ہے اُس کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا۔ بلاشبہ توریت میں احکام الٰہی بھی مندرج ہیں اور وہ "فیہا ھدی و نور" کہنے کے مستحق ہیں اور تاریخی واقعات بھی ہیں جو غلطی سے پاک نہیں ✦

www.poetrymania.com©

وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ
يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ
نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ وَوٰعَدْنَا
مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ
فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ
فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

اور یاد کرو جبکہ ہم نے تم کو چھڑوایا فرعون کے لوگوں سے جو تم کو
پہنچاتے تھے بُرا عذاب یا مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے
تھے تمہاری عورتوں کو۔ اور اس میں تمہارے لئے تمہارے پروردگار
کی جانب سے بڑی آزمائش تھی ﴿۱۴۲﴾ اور وعدہ کیا ہم نے
موسٰے سے تیس رات کا کہ پہاڑ پر آکر خدا کی عبادت کرے جب تیس رات
دیجا ویگی) اور تمام کیا اس وعدہ کو دس راتوں سے پھر پورا ہوا مقرر کیا ہوا
وقت اُسکے پروردگار کا چالیس راتوں میں۔ اور (پہاڑ پر جاتے وقت)
موسٰے نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میری قوم میں میرا
جانشین ہو اور اصلاح کے کام کر اور مفسدوں کے
طریقہ کی پیروی نہ کریو ﴿۱۴۳﴾

پانزدہم - ستّر آدمیوں کا منتخب کرنا

قرآن مجید میں ایک جگہ یہ بیان ہوا ہے کہ لوگوں کی قوم نے حضرت موسٰے سے کہا کہ ہم تجھ پر ایمان
نہیں لانے کے جب تک کہ ہم کھلم کھلا خدا کو نہ دیکھ
لیں اور سورہ اعراف میں فرمایا ہے کہ موسٰے نے
ستّر آدمیوں کو خدا کے وعدہ کی جگہ لے جانے
کے لئے منتخب کیا ✦

واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری
اللہ جہرۃ فاخذتکم الصٰعقۃ وانتم تنظرون۔
سورۃ بقرآیت ۵۲ ✦
واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلاً لمیقاتنا۔
سورۃ اعراف آیت ۱۵۴ ✦

حضرت موسٰے نے بھی بحالت ذہول خدا سے کہا تھا کہ " رب ارنی انظر الیک "
خدا نے جواب دیا تھا کہ " لن ترانی ولکن انظر الی الجبل " - بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسٰے
سے کہا کہ ہمیں خدا دکھا۔ وہ حضرت موسٰے پر یہ واقعہ خود گذر چکا تھا اور وہ جانتے تھے کہ خدا کا
دیکھنا محال ہے بلکہ صرف خدا کے وجود پر ایقان ہی خدا کا دیدار ہے۔ اور خدا کے وجود پر ایقان
اُس کی عجائب مخلوقات پر غور و فکر کرنے اُس کے دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا نے حضرت
موسٰے کو بھی اُس عجیب ہیبت ناک آتشین پہاڑ کی طرف خدا پر ایقان لانے کے لئے متوجہ کیا
تھا اسی طرح حضرت موسٰے نے بنی اسرائیل میں سے ستّر آدمیوں کو خدا کی اُس قدرت کاملہ
اور تجلی شان دکھانے کو منتخب کیا تھا کہ اُن کو بھی ایقان وجود باری عزاسمہ پر حاصل ہو ✦

ملہ ضمیر المؤنث فی کلمۃ اتممنا ھاعند نا راجع الی المصدر وعدنا وھو المواعدۃ کما فی قولہ تعالیٰ
اعدلوا ھو اقرب للتقوی ✦ منہ

www.poetrymania.com©

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ﴿۱۳۹﴾ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۴۰﴾ قَالَ يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۱﴾

اور جب موسٰے آیا ہمارے مقرر کئے ہوئے مقام پر اور اُس سے کلام کیا اُس کے پروردگار نے۔ موسٰے نے کہا اے میرے پروردگار اپنے تئیں مجھے دکھائے تا کہ میں تجھ کو دیکھوں۔ خدا نے کہا تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکیگا ولیکن تو دیکھ اُس پہاڑ کی طرف پھر اگر پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھیرا رہے تو تو بھی مجھے دیکھ سکیگا۔ پھر جب تجلی کی اُس کے پروردگار نے پہاڑ پر اُس کو کر دیا ٹکڑے ٹکڑے اور گر پڑے موسٰے بیہوش ہو کر ﴿۱۳۹﴾ پھر جب ہوش آیا تو بولے پاک ہے تو میں تیرے آگے توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا ایمان لانیوالا ہوں ﴿۱۴۰﴾ خدا نے کہا اے موسٰے میں نے اپنے پیغام دیکر اور اپنی باتیں سُنا کر تجھ کو لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے پھر پکڑ لے جو کچھ کہ میں نے تجھ کو دیا ہے اور ہو شکر کرنے والوں میں سے ﴿۱۴۱﴾

خدا کا دیکھنا دنیا میں نہ ان آنکھوں سے ہو سکتا ہے اور نہ اُن آنکھوں سے جو دل کی آنکھیں کہلاتی ہیں اور نہ قیامت میں کوئی شخص خدا کو دیکھ سکتا ہے وہ بیچون و بیچگون ہے کسی حیز و صورت میں آنے کے قابل ہی نہیں ہے پھر وہ کیونکر دنیا میں یا عقبےٰ میں دکھائی دیسکتا ہے۔ بہت سے عابد و زاہد دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے آنکھوں سے دنیا ہی میں خدا کو دیکھا ہے۔ بہت سے کہتے ہیں کہ ان آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اُنہوں نے دیکھا دکھایا کچھ نہیں بلکہ خود اُنہی کا خیال یا ایقان ہے جو اُنہوں نے دیکھا ہوگا عقبےٰ میں اگر خدا کا دیکھنا تسلیم کیا جاوے تو وہ بھی خدا کا دیکھنا نہ ہوگا بلکہ خود اُنہی کا ایقان اُن کو دکھائی دیگا۔ خدا بیچون و بیچگون و بے مثل و بے نمون ہے[1] ◆

علمائے ظاہر جو اس مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھتے صرف لفظوں پر بحث کیا کرتے ہیں وہ اس مسئلہ کی حقیقت کے سمجھنے کے لایق ہی نہیں ہیں۔ ہاں علمائے ربانی جنہوں نے اپنے نفس پر اور انسان کے نیچر پر غور کی ہے اُن کی سمجھ اس مسئلہ کی نسبت علمائے ظاہری کی سمجھ سے زیادہ اعتبار کے قابل ہے اور اُن میں سے بھی بالتخصیص اُن کے جو باوجود علم باطنی کے علم ظاہری میں بھی بہت بڑا درجہ کمال کا رکھتے تھے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں شہزادہ مولانا

[1] لمولفہ
تاب یک جلوہ نیاورد نہ موسے و نہ طور
این دلم ہست کہ این گونہ ہزاراں دیدہ است

www.poetrymania.com©

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
مَوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ
فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ
يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا سَأُرِيكُمْ
دَارَ الْفَاسِقِينَ ﴿۱۴۲﴾ سَأَصْرِفُ
عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ
آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ
الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾

اور ہم نے لکھی اُس کے لئے تختیوں میں ہر ایک چیز
کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل پھر پکڑ لے اُس
کو زور سے اور اپنی قوم کو حکم کر کہ پکڑ لیں (اُن کو)
معہ اُن کی زیادہ اچھی نصیحتوں کے۔ دور نہیں تم کو
جلدی دکھلاؤنگا گھر فاسقوں کا ﴿۱۴۲﴾ البتہ ہم پھیر دینگے
اپنی نشانیوں سے اُن کو جو ناحق تکبر کرتے ہیں زمین
پر اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی تو اُس پر ایمان نہ لاویں۔
اور اگر وہ دیکھیں بھلائی کا رستہ تو نہ پکڑیں اُس
رستہ کو بطور بھلائی کے رستہ کے ﴿۱۴۳﴾

عالم ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا ہے بجنسہ اس مقام پر لکھا جاتا ہے ٭

حضرت ممدوح قدس سرہٗ نے جلد سوم مکتوب نوزدہم جو بنام فقیر ہاشم کشمی لکھا ہے اور جس میں درباب کیفیت مشاہدہ قلب عز حق جل و علا کو سوال کیا گیا تھا اس طرح ارقام فرمایا ہے "پرسیدہ بودند کہ بعضے از محققان صوفیہ اثبات رویت و مشاہدہ او تعالےٰ بدیدہ دل در دنیا مے فرمایند کما قال الشیخ العارف فی کتاب العوارف ۔ موضع المشاہد بصر القلب الخ وشیخ ابو اسحٰق کلابادی قدس سرہٗ کہ از قدماے ایں طائفہ علیہ است و از رؤساے ایشاں در کتاب تعرف آوردہ اجمعوا علی انہ تعالےٰ لا یری فی الدنیا بالابصار ولا بالقلوب الا من جھۃ الایقان توفیق میان ایں دو تحقیق چیست و رائے تو بر کدام و اجماع با وجود اختلاف بچہ معنی است ٭ بداں ارشدک اللہ تعالےٰ کہ مختار ایں فقیر دریں مسئلہ قول صاحب تعرف است قدس سرہ و سیدانند کہ قلوب را دریں نشاۃ ازاں حضرت جل سلطانہ غیر از ایقان نصیبے نیست آں را رویت انگارند یا مشاہدہ و چوں تعب را رویت نبود ابعد ۔ راچہ بود کہ او دریں نشاۃ دراں معاملہ بیکار و معطل است نہایۃ ما فی الباب معنی ایقان کہ قلب را حاصل شدہ است در عالم مثال بصورت رویت ظاہر مے شود و موقن بصورت مرئی چہ در عالم مثال ہر معنی را صورتیست مناسب و چوں در عالم شہادت کمال یقین در رویت است آں ایقان نیز بصورت رویت در مثال ظاہر مے گردد و چوں ایقان بصورت رویت ظاہر شود متعلق آنکہ موقن بہ است ناچار بصورت مرئی آنجا ظاہر گردد و چوں سالک آں را در مرأت مثال مشاہدہ مے نماید از توسط مرأت ذاہل گشتہ و صورت را حقیقت دانستہ مے انگارد و کہ حقیقت ۔ و چیتے او را حاصل گشتہ است و مرئی پیدا آمدہ است و ندانند کہ آں رویت

www.poetrymania.com©

وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ
سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا
بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۴﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ
الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ
هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى
مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا
جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ
لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ
سَبِيْلًا ﴿۱۴۶﴾

اور اگر دیکھیں گمراہی کا رستہ تو اُس کو پکڑ لیں بطور
بھلائی کے رستہ کے۔ یہ اسلئے کہ اُنہوں نے جھٹلایا
ہماری نشانیوں کو اور وہ تھے اُن سے غافل ﴿۱۴۴﴾
اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو اور آخرت کے
ملنے کو جھڑ گئے اُن کے کچھن یعنی ناپید ہو گئے عمل۔
کیا وہ بھلائی پا دینگے۔ مگر اُسی کا بدلا جو کچھ کہ وہ
کرتے تھے ﴿۱۴۵﴾ اور بنایا موسیٰ کی قوم نے موسیٰ
کے (پہاڑ پر جانے کے) بعد اپنے گہنوں سے بچھڑا جسم کہ
اُس میں بچھڑے کی سی آواز تھی۔ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا
کہ وہ نہ اُن سے بات کرتا ہے اور نہ اُن کو کسی
رستہ کی ہدایت کرتا ہے ﴿۱۴۶﴾

صورت ایقان اوست و آں مرئی صورت موقن به او - ایں از اغلاط صوفیہ است و از تلبسات
صور بحقایق - دہمیں دید چوں غالب می آید و از باطن بظاہر سے تراود سالک را در بحرے اندازد
کہ دیدہ بصری نیز حاصل گشت و مطلوب از گوش بہ آغوش آمد نمیداند کہ حصول ایں معنی چوں حاصل
کہ بصیرت است نیز مبنی بر توہم و تخیل است بہ بصر کہ دریں نشا فرع او است چہ رسد و رویت
اورا از کجا حاصل شود در رویت تجلی جم غفیر از صوفیہ در توہم افتادہ اند و حکم بوقوع آں کردہ و در
رویت بصری مگر ناقصے ازیں طائفہ در توہم وقوع آں افتادہ باشد کہ مخالف اجماع اہل سنت
وجماعت است شکر اللہ سعیہم ۔

سوال موقن بہ را چوں صورت در مثال پیدا شد لازم آمد کہ حق را سبحانہ آنجا
صورت بود ۔

جواب تجویز نمودہ اند کہ حق را سبحانہ ہر چند مثل نیست اما مثال است و روا داشتہ اند کہ
در مثال بصورتے ظہور فرماید چنانچہ صاحب فصوص قدس سرہ رویت اخروی را نیز بصورت جامع
لطیفہ مثالیہ مقرر ساختہ است و تحقیق ایں جواب آنست کہ آں صورت موقن بہ صورت حق نیست
سبحانہ در مثال بلکہ صورت مکشوف صاحب ایقان است کہ ایقان او بآں تعلق گرفتہ است و آں مکشوف بعض وجوہ
و اعتبارات ذات حق است سبحانہ نہ ذات حق جل و علا لہذا چوں معاملہ عارف بذات تعالیٰ سلطانہ
ایں تخیلات پیدا نمے شود و ہیچ رویت و مرئی متخیل نمے گردد چہ ذات اقدس سبحانہ را در مثال
صورتے کائن نیست تا آنرا بصورت مرئی وا نماید و ایقان آنرا بصورت وا نماید یا آنکہ گوئیم

اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾
وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا
اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا رَجَعَ
مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا
قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ
اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى
الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ
اِلَيْهِ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ
اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ
فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ
مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

اُنہوں نے اُس کو (معبود) کر لیا اور وہ ظالم تھے ﴿۱۴۷﴾
اور جب وہ اپنے ہاتھوں کے کیے سے پشیمان
ہوئے اور جانا کہ بیشک وہ گمراہ ہو گئے تو بولے اگر
ہمارا پروردگار ہم پر رحم اور ہم کو معاف نہ کرے تو بیشک
ہم ہونگے نقصان پانیوالوں میں سے ﴿۱۴۸﴾ اور جب پھرا موسےٰ
(پہاڑ پر سے) اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا ہوا افسوس
کرتا ہوا (تو ہارون سے) کہا کہ میرے پیچھے تم نے بہت ہی
بُری میری جانشینی کی کیا جلدی کی تم نے اپنے پروردگار
کے حکم کی اور ڈالدیا تختیوں کو اور اپنے بھائی کے سر کے
بال پکڑ کر اُس کو اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ہارون نے کہا کہ اے
میرے ماں جائے بیشک قوم نے مجھ کو عاجز سمجھا اور قریب تھا کہ
مجھ کو مار ڈالیں پھر خوش مت کر میری ہانت سے میرے دشمنوں کو
اور مت شامل کر مجھ کو ظالموں کی قوم کے ساتھ ﴿۱۴۹﴾

در عالم مثال صور معانی است نہ صورت ذات وچون عالم تمام مظاہر اسماء و صفات است واز
ذاتیہ بہرہ ندارد چنانچہ تحقیق آں را در مواضع متعدد نمودہ ایم پس ناچار تمام از قسم معانی باشد
و در مثال آنرا صورتے کائن بود و در کمالات وجوبی ہر جا صفت و شان است کہ نیام بنات
دارد از قبیل معانی است کہ اگر آں را در مثال صورتے بود داو بالتقص گنجائش دارد اما ذات
او را سبحانہ حاشا کہ در مرتبہ از مراتب صورت بود چہ صورت مستلزم تحدید و تقیید است در ہر مرتبہ
کہ باشد مجوز نیست مراتب ہمہ کہ مخلوق اویند سبحانہ کجا گنجائش دارند کہ خالق را محدود و مقید
سازند ہر کہ تجویز مثال در آنحضرت جل شانہ نمودہ است باعتبار وجود و اعتبارات است نہ
باعتبار عین ذات تعالےٰ و ہر چند تجویز مثال در وجود و اعتبارات حضرت ذات تعالےٰ ہم
بریں فقیر گراں است مگر آنکہ در ظلے از ظلال بعیدہ آں تجویز نمودہ آید ازیں بیان واضح گشت
کہ در عالم مثال ارتسام صور معانی و صفات سا کائن است نہ ذات تعالےٰ را پس آنچہ صاحب
فصوص تجویز رویت اخروی بصورت مثالیہ نمودہ است چنانچہ گذشت آں رویت حق
نیست تعالےٰ بلکہ رویت صورت حق ہم نیست سبحانہ چہ او را سبحانہ صورتے نیست تا رویت
بآں تعلق پیدا کند و اگر در مثال صورتے ہست ظلے از ظلال بعیدہ و سا کائن است پس
رویت آں رویت حق چرا باشد سبحانہ شیخ قدس سرہ در نفی رویت حق جل و علا از معتزلہ

www.poetrymania.com©

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي
وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنتَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۱۵۰﴾
إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ
سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ
نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِينَ
عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا
مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ
مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۲﴾

موسےٰ نے کہا اے میرے پروردگار معاف کر مجھ کو اور میرے
بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو
سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے ﴿۱۵۰﴾
بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود کر لیا اُن پر
پڑیگا غضب اُن کے پروردگار کا اور ذلت
دنیا کی زندگی میں اور اسی طرح ہم بدلا دیتے ہیں
افترا کرنے والوں کو ﴿۱۵۱﴾ اور جن لوگوں نے
بُرے عمل کئے ہیں پھر اُس کے بعد اُس سے توبہ کی
اور ایمان لے آئے بیشک تیرا پروردگار اُس کے بعد
معاف کرنے والا ہے رحم کرنے والا ﴿۱۵۲﴾

و فلاسفہ ہیچ کم پائی نے کنند بلکہ اثبات رویت بر نہجے مے نماید کہ مستلزم نفی رویت است و آں ابلغ در نفی است از صریح نفی لان الکنایۃ ابلغ من التصریح چنانچہ مقرر است این قدر فرق است کہ مقتضائے آنجماعت عقل شان است و مقتضائے شیخ کشف ایشان و بعید از صحبت ماناکہ اونیز تا مدہ مخالفان کہ در تخیلہ شیخ نشستہ بود کشف او را نیز درین مسئلہ از صواب منحرف گردانیدہ است و مائل بمذہب شان ساختہ چوں از اہل سنت بود صورت اثبات نمودہ است و بآں اکتفا کردہ و آں را رویت انگاشتہ ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا و تحقیق این مسئلہ دقیقہ کہ در حل بعض از مواضع کتاب عوارف نوشتہ است نیز تحریر یافتہ است و آنچہ از اجماع پرسیدہ بودند تواند بود کہ تا آں وقت خوفے کہ شایان اعتداد شد بظہور نیامدہ باشد یا اجماع مشائخ عصر خود خواستہ باشد واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔ انتہی +

یہی ایک بات تھی جس کا اس مقام پر لکھنا تھا باقی حالات اس واقعہ کے تفسیر سورۂ بقر میں بیان ہو چکے ہیں +

شانزدہم ۔ ذکر استسقاے قوم موسےٰ + ہفدہم ۔ سایہ کرنا ابر کا + ہیژدہم من و سلوےٰ کا اُترنا نوزدہم ۔ دخول باب

ان چاروں امور کی نسبت ہم نے سورہ بقر کی تفسیر میں بالاستیعاب بحث کی ہے اب ان پر دوبارہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ۔ من شاء فلینظر الیہ +

www.poetrymania.com©

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى
الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي
نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ
هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ (۱۵۴)
وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ
رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ
أَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ
أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا
إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا
مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ
أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ (۱۵۵)
وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا
حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا
إِلَيْكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ
مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا
يُؤْمِنُونَ (۱۵۶) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي
يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ
وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ

اور جب ٹھیر گیا موسٰے کا غصہ لے لیا
تختیوں کو اور اُس کے لکھے ہوئے میں
ہدایت تھی اور رحمت اُن لوگوں کے لئے
جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں (۱۵۴)
اور چن لیا موسٰے نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں
کو ہمارے وعدہ کی جگہ کے لئے پھر جب پکڑ لیا اُن
کو کپکپاہٹ نے موسٰے نے کہا اے میرے پروردگار
اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی اُن کو اور مجھ کو مار
ڈالتا کیا تو ہم کو مار ڈالیگا اُس کے بدلے میں جو
ہماری قوم کے بیوقوفوں نے کیا ہے۔ یہ نہیں ہے مگر تیری طرف
سے آزمائش۔ تو اُس (آزمائش) سے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا
ہے اور ہدایت کرتا ہے جسکو چاہتا ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے
پھر بخش دے ہم کو اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے اچھا بخشنے
والا ہے (۱۵۵) اور لکھ دے ہمارے لئے اس دنیا میں نیکی
اور آخرت میں بیشک ہم نے رجوع کی ہے تیری طرف
خدا نے کہا کہ میں اپنے عذاب کو پہنچاتا ہوں جس کو چاہتا
ہوں اور میری رحمت نے چھا لیا ہے ہر چیز کو۔ پھر
میں اُس کو لکھ دونگا اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری
کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے
جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں (۱۵۶) جو کہ
پیروی کرتے ہیں اُس رسول کی اُس اُمی نبی کی
جس کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت
اور انجیل میں۔ اُن کو حکم کرتا ہے

(۱۵۷) (یجدونه مکتوبا عندهم فی التوراة والانجیل) یہ ایک آیت ہے جس
میں اشارہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہونے کی بشارت توریت و انجیل میں موجود
ہے۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر ایک مفصل خطبہ خطبات احمدیہ میں لکھا
ہے جس میں موافق اصول اہل مذہب کے مقدمات یعنی بعد تسلیم اُن امور کے جو عیسائی و مسلمان

www.poetrymania.com©

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۶﴾

بھلائی کا اور ان کو منع کرتا ہے برائی سے اور حلال کرتا ہے اُن کے لئے اچھی چیزیں اور حرام کرتا ہے اُن پر بُری چیزیں اور اُتارتا ہے اُن پر سے اُن کا بوجھ اور (اُتارتا ہے) طوقوں کو جو اُن پر تھے پھر جو لوگ اُس پر ایمان لائے۔ اُس کی تعظیم کی اور اُس کی مدد کی اور تابعداری کی اُس نور کی جو اُس پر اُتارا گیا ہے وہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ﴿۱۵۶﴾

نسبت بشارات کے تسلیم کرتے ہیں بحث کی ہے اور توریت و انجیل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات کو ثابت کیا ہے۔ مگر میں اپنی اس تفسیر میں اُس سے زیادہ دقیق امور پر بحث کرنا اور بشارات کی حقیقت اور اُس کا قوانین قدرت کے مطابق ہونا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس بحث کے لئے بہ نسبت اس آیت کے سورۃ الصف کی آیت جہاں آیا ہے "مبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد" زیادہ تر مناسب[1] ہے اس لئے انشاءاللہ تعالےٰ اُس آیت کی تفسیر میں یہ پوری بحث لکھی جاویگی۔ اور اس مقام پر بلا کسی بحث کے توریت و انجیل کی وہ آیتیں لکھ دی جاتی ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات لکھی ہیں ✦

ابوالفرج مالطی یعنی مالٹا کا رہنے والا جو ایک عیسائی عالم ہے اُس نے ایک کتاب عربی زبان میں لکھی ہے جس کا نام "تاریخ مختصر الدول" ہے اور وہ کتاب سنہ ۱۶۶۳ء میں اکسفورڈ میں چھپی ہے اُس کے صفحہ ۱۰۵ میں یہ عبارت مندرج ہے :-

وقد ادعی علماء الاسلامیین ورود ذکرہ فی کتب اللہ المنزلۃ اما فی التوریۃ ففی آیۃ - جاء اللہ من سیناء واشرق من ساعیر واستعلن من جبل فاران - قالو ھذہ اشارۃ الی تنزیل التوراۃ علی موسی والانجیل علی عیسی والقران علی محمد - واما فی الزبور ففی آیۃ - یظھر اللہ من صیہون اکلیلا محمودا - قالوا الاکلیل رمز علی الملک والمحمود علی محمد - واما فی الانجیل ففی آیۃ - ان انا لم اذھب - الفارقلیط لا یجیئکم ✦

توریت سفر پنجم باب ہژدہم آیت ۱۵ و ۱۸ میں یہ لکھا ہے - قایم کریگا تیرا معبود تیرے لئے نبی تجھ میں سے تیرے بھائیوں میں سے مجھ سا اُس کو مانیو - اُن کے بھائیوں میں سے نبی تیرا سا قایم کرونگا اور اپنا کلام اُس کے مُنہ میں دونگا اور جو کچھ میں اُس سے کہونگا وہ اُن

[1] نہایت افسوس ہے کہ اس سورۃ کی تفسیر لکھنے سے پہلے سرسید رحلت فرمائے ملک جاودانی ہوگئے ✦ محمد یا محمد وقی

www.poetrymania.com©

قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴿۱۵۷﴾ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ	کہدے (اے پیغمبر) کہ اے لوگو بیشک میں تم سب کے پاس اللہ کا پیغام لانے والا ہوں (یعنی اللہ کا رسول ہوں) ﴿۱۵۷﴾ جس کے لئے آسمانوں کی

سے کہہ دیگا ۔

بنی اسرائیل کے بھائی بنی اسمٰعیل ہیں جس سے اشارہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا نبی موسٰے کی مانند نہیں ہُوا اور ان الفاظ سے کہ اپنا کلام اُس کے منہ میں رکھونگا قرآن مجید کے نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے ۔

توریت سفر پنجم باب سی وسوم آیت ۲ میں لکھا ہے ۔ اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران کے پہاڑسے ظاہر ہوا اُس کے دہنے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا ۔

کتاب حبقوق باب سوم آیت ۳ ۔ آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جلال سے چھپادیا اُس کی ستایش سے زمین بھرگئی ۔ فاران خاص کہ معظمہ کے پہاڑوں کا قدیم نام ہے پس اُن آیتوں میں نبی حجازی کا ذکر لکھا ہے ۔

سرود سلیمان باب پنجم کی دسویں آیت سے سولھویں آیت تک یہ لکھا ہے ۔ میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے اُس کا سر جیسے کا سا چمکدار ہے اُس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں ۔ اُس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسے پانی کے گنڈ پر کبوتر ۔ دودھ میں دھلی ہوئیں ۔ نگینہ کی مانند جڑی ہوئیں خانہ میں ۔ اُس کے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹٹی پر خوشبودار بیل چھائی ہوئی ۔ اور چکلے پر خوشبو رگڑی ہوئی ۔ اُس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے اُس کے ہاتھ ہیں سونے کے ڈھلے ہوئے ۔ جواہر سے جڑے ہونے ۔ اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی ۔ جواہر سے لپی ہوئی ۔ اُس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون ۔ سونے کی بیٹھکی پر جڑے ہوئے ۔ اُس کا چہرہ مانند ماہتاب کے ۔ جوان مانند صنوبر کے ۔ اُس کا گلا نہایت شیریں ۔ اور وہ بالکل محمدیم (محمد) یعنی بہت تعریف کیا گیا ہے ۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب اے بیٹیو یروشلیم کے ۔

عبری زبان کے قاعدہ میں نام کو بھی بلحاظ تعظیم جمع بنا دیتے ہیں جیسے بعل کو بعالیم ۔ لیکن محمدیم کو اگر صفت ہی تسلیم کیا جاوے تو بھی اُس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے ۔

www.poetrymania.com©

وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ
يُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى
اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ
يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

اور زمین کی بادشاہت ہے کوئی معبود نہیں بجز
اُس کے۔ جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر ایمان لاؤ
اللہ پر اور اُس کے رسول پر، ان پڑھ نبی پر جو ایمان
لاتا ہے اللہ پر اور اُس کے کلام پر۔ اور اُس کی
تابعداری کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ ﴿۱۵۸﴾ اور موسےٰ
کی قوم میں سے ایک گروہ ہے کہ سچائی سے
ہدایت کرتی ہے اور اُسکے ساتھ عدل کرتی ہے ﴿۱۵۹﴾

کتاب حجی باب یازدہم آیت ۷ میں لکھا ہے۔ سب قوموں کو ہلادونگا۔ اور "حمدث" (احمد) سب قوموں کا آویگا اور اس گھر کو بزرگی سے بھر دونگا۔ کہا خداوند خلایق نے ✦

حمدث عبری لفظ میں حرف ث مبالغہ کے لئے ہے یعنی سب قوموں کا بہت بڑا محمود۔ اور اس عبری لفظ کے مقابلہ میں احمد کا صیغہ جو حمد کے مادہ سے نکلا ہے بالکل درست آتا ہے پس خواہ اُس لفظ کو صرف نام قرار دو خواہ صفت اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر لکھا ہے ✦

کتاب اشعیاہ نبی باب بست ویکم آیت ۷۔ اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہ ہوا ✦

حضرت اشعیاہ نبی نے اپنے مکاشفہ سے دو نبیوں کے پیدا ہونے کی خبر دی ایک کو گدھے کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے حضرت عیسےٰ مراد ہیں کیونکہ جب حضرت عیسےٰ بیت المقدس میں داخل ہوئے تو وہ گدھے پر سوار تھے۔ دوسرے کو اونٹ کے سوار سے تعبیر کیا ہے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے نکل گئے ہیں تو اونٹ پر سوار تھے ✦

انجیل یوحنا باب شانزدہم آیت ۷۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہ بھلا ہے تمہارے لئے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط (احمد) تمہارے پاس نہ آویگا ✦

فارقلیط اصل میں یونانی لفظ نہیں ہے بلکہ دراصل کالدی زبان کا لفظ ہے جو عبرانی کی مانند زبان ہے مسلمانوں میں اس کا املا اور تلفظ عربی زبان کے موافق ہے جو کالدی یا عبری زبان سے چنداں مختلف نہیں ہے مگر حضرت یوحنا نے اپنی انجیل یونانی میں لکھی تھی اس لئے اس لفظ کا تلفظ اور املا یونانی زبان کے موافق لکھا تھا جو کالدی

www.poetrymania.com©

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۗ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۗ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۗ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (۱۹۰)

اور ہم نے اُن میں علحدہ کر دیے بارہ قبیلے گروہ گروہ ۔ اور ہم نے وحی بھیجی موسےٰ کو جب کہ اُس سے اُس کی قوم نے پانی پینے کو مانگا یہ کہ مار اپنے عصا سے پتھر کو (یعنی چل اپنے عصا کے سہارے سے اُس پہاڑی پر) پھر پھوٹ بہے ہیں اُس پہاڑ سے چشمے ۔ البتہ جان لیا ہر شخص نے اپنے پانی پینے کی جگہ کو اور ہم نے اُن پر چھا دیا بادل کو اور اُتارا ہم نے اُن پر مَن وسلوا کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جو کچھ کہ ہم نے تم کو کھانے کو دیا ہے ولیکن وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے تھے (۱۹۰)

یا عبری زبان سے نہایت بعید ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یونانی زبان میں اس کا تلفظ مختلف طرح پر ہو اور اسی سبب سے قدیم و جدید یونانی نسخوں میں اس کا املا بھی مختلف طور پر لکھا گیا جس کے سبب تلفظ بھی اور معنی بھی کسی قدر بدل جاتے ہیں ۔ مسلمان تو اس لفظ کا ترجمہ موافق قدیم یونانی تلفظ واملا کے احمد کرتے ہیں ۔ مگر اس زمانہ کے عیسائی اُس قدیم املا کو تسلیم نہیں کرتے اور موافق جدید تلفظ واملا کے اُس کے متعدد ترجمے کرتے ہیں +

نہایت قدیم عربی ترجمہ جو روم کبیر میں ۱۶۷۱ء میں چھپا اُس میں تو اس لفظ کا ترجمہ "فارقلیط" ہی کیا ہے +

ایک عربی ترجمہ میں جو بطور خلاصہ چاروں انجیلوں کے فلارنس میں ۱۸۶۰ء میں چھپا ہے اُس میں بھی اس لفظ کا فارقلیط ہی ترجمہ کیا ہے +

ایک عربی ترجمہ میں جو ۱۸۱۱ء میں چھپا اُس کا ترجمہ "مسلی" کیا ہے یعنی تسلی دہندہ ۔ اور چودہ اس آیت میں اُس کا ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ لفظ "المعزی" بطور اشارہ کے لکھا ہے +

اُس کے بعد جس قدر ترجمے فارسی اُردو کے چھپے ہیں اُن سب میں اُس کا ترجمہ تسلی دینے والا کیا گیا ہے +

لیکن اس املا کے تغیر و تبدل اور ترجموں یا معنی کے اختلاف سے مسلمانوں کے اس دعوے میں کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کچھ فرق نہیں آتا ۔ کیونکہ کسی بشارت میں اُس کا جس کی بشارت ہے خاص نام بتایا نہیں جاتا بلکہ اُس کی صفت بیان کی جاتی ہے پس اُس لفظ کے کوئی صفتی معنی لو وہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پر صادق نہیں آنے

www.poetrymania.com©

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾	اور جب اُن سے کہا گیا کہ اس گانوں میں رہو اور اُس میں سے کھاؤ جہاں چاہو اور کہو گناہ جھاڑ دے اور دروازہ میں گھسو سجدہ کرتے ہوئے میں بخش دونگا تمہاری خطائیں ۔ اور زیادہ دینگے اچھے کام کرنے والوں کو ﴿۱۶۱﴾

کیونکہ حضرت عیسےٰ کے بعد کوئی اور نبی موسےٰ کی مانند سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوا۔ قرآن مجید میں بھی خاص نام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان نہیں ہوا بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی صفت، احمد، بیان ہوئی ہے یعنی "یاتی من بعدی اسمہ احمد" ای اسمہ یحمد لان افعل یجئی لمبالغۃ الفاعل والمفعول - بالفرض اگر اُس سے نزول روح القدس مراد ہو تو بھی حضرت عیسےٰ کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی پر نازل ہوئی ہے- کیونکہ حواریوں پر جیسا کہ انجیلوں میں بیان ہے قبل اُس کے نازل ہو چکی تھی ◆

انجیل لوقا باب بست و چہارم آیت ۴۹ - اور دیکھو میں بھیجتا ہوں وعدہ اپنے باپ کا تم پر لیکن تم ٹھیرو شہر یروشلیم میں جب تک کہ عطا ہو تم کو قوت اوپر سے ◆

روح القدس تو حواریوں پر آچکی تھی اور یروشلیم میں ٹھیرا رہنا یعنی اُس کو معبد سمجھنا موقت تھا اور وہ تبدیل ہو گیا اور اُس کے مبعوث ہونے پر جس نے کعبہ معبد قرار دیا پس جس کے بھیجنے کا اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ◆

انجیل یوحنا باب یکم آیت بیس سے پچیس تک میں لکھا ہے - اُس نے یعنی حضرت یحییٰ نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا اور اقرار کیا کہ میں کرسٹاس یعنی عیسےٰ مسیح نہیں ہوں اور انہوں نے پوچھا اُس سے کہ پھر کون؟ کیا تو الیاس (یعنی خضر) ہے اور اُس نے کہا کہ میں نہیں ہوں - تو وہ نبی ہے؟ اور اُس نے جواب دیا نہیں - تب اُنہوں نے اُس سے کہا کہ کون ہے تو تاکہ ہم جواب دے سکیں اُن کو کہ جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے - اپنے تئیں تو کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا میں ہوں آواز اُس کی جو کہ جنگل میں پکارتا ہے - سیدھا کرو رستہ خداوند کا جیسا کہ نبی اشعیاہ نے کہا - اور وہ جو بھیجے گئے تھے فروسی تھے اور انہوں نے اُس سے پوچھا اور اُس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہے؟ جب کہ تو نہ کرسٹاس یعنی عیسےٰ مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی ◆

حضرت یحییٰ سے یہودیوں نے الیاس کو اس لئے پوچھا کہ یہودی اُن کو زندہ مانتے تھے مسیح کے آنے کے متوقع تھے اور علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور نبی کے آنے کے متوقع

www.poetrymania.com©

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ
قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا
يَظْلِمُونَ ﴿١٦٢﴾ وَسْئَلْهُمْ عَنِ
الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ
الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ
إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ
يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ
لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ
نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا
يَفْسُقُونَ ﴿١٦٣﴾ وَإِذْ قَالَتْ
أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ
قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ
أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً
إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ
يَتَّقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا
بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ
عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ
ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا
يَفْسُقُونَ ﴿١٦٥﴾

پھر بدل دی اُن میں سے اُن لوگوں نے جو ظالم تھے بات کو جو اُن سے کہی گئی تھی دوسری بات سے، پھر ہم نے بھیجی اُن پر آسمان سے بُرائی بدلے میں اُس کے کہ وہ ظلم کرتے تھے (۱۶۲) اور اُن سے پوچھ اُس بستی کے حال سے جو دریا کے کنارہ پر تھی جب کہ وہ زیادتی کرتے تھے سبت کے دن (یہودی شنبہ کو سبت کا دن خیال کرتے تھے) جبکہ آتی تھیں اُن کی مچھلیاں (یعنی اُس دریا کی مچھلیاں) اُن کے پاس اُن کے سبت کے دن جس کی تعظیم رکھتے تھے اور جس سبت کے دن کی وہ تعظیم نہیں رکھتے تھے اُن کے پاس نہیں آتی تھیں[1] اس طرح ہم نے اُن کی آزمایش کی اس لئے کہ وہ نافرمانبردار تھے (۱۶۳) اور جب کہا اُن میں سے ایک گروہ نے کیوں نصیحت کرتے ہو ایسے لوگوں کو کہ اُن کو اللہ ہلاک کرنے والا اور یا اُن کو سخت عذاب کرنے والا ہے اُنہوں نے کہا کہ ہم تمہارے پروردگار پاس عذر کریں اور شاید کہ وہ پرہیزگاری کریں (۱۶۴) پھر جب بھول گئے جس کی اُن کو نصیحت کی گئی تھی ہم نے بچا دیا اُن لوگوں کو جو بُرائی سے منع کرتے تھے اور پکڑ لیا اُن کو جو ظلم کرتے تھے بُرے عذاب سے اس سبب کہ وہ نافرمانی کرتے تھے (۱۶۵)

تھے جن کو وہ نبی کر کے پوچھا پس "وہ" سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی طرف اشارہ نہیں ہو سکتا جس کی نسبت خدا نے موسٰے سے کہا تھا کہ میں بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے مثل موسٰے کے ایک نبی پیدا کرونگا ◆

[1] سبت کے دن یہودیوں کو شکار کھیلنا اور کوئی کام کرنا منع تھا جب سبت کی وہ تعظیم رکھتے تھے اور شکار کو نہ جاتے تھے مچھلیاں کنارہ پر کثرت سے آتی تھیں اور جس دن وہ سبت کی تعظیم توڑ دیتے تھے اور شکار کو جاتے تھے تو مچھلیاں نہ جاتی تھیں اور کنارہ پر نہیں آتی تھیں ◆

www.poetrymania.com©

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿۱۷۰﴾

پھر جب انہوں نے اُن چیزوں کے چھوڑنے سے جن کو منع کی گئی تھیں سرکشی کی تو ہم نے اُن کو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل اور جب کہدیا تیرے پروردگار نے کہ ضرور اُن پر مسلط کریگا قیامت کے دن تک اُس کو جو اُن کو سخت عذاب پہنچاتا رہے۔ بیشک تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا ہے اور بیشک وہ ہے بخشنے والا مہربان (۱۶۷) اور ہم نے جدا کردیں اُن کی گروہیں زمین میں۔ اُن میں سے اچھے بھی ہیں اور اُن میں ایسے نہیں بھی ہیں اور ہم نے اُن کا امتحان کیا بھلائیوں سے اور برائیوں سے تاکہ وہ (بُری راہ سے) پھر آویں (۱۶۸) پھر جانشین ہوئے اُن کے بعد ایسے جانشین کہ وارث ہوئے کتاب (یعنی توریت) کے۔ لیتے ہیں اس چیز (دنیا) کی دولت (یعنی خدا کی نسبت جھوٹی باتیں کہکر) اور کہتے ہیں کہ ہم کو بخش دیا جاویگا۔ اور اگر آوے اُن کے پاس دولت مثل اُس کے تو اُس کو لے لیتے ہیں۔ کیا اُن سے توریت میں جو وعدہ نہیں لیا گیا۔ کہ نہ کہینگے اللہ کی نسبت بجز سچ کے حالانکہ انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اُس میں (یعنی توریت میں) ہے۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے اُن لوگوں کے لئے جو پرہیزگاری کرتے ہیں۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے (۱۶۹) اور جن لوگوں نے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے کتاب کو اور قائم رکھا ہے نماز کو۔ بیشک ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکی کرنیوالوں کا (۱۷۰)

(۱۷۲) (واذ اخذ ربك) اس آیت میں لفظ ''آدم'' سے حضرت آدم ابوالبشر کسی طرح مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ آیت میں صاف لفظ ''بنی آدم'' ہے اور پھر ''من ظہورھم'' اور ''ذریتہم'' میں ضمیر جمع کی بنی آدم کی طرف راجع ہے۔ پس یہ خیال مفسرین کا کہ بروز میثاق خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی پیٹھ میں سے تمام ذریات کو نکالا اور اُن سے

www.poetrymania.com©

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ
ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ
خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا
مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۰﴾
وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ
مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ
وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا
اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا
عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَوْ تَقُوْلُوْٓا
اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا
مِنْ قَبْلُ

اور جب ہم نے ہلا دیا پہاڑ کو اُن کے اوپر گویا کہ وہ سائبان ہے اور اُنہوں نے گمان کیا کہ وہ اُن پر گر پڑیگا ۔ پکڑو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو کچھ کہ اُس میں ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو ﴿۱۷۰﴾ اور جب کر لیا یعنی پیدا کیا تیرے پروردگار نے بنی آدم سے اُن کے پیٹھوں سے اُن کی ذریت کو اور خود اُن کو اُن کے اُوپر گواہ کیا ۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ۔ بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں ۔ تاکہ تم نہ کہو قیامت کے دن کہ بیشک ہم اس سے بے خبر تھے ﴿۱۷۱﴾ یا تم کہو کہ بات یہ ہے کہ شرک کیا تھا ہمارے باپوں نے پہلے سے

اپنے خدا ہونے کا اقرار لیا قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق نہیں ہے ۔ نہ اس آیت میں روز میثاق کا ذکر ہے نہ کسی روز میثاق کا وجود اس سے پایا جاتا ہے ۔

مفسرین نے بعض حدیثوں پر جن میں بروز میثاق حضرت آدم کی پیٹھ میں سے اُن کی ذریت کا نکلنا اور خدا ہونے کا اقرار لینا مذکور ہے استدلال کیا ہے مگر وہ حدیثیں صحیح نہیں ہیں نہ روایۃً اور نہ درایۃً ثابت ہوتی ہیں اس مقام پر خدا تعالے نے نہایت لطیف اور دلچسپ طریقہ اور بے انتہا فصیح کلام میں انسان کی فطرت کو بتلایا ہے ۔ وہ فرماتا ہے کہ بنی آدم کی اولاد کو پیدا کیا اور خود اُن کو اُن پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے کہا کہ کیوں نہیں ۔ یہ اشارہ اس بات کا ہے کہ خدا تعالے نے فطرت انسانی ایسی بنائی ہے کہ جب وہ خود اپنی فطرت پر غور کرے اور اُس کو سوچے سمجھے تو وہی اُس کی فطرت خدا کے خدا ہونے پر گواہی دیتی ہے ۔ اور " اشہدھم علی انفسہم " کے صریح یہی معنی ہیں اور " قالوا بلیٰ " اُسی فطرت کی تصدیق ہے ۔ اور یہ صاف اس بات کی ہدایت ہے کہ انسان خدا پر ایمان ہونے کو اپنی فطرت کی رُو سے مکلف ہے ۔

عجب پسند مفسرین نے کچھ ہی کہا ہو مگر علمائے محققین یہی کہتے ہیں جو ہم نے کہا ہے

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ صاحب نظر اور معقولی ہیں اُن کا قول اس آیت کی تفسیر میں

والقول الثانی فی تفسیر ھذہ الآیۃ قول اصحاب النظر وارباب المعقولات انہ تعالیٰ اخرج الذریۃ وھم الاولاد من اصلاب آبائہم

www.poetrymania.com©

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۢ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا
بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذَٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ
نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا
فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ
الشَّيْطَانُ فَكَانَ
مِنَ الْغَاوِينَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا
لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ
إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ
فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ
عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ
يَلْهَث ۚ ذَّٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ
الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ
فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۷۶﴾ سَاءَ
مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا
بِآيَاتِنَا وَأَنفُسَهُمْ كَانُوا
يَظْلِمُونَ ﴿۱۷۷﴾ مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ
الْمُهْتَدِي ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿۱۷۸﴾

اور ہم ذرّیت تھے اُن کے بعد۔ پھر کیا تو ہم کو
ہلاک کرتا ہے اُس کے بدلے میں جو کیا ہے
گمراہوں نے ﴿۱۷۳﴾ اور اسی طرح ہم تفصیل سے
بیان کرتے ہیں نشانیوں کو تاکہ وہ (گمراہی سے)
پھر آویں ﴿۱۷۴﴾ اور پڑھ اُن کے سامنے قصہ
اُس شخص کا جس کے پاس ہم لائے اپنی نشانیاں
پھر وہ نکل گیا اُن سے پھر پیچھا پکڑا اُس کا
شیطان نے پھر ہو گیا گمراہوں میں سے ﴿۱۷۵﴾
اور اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم اُس کو اُن کے سبب
بلند کرتے ولیکن وہ پڑا رہا پستی کی طرف اور
تابعداری کی اپنی خواہش کی۔ پھر اُس کی
مثال اُس کتے کی مثال ہے کہ اگر تو اُس پر
محنت ڈالے تو زبان نکال دے اور خالی
چھوڑے تو زبان نکال دے۔ یہ مثال اُن لوگوں
کی ہے جنہوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو
پھر کہدے اُس قصہ کو شاید کہ وہ سوچیں ﴿۱۷۶﴾
بُری ہے مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا
ہماری نشانیوں کو اور وہ اپنے پر آپ ظلم کرتے
تھے ﴿۱۷۷﴾ جس کو خدا ہدایت کرے تو وہ ہدایت
پانے والا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو وہی لوگ
ہیں نقصان پانے والے ﴿۱۷۸﴾

وذلك للاخراج انهم كانوا نطفة فاخرجها الله
تعالى في ارحام الامهات وجعلها علقة ثم
مضغة ثم جعلهم بشرا سويا وخلقا كاملا
ثم اشهدهم على انفسهم بما ركب فيهم من
دلائل وحدانيته وعجائب خلقه وغرائب
صنعته فبالاشهاد صاروا كانهم قالوا بلى
وان لم يكن هناك قول باللسان وكذلك
نظائرها كقوله تعالى فقال لها وللارض ائتيا

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکالا ذریّت کو اور وہ ذریّت
اولاد ہے جو اپنے باپوں کی پیٹھ سے اس طرح نکلتی
ہے کہ وہ نطفہ تھے پھر اُن کو خدا نے اُن کی ماؤں کے
پیٹ میں سے نکال کر ڈالا پھر اُن کو علقہ کیا پھر
مضغہ پھر اُن کو ٹھیک انسان بنایا اور پوری خلقت
دی پھر خود اُن کو اُن پر گواہ کیا اُن قوتوں سے

www.poetrymania.com©

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ
الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ
لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ
لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ
لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ
كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ
هُمُ الْغَافِلُونَ (۱۷۸) وَلِلَّهِ
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ
بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ
فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ
مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۷۹)
وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ
بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (۱۸۰)
وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ
لَا يَعْلَمُونَ (۱۸۱) وَأُمْلِي
لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي
مَتِينٌ (۱۸۲) أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا
مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ
إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ
مُّبِينٌ (۱۸۳)

اور بیشک ہم نے پیدا کیا بہتوں کو جن اور انس میں سے جہنم کے لیئے۔ اُن کے لئے دل ہیں کہ اُن سے نہیں سمجھتے اور اُن کے لئے آنکھیں ہیں کہ اُن سے نہیں دیکھتے اور اُن کے لئے کان ہیں کہ اُن سے نہیں سنتے۔ وہ ہیں چوپایہ جانوروں کی مانند بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ یعنی بدتر اور وہی ہیں غفلت کرنے والے (۱۷۸) اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں پھر وہی نام لیکر اُس کو پکارو۔ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو جو اُس کے ناموں میں گمراہی کرتے ہیں یعنی جو نام خدا کے لائق ہیں اُن سے دیوتا وغیرہ کو پکارتے ہیں قریب ہے کہ بدلا دیئے جاوینگے اُس کا جو وہ کرتے ہیں (۱۷۹) اور اُن میں سے جن کو ہم نے پیدا کیا ایک گروہ ہے جو ہدایت کرتے ہیں سچ کی اور اُس کے ساتھ عدل کرتے ہیں (۱۸۰) اور جن لوگوں نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو قریب ہے کہ ہم اُن کو بتدریج لا ڈالینگے (یعنی گمراہی میں) اس طرح سے کہ وہ نہیں جانتے (۱۸۱) اور میں اُن کو مہلت دونگا بیشک میرا مکر مضبوط ہے (۱۸۲) کیا وہ سوچتے نہیں کہ اُن کے ساتھی کو کچھ جنون نہیں ہے۔ وہ تو اور کچھ نہیں ہے مگر (بری باتوں سے) علانیہ ڈرانے والا (۱۸۳)

طوعًا او كرهًا قالتا اتينا طائعين ومنها قوله تعالى
انما امرنا لشيء اذا اردناه ان نقول له كن فيكون۔
وقوله العرب۔
قال الجدار للوتد لم تشقني قال سل من يدقني
فان الذي ورائي ما خلاني ورائي۔
وقال الشاعر
امتلأ الحوض وقال قطني
هذا النوع من المجاز والاستعارات مشهور

جو اُس نے اُن میں رکھی ہیں اپنی وحدانیت کی دلیلوں کی اور اپنی عجائب صنعت کی اور اپنی قدرت و صنعت کی پس اس گواہ کرنے سے اُن کی ایسی حالت ہوئی کہ گویا انہوں نے کہا کہ ہاں کیوں نہیں گو کہ وہاں زبان سے یہ بات کہی نہیں تھی۔ اور حال کو قال سے تعبیر کرنے کی بہت سی مثالیں ہیں انہی

www.poetrymania.com©

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ
اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ
اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ
بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ مَنْ يُّضْلِلِ
اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۚ وَيَذَرُهُمْ
فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۵﴾
يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ
اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۚ قُلْ اِنَّمَا
عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ
اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ
لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ﴿۱۸۶﴾
يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۚ
قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

کیا اُنھوں نے غور نہیں کی آسمانوں اور زمین
کی بادشاہت میں اور اُن چیزوں میں جن کو
اللہ نے پیدا کیا ہے اور نہ اس پر کہ شاید
نزدیک پہنچ گئی ہو اُن کی اجل (یعنی مرنے کا وقت)
پھر کس بات سے اُس کے بعد ایمان لاوینگے ﴿۱۸۴﴾ جس کو
اللہ گمراہ کرے پھر اُس کو کوئی ہدایت کرنے والا
نہیں اور وہ چھوڑتا ہے اُن کو اُن کی گمراہی میں
بھٹکے ہوئے ﴿۱۸۵﴾ تجھ سے پوچھتے ہیں قیامت
کی نسبت کہ کب آویگی۔ کہدے کہ اُس کا علم
میرے پروردگار کو ہے۔ نہیں ظاہر کرسکتا (یعنی
کوئی نہیں بتاسکتا) اُس کو اُس کے وقت کو مگر
وہی یعنی خدا۔ بھاری ہے (یعنی چھپی ہوئی ہے)
آسمانوں اور زمین میں تمھارے پاس نہیں آنے
کی مگر یکا یک ﴿۱۸۶﴾ تجھ سے پوچھتے ہیں گویا تو اُس
سے بحث کرنے والا ہے۔ کہدے کہ اس کے
سوا کچھ نہیں کہ اُس کا علم اللہ کو ہے ولیکن اکثر
لوگ نہیں جانتے ﴿۱۸۷﴾

فی الکلام فوجب حمل الکلام علیه ۔
تفسیر کبیر جلد ۔ صفحہ ۳۲۲ ۔

مثالوں میں سے خدا تعالیٰ کا قول ہے جب اُس نے
آسمان اور زمین کو کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی
سے دونوں نے کہا کہ ہم آئے خوشی سے اور یہ قول بھی اُسی کی مثال ہے کہ ہمارا حکم کسی چیز
کے لئے جب کہ اُس کے ہونے کا ہم ارادہ کرتے ہیں اُس کو یہ کہنا ہے کہ ہو پھر وہ ہوجاتی ہے
اور عرب کا قول ہے کہ دیوار میخ سے کہتی ہے کہ کیوں مجھ کو پھاڑتی ہے۔ میخ کہتی ہے پوچھ
اُس سے جو مجھے ٹھوکتا ہے بیشک جو میرے پیچھے ہے وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اور شاعر
کا قول ہے کہ حوض بھر گیا اور حوض نے کہا کہ بس کافی ہے مجھ کو۔ اور اس قسم کے مجازات اور ایسے
کلام عرب میں مشہور ہیں پھر ضرور ہے اس کلام کو بھی اسی پر حمل کرنا ۔

ـــہ قال السدی ثقلت ای خفت فی السموٰت والارض لم یعلم احد من الملائکة المقربین
والانبیاء المرسلین متی یکون حدوثها ووقوعها تفسیر کبیر جلد ۔ صفحہ ۔ ۔ ۔

www.poetrymania.com©

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ
لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ
كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ
مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ
وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ
یُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸) هُوَ الَّذِیْ
خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

کہدے (اے پیغمبر) کہ مجھ کو اپنے نفس کے لئے بھی نفع
یا نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں ہے بجز اُس کے
کہ جو خدا چاہے ۔ اور اگر میں غیب کی بات جانتا
ہوتا تو بہت سی بھلائیاں اکٹھی کر لیتا اور کبھی مجھ کو
بُرائی نہ چھوتی ۔ مَیں کچھ نہیں ہوں بجز ڈرانے والے
اور خوشخبری دینے والے کے اُن لوگوں کے لئے
جو ایمان لائے ہیں (۱۸۸) وہی ہے جس نے پیدا
کیا تم کو ایک جان سے اور پیدا کیا اُس سے اُس
کا جوڑا

(۱۴۴) (واتل علیھم نبا الذی اتیناہ) اس آیت میں جو لفظ اتینا کا ہے وہ غور طلب ہے ۔ صحاح جوہری میں لکھا ہے کہ ،الاتیان المجیٔ ، یعنی اتیان کے معنی آنے کے ہیں اور جب وہ متعدی کیا جاوے تو اُس کے معنی لانے کے ہو جاتے ہیں چنانچہ صحاح میں ہے کہ ،اتاہ ای اتابہ ومنہ قولہ تعالیٰ اتنا غداءنا ای ائتنا بہ ، یعنی اتاہ کے معنی ہیں اتابہ یعنی متعدی کے جس کے معنی ہوئے لایا اُس کے پاس یا اُس کے سامنے اور قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے ،اتنا غداءنا ، یہ متعدی ہے اور اُس کے معنی ہیں لا ہمارے صبح کے کھانے کو ہمارے پاس ۔ اور اُس کے معنی دینے کے بھی آتے ہیں جس سے کسی شے کا جس کو دی گئی ہے اُس کے قبضہ میں ہو جاتا یا اُس کو اُس کا حاصل ہو جانا اور مستقر ہو جانا مفہوم ہوتا ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ ہم نے ایک اشرفی زید کو دی تو اُس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اشرفی اُس کے قبضہ اور ملکیت میں ہوگئی ۔ اور جب یہ کہیں خدا نے فلاں شخص کو علم دیا تو اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ علم اُس کو حاصل ہو گیا اور اُس میں مستقر ہو گیا ۔ پس اب بحث یہ ہے کہ ان دونوں معنوں سے یہاں کون سے معنی مراد ہیں ۔ مَیں کہتا ہوں کہ پہلے معنی مراد ہیں اور دوسرے معنی مراد نہیں ہیں بلکہ نہیں ہو سکتے اس لئے کہ اسی آیت میں آگے لکھا ہے ، فانسلخ منہا ، یعنی جس شخص کو خدا نے اپنی نشانیاں عطا کی تھیں لہذا اُس کو حاصل اور اُس میں مستقر ہو گئی تھیں وہ اُن سے نکل گیا ۔ اور یہ بات کسی طرح تسلیم کے قابل نہیں ہے کہ جس کو خدا نے اپنی حکمت اور اپنی نشانیاں عطا کی ہوں جو درحقیقت نبوت کا درجہ ہے (یہاں تک کہ بعض مفسرین نے ، اتیناہ ایاتنا ، کے لفظ سے اُس شخص کو جس کا یہ قصہ ہے نبی قرار دیا ہے) پھر وہ کافر ہو جاوے ۔ اس لئے مَیں نے ، اتیناہ ، کا ترجمہ ، لائے ہم اُس کے پاس ،

www.poetrymania.com©

لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ (۱۸۹)

تاکہ رہے اُس کے پاس۔ پھر جب ڈھانک لیا اُس نے اُس کو تو وہ بوجھل ہوگئی تھوڑے سے بوجھ سے پھر اُسی کے ساتھ (یعنی اُسی بوجھ کے ساتھ) چلی گئی (یعنی وہ بوجھ اس میں رہتا رہا) پھر جب وہ بھاری ہوگیا تو دونوں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی کہ دے ہم کو (لڑکا) بھلا چنگا تاکہ ہم ہوں شکر کرنیوالوں میں سے (۱۸۹)

کیا ہے جو اصلی معنی اُس لفظ کے ہیں ✦

یہ ترجمہ اوروں نے بھی اختیار کیا ہے تفسیر کبیر میں ابو مسلم کا یہ قول لکھا ہے اتیناہ ایاتنا ای بیناھا فلم یقبل وعری منہا۔ یعنی ہم نے اپنی نشانیاں اُس کے سامنے ظاہر کیں پھر اُس نے قبول نہ کیا اور اُن سے علٰحدہ ہوگیا۔ ظاہر کرنے اور پاس لانے کا ایک ہی مطلب ہے ✦

دوسری بحث اس میں یہ ہے کہ "الذی" سے کون شخص مراد ہے اور یہ قصہ کس کا ہے۔ قرآن مجید میں اُس شخص کا نام نہیں بتایا گیا اِس لئے مفسرین نے اپنے قیاس کے مطابق متعدد نام لکھے ہیں اکثر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ الذی سے بلعم باعور مراد ہے جس کا بہت بڑا قصہ توریت سفر اعداد باب بست و دوم و بست وسوم و بست و چہارم میں مذکور ہے اُن بابوں سے پایا جاتا ہے کہ وہ نبی تھا اور خدا سے ہم کلام ہوتا تھا پھر بُت پرست ہوگیا اور بنی اسرائیل کو بھی بُت پرستی پر مائل کیا علاوہ اس کے بہت بڑا اُس کا قصہ ہے آخر کار بنی اسرائیل نے اُس کو مار ڈالا۔ ہمارے علمائے مفسرین نے اُسی قصہ کو اپنی تفسیروں میں لکھ دیا۔ مگر توریت میں اُس کا قصہ ایسے طور پر لکھا ہے کہ کسی طرح تسلیم کے قابل نہیں ہے ✦

بعض مفسروں کا قول ہے کہ "الذی" سے اُمیہ بن ابی صلت مشہور شاعر عرب مراد ہے جو پہلے اس آیت کا قائل تھا کہ ایک نبی ہونے والا ہے مگر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ایمان نہ لایا اور کافر مرا۔ بعضوں کا قول ہے کہ ابی عامر الراہب مراد ہے جس نے منافقوں کو ورغلا کر مسجد ضرار بنوائی تھی۔ مگر اُن دونوں کا قصہ ایسا نہیں ہے کہ قرآن مجید میں بطور ایک قصہ عظیم قابل عبرت کے اُس کا ذکر کیا جاوے۔ پس ہم کو خود قرآن مجید پر غور کرنا اور اُسی سے الذی کے مشارٌ الیہ کو تلاش کرنا چاہیئے ✦

جہاں تک قرآن مجید سے مستنبط ہوسکتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہے ہم نے ابھی ثابت کیا ہے کہ اتیناہ کے معنی اُس کے پاس لانے کے ہیں جس کی تفسیر ابو مسلم نے بیناھا سے کی ہے۔ خدا تعالےٰ نے بہت سی نشانیاں

www.poetrymania.com©

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ (۱۹۰) اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُوْنَ (۱۹۱)

پھر جب خدا نے اُن کو بھلا چنگا (لڑکا) دیا تو انہوں نے اُس میں جو اُن کو دیا گیا تھا خدا کے لئے شریک بنائے۔ پھر اللہ اعلےٰ تر ہے
اُس سے جس کو شریک کرتے ہیں (۱۹۰) کیا وہ (خدا کے ساتھ) اس کو شریک کرتے ہیں جو کچھ نہیں پیدا کر سکتا اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اپنے پوجنے والوں کے لئے مدد نہیں کر سکتے اور نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں (۱۹۱)

فرعون کے پاس لایا مگر اُس نے کسی کو قبول کیا، فانسلخ منہا، جس کی طرف اشارہ ہے۔

اور ایک جگہ خدا تعالےٰ نے فرعون کی نسبت فرمایا ہے "ولقد ارینٰہ اٰیٰتنا کلہا فکذب وابٰی" یعنی ہم نے فرعون کو سب نشانیاں دکھلائیں پھر اُس نے جھٹلایا اور انکار کیا۔ یہ دونوں آیتیں ایک سی ہیں اور ان دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ الذی سے فرعون کی طرف اشارہ ہے جس کا قصہ اس قابل تھا کہ لوگوں کو عبرت دلانے کے لئے اُس کے بیان کرنے کو کہا جاوے جیسا کہ متعدد جگہ قرآن مجید میں اُس کا بیان آیا ہے۔ تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے کہ "وجاز ان یکون ھذا الموصوف فرعون فانہ تعالےٰ ارسل الیہ موسیٰ وھارون فاعرض وابٰی وکان عادیا ضالا متبعا للشیطان" یعنی ہو سکتا ہے کہ الذی کا موصوف فرعون ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُس کے پاس موسےٰ و ہارون کو بھیجا اور اُس نے نہ مانا اور وہ گمراہ تابع شیطان تھا۔

(۱۸۹) (ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ) اکثر لوگ سمجھتے ہیں اور بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے کہ "نفس واحدۃ" سے حضرت آدم مراد ہیں اور "وجعل منہا زوجہا" سے حضرت حوا جو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئی تھیں۔ اس امر کے قرار دینے کے بعد تفسیروں میں حضرت حوا اور شیطان کا قصہ لکھا ہے جو قریب زمانہ وضع حمل کے واقع ہوا اور اُس کے بہکانے سے حضرت حوا و حضرت آدم نے اپنے پہلوٹھے بیٹے کا نام عبدالحرث یعنی عبدالشیطان رکھا۔ یہ سمجھ اور یہ قصہ بالکل لغو اور غلط ہے امام فخرالدین رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس سے انکار کیا ہے اور اُس کے باطل ہونے پر چھ دلیلیں قایم کی ہیں اور اخیر کو لکھا ہے کہ "فثبت بھذہ الوجوہ ان ھذا القول فاسد ویجب علی العاقل المسلم ان لا یلتفت الیہ" یعنی یہ قصہ غلط ہے اور مسلمان کو اس پر التفات کرنی نہیں چاہئے۔

www.poetrymania.com©

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری تابعداری نہ کرینگے۔ تمہارے لئے برابر ہے خواہ تم ان کو بلاؤ یا تم چپکے ہو رہو ﴿۱۹۳﴾

اس آیت میں نہ حضرت آدم کا ذکر ہے نہ حضرت حوّا نہ من نفس واحدۃ سے کوئی شخص یا کوئی خاص شخص مراد ہے۔ اسی آیت کے بعد "عما یشرکون" کا لفظ بصیغۂ جمع آیا ہے جس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ "نفس واحدۃ" سے شخص واحد مراد نہیں ہے۔ آیت کے معنی بہت صاف میں خدا فرماتا ہے کہ میں نے تم کو اور تمہاری عورتوں کو جان واحد سے پیدا کیا ہے یعنی مرد و عورت سب میں ایک ہی جان ہے۔ دونوں خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں مگر مشرکوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کی عورتوں کو حمل رہتا ہے تو خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ نیک یا بے نقص لڑکا پیدا ہو پھر جب پیدا ہوتا ہے تو خدا کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔ کسی کا نام۔ عبدلات۔ اور کسی کا عبدمنات۔ اور کسی کا۔ عبدالعزے وغیرہ رکھتے ہیں اور خدا کے سوا بتوں اور لوگوں کے بندہ ہونے کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ پس اس میں مشرکین کی عام حالت شرک کا بیان ہے۔ آدم یا حوّا کے پیدا ہونے اور پہلو سے نیا بننے سے اور شیطان کے جھوٹے قصہ اور اس کے حضرت حوا کو بہکانے سے کچھ تعلق نہیں ہے +

بعض مفسرین کی بھی یہی رائے ہے جو میں نے بیان کی ہے چنانچہ تفسیر کبیر میں قفال کا

قال القفال انه تعالٰی ذکر هذه القصة علٰی تمثیل ضرب المثل وبیان ان هذه الحالة صورة حالة هؤلاء المشرکین فی جهلهم وقولهم بالشرك وتقریر هذا الکلام کانه تعالٰی یقول هو الذی خلق کل واحد منکم من نفس واحدة وجعل من جنسها زوجها انسانا یساویه فی الانسانیة فلما تغشی الزوج زوجته وظهر الحمل دعا الزوج والزوجة ربهما لئن اٰتیتنا ولدا صالحا سویا لنکونن من الشاکرین لاٰلائك ونعمائك فلما اٰتاهما الله ولدا صالحا سویا جعل الزوج والزوجة لله شرکاء فیما اٰتاهما لانهم تارة ینسبون ذلك الولد الی الطبائع کما هو قول الطبائعیین

یہ قول لکھا ہے کہ اللہ تعالٰے نے بطور ضرب المثل کے اس قصہ کی تمثیل دی ہے کہ یہ حالت مشرکین کی جہل اور کفر اور شرک کی حالت ہے گویا خدا یہ فرماتا ہے کہ وہی اللہ ہے جس نے پیدا کیا ہر ایک شخص کو تم میں سے ایک جان سے اور اسی کی جنس انسان سے اس کا جوڑا بنایا جو انسانیت میں اس کی برابر ہے پھر جب وہ دونوں آپس میں ملتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے تو خصم جورو اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں کہ دے ہم کو بیٹا اچھا صحیح سالم تاکہ ہم تیری عنایتوں اور نعمتوں کے شکر کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب ان کو

www.poetrymania.com©

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (١٩٤)

أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ (١٩٥)

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (١٩٦)

جو لوگ کہ پکارتے ہیں اَوروں کو اللہ کے سوا (وہ بھی) مثل تمہارے خدا کے بندے ہیں پھر اُن کو پکارو پھر وہ تم کو جواب دینگے اگر تم سچے ہو (۱۹۴) کیا اُن کے لئے (یعنی بتوں کے لئے) پاؤں ہیں اُن سے وہ چلتے ہیں۔ کیا اُن کے لئے ہاتھ ہیں اُن سے وہ پکڑتے ہیں۔ کیا اُن کے لئے آنکھیں ہیں اُن سے وہ دیکھتے ہیں۔ کیا اُن کے لئے کان ہیں اُن سے وہ سُنتے ہیں۔ کہدے لے پیغمبر بلاؤ اپنے شریکوں کو (یعنی جن کو خدا کے ساتھ شریک کرتے ہو) پھر میرے ساتھ مکر کرو اور مجھ کو مہلت مت دو (۱۹۵) بیشک میرا دوست اللہ ہے جس نے اُتاری کتاب اور وہ دوستی کرتا ہے نیک کام کرنے والوں سے (۱۹۶)

وتارۃ الی الکواکب کے ھو قول المنجمین وتارۃ الی الاصنام والاوثان کما ھو قول عبدۃ الاصنام ثم قال تعالی اللہ عما یشرکون ای تنزہ اللہ عن ذلک الشرک وھذا جواب فی غایۃ الصحۃ والسداد۔ تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۔۔۔۔

اللہ نے اچھا صحیح سالم بیٹا دیا تو خصوصیت سے اُس میں جو خدا نے اُن کو دیا اللہ کا شریک کرنے لگے۔ کیونکہ کبھی تو اُس لڑکے کے پیدا ہونے کو طبیعت کے سبب کہتے ہیں جیسے کہ قول اُن لوگوں کا ہے جو طبیعت کو خالق حقیقی جانتے ہیں۔ اور کبھی اُس کے ہونے کو ستاروں کے اثر سے منسوب کرتے ہیں جیسے کہ نجومیوں کا قول ہے۔ اور کبھی دیوتاؤں اور بتوں کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے کہ بتوں کے پوجنے والوں کا طریقہ ہے۔ اس کے بعد خدا نے فرمایا کہ پاک ہے اللہ اس بات سے جس سے وہ شرک کرتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قفال بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس آیت میں نفس واحدہ سے حضرت آدم مراد ہیں۔ اخیر کو امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ یہی بات صحیح اور مضبوط ہے +

علمائے متقدمین نے جو محقق ہونے کا درجہ رکھتے تھے ہر ایک امر کو محقق طور پر بھی بیان کیا ہے۔ مگر عظمت کے سبب لغو بیہودہ قصے زیادہ تر مشہور ہو گئے ہیں اور محققین کی رائیں جو عام پسند نہیں ہوتیں مشہور نہیں ہوئیں۔ فتدبر +

(۱۹۹) (وما ینزغنک) اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو بڑی دقت پڑی ہے کیونکہ وہ شیطان کو ایک جداگانہ مخلوق خارج از انسان اور خدا تعالےٰ کا مخالف اور لوگوں کو بدی و نافرمانی پر رغبت دینے والا اور بہکانے والا کفر و شرک میں ڈالنے والا قرار دیتے ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ انبیا علیہم السلام کو شیطان بہکا نہیں سکتا اور اُن کو بالکل ذرا سا بھی خیال نہیں ہوتا۔ پھر کیونکر خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کہ (واما ینزغنک

www.poetrymania.com©

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ
يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ
اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾
خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ
مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ
اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۹۹﴾

اور جو لوگ کہ پکارتے ہیں بدون اللہ کے سوا وہ
اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی آپ مدد کرتے
ہیں ﴿۱۹۶﴾ اور اگر تو اُن کو بلاوے ہدایت کی طرف تو
وہ نہیں سُننے کے۔ تو اُن کو یعنی بتوں کو دیکھتا ہے
تیری طرف نظر کر رہے ہیں اور وہ دیکھتے نہیں ﴿۱۹۷﴾
درگذر کو اختیار کر اور اچھے کاموں کے کرنے کا حکم کر اور
مُنہ پھیر جاہلوں سے ﴿۱۹۸﴾ اور اگر بھڑکاوے تجھ کو
شیطان کا بھڑکانا تو پناہ مانگ اللہ سے بیشک وہ سُننے
والا ہے جاننے والا ﴿۱۹۹﴾

من الشیطان نزغ ٭ پھر مفسرین نے اس کے جواب میں بہت سی تقریریں اور تاویلیں کی ہیں جو نہایت سڑی بُسی مردہ ہیں لیکن اگر ٹھیک ٹھیک مطلب سمجھا جاوے تو آیت کی تفسیر میں کوئی مشکل و دقت نہیں ہے ٭

یہ بات مذہب اسلام کے ہر فرقہ میں مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی انسانوں کی مانند بشر ہیں جیسے کہ خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فرمایا ہے کہ ”انا بشر مثلکم یوحی الی“ پس جو تقتضاے بشریت ہے اُس سے انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں ہیں انبیاء میں اور عام انسانوں میں یہ فرق ہے کہ انبیاء اُس تقتضاے بشری کو روک لیتے ہیں اور اُس پر غالب آجاتے ہیں اور عام انسان اُس سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور وہ اُن پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس آیت سے اوپر کی آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا کہ جاہلوں سے درگذر کر اور اُن سے اپنا مُنہ پھیر لے یعنی کافر جو نالایق باتیں کرتے ہیں اُن سے درگذر کرنا چاہئے۔ مگر ایسی باتوں سے رنج ہونا یا غصہ آنا ایک امر طبعی و تقتضاے بشری ہے اس لئے خدا نے فرمایا کہ اگر تجھ کو ایسا امر پیش آوے تو خدا کو یاد کر اور خدا کی طرف متوجہ ہو تاکہ وہ رنج یا غصہ جو تقتضاے بشریت آیا تھا دب جاوے اور غالب نہ ہونے پاوے۔ اس آیت میں اور اس کے بعد کی آیت میں شیطان کے لفظ سے صاف اشارہ اُس قوت غضبیہ کی طرف ہے جو انسانوں میں اور انبیاء میں بھی بتقتضاے خلقت بشری موجود ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی رنج نہ ہوتا تھا یا کبھی غصہ نہ آتا تھا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کمال نفس سے خدا کی طرف توجہ کرنے سے رنج دُور فرماتے تھے اور غصہ کو دبا دیتے تھے اور قوت غضبیہ کو اپنے پر غالب نہ ہونے دیتے تھے۔ یہ آیت علانیہ ثابت کرتی ہے کہ قرآن مجید میں شیطان کا لفظ اُنہی قوا پر جو بمقابلہ قواے ملکوتیہ کے انسانوں میں بتقتضاے فطرت و خلقت انسانی کے ہیں اطلاق ہوا ہے نہ کسی ایسے وجود خارجی پر جو خدا کے مقابل اور اُس کا مخالف ہو۔ پس آیت میں کوئی ایسی مشکل نہیں ہے جس سے ذات پاک رسول مقبول پر کوئی منقصت آسکے ٭

www.poetrymania.com©

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ﴿۲۰۰﴾ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿۲۰۱﴾ وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي ۚ هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰۲﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۳﴾	بیشک جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہیں جب کہ اُن کو چھوتا ہے وسوسہ شیطان کا تو (اللہ کو) یاد کرتے ہیں پھر وہ ہیں سوچنے والے ﴿۲۰۰﴾ اور اُن کے بھائی اُن کو کھینچتے ہیں نافرمانی میں پھر کچھ کمی نہیں کرتے ﴿۲۰۱﴾ اور جب تو اُن کے پاس کوئی نشانی نہیں لاتا تو کہتے ہیں کیوں نہیں تو اُس کو بنا لاتا۔ کہہ دے اے پیغمبر کہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ میں تابعداری کرتا ہوں اُس کی جو وحی بھیجی گئی ہے میرے پاس میرے پروردگار سے۔ یہ دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں ﴿۲۰۲﴾ اور جب قرآن پڑھا جاوے تو تم اُس کو سنو اور چپ رہو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ ﴿۲۰۳﴾

شک ہے کہ بعض مفسرین نے بھی قریباً قریباً اسی مطلب کی طرف رجوع کی ہے امام فخر الدین رازی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ جب خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اچھے کاموں کا حکم دیا تو کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک بیوقوف اپنی بیوقوفی ظاہر کر کے طبیعت کو بھڑکا دیتا ہے ایسے وقت کے لئے خدا نے اُس کے مقابلہ کرنے کے عوض سکوت اختیار کرنا فرمایا اور کہا کہ منہ پھیر لے جاہلوں سے اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیوقوف کا اس طرح پیش آنا غصہ اور غضب کو بھڑکا دیتا ہے انسان درست حالت پر نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں شیطان کو موقع ملتا ہے انسان کو نہ کرنے کی باتوں کے کر بیٹھنے

وتقریر الکلام انہ تعالیٰ لما امرہ بالمعروف فعند ذلک ربما یہیج سفیہ ویظہر السفاہۃ فعند ذلک امرہ تعالیٰ بالسکوت عن مقابلتہ فقال واعرض عن الجاہلین ولما کان من المعلوم ان اقدام السفیہ قد یہیج الغضب والغیظ ولا یبقی الانسان علی حالۃ السلامۃ وعند تلک الحالۃ یجد الشیطان مجالا فی حمل ذلک الانسان علی مالا ینبغی لاجرم بین تعالیٰ ما یجری مجری العلاج لہذا المرض فقال فاستعذ باللہ ۔
تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۴۹ ۔

پر برانگیختہ کرنے کا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے ایسی بات بتا دی جو اس مرض کے علاج کی جگہ ہے اور کہا کہ پناہ مانگ اللہ سے۔ یہ تمام تقریر امام صاحب کی وہی ہے جو ہم نے لکھی ہے صرف وہ فقرہ اس تقریر کا جس پر ہم نے لکیر کر دی ہے مہمل ہے اگر وہ خارج کر دیا جاوے تو امام صاحب کی تحریر اور ہماری تقریر میں کچھ فرق نہیں ہے۔ تعجب یہ ہے کہ جب خود امام صاحب نے لکھا ہے کہ غصہ کی حالت میں انسان درست حالت پر نہیں رہتا تو پھر شیطان کو بلانے کی کیا حاجت رہی تھی ۔

﴿۲۰۱﴾ (واخوانہم یمدونہم) اس آیت کی تفسیر میں صرف اس قدر بیان کرنا ہے کہ ہم کی ضمیر کس کی

www.poetrymania.com©

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ (۲۰۴)
اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ
يَسْجُدُوْنَ (۲۰۵)

اور یاد کر اپنے پروردگار کو جی میں عاجزی اور خوف سے
پکار کر بات کہنے کی بہ نسبت دھیمی بات سے صبح کو اور شام کو
اور تو نہ ہو غفلت کرنے والوں میں سے (۲۰۴) بیشک
جو لوگ تیرے پروردگار کے قریب ہیں وہ تکبر نہیں کرتے
اس کی عبادت سے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور
اسکے لیے سجدہ کرتے ہیں (۲۰۵)

طرف راجع ہے مفسرین "ھم" کی ضمیر کو جو "اخوانھم" میں ہے شیطان کی طرف راجع لیتے ہیں اور مفرد کی طرف ضمیر جمع کا راجع ہونا باعتبار جنس کے سمجھتے نہیں اور جو ضمیر "ھم" کی "یمدونھم" میں ہے اس کو "الذین اتقوا" کی طرف پھیرتے ہیں۔ اور "یمدون" کے معنی امداد کے لیتے ہیں ✦

تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ "اخوانھم" کے معنی ہیں اخوان الشیاطین یعنی شیاطین مدد کرتے ہیں

ان المعنی واخوان الشیاطین یمدون الشیاطین فی الغی وذلک لان شیاطین الانس اخوان الشیاطین الجن فشیاطین الانس یغوون الناس فیکون ذلک مداداً منھم لشیاطین الجن علی الاغواء والاضلال۔ والقول الثانی ان اخوان الشیاطین ھم الناس الذین لیسوا بمتقین فان الشیاطین یکونون مدداً لھم فیہ والقولان مبنیان علی ان لکل کافر اخاً من الشیاطین۔
تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۵۱ ✦

شیاطین کی گمراہی میں اور یہ بات اس طرح پر ہے کہ شیطان آدمی بھائی ہیں شیاطین جن کے پھر شیطان آدمی لوگوں کو بہکاتے ہیں اور اس سے مدد ملتی ہے شیاطین جن کو بہکانے پر اور گمراہ کرنے پر۔ دوسرا قول یہ ہے کہ شیطانوں کے بھائی وہ لوگ ہیں جو پرہیزگار نہیں ہیں پس شیاطین اُن کے لیے بطور مدد کے ہیں اور یہ دونوں قول اس یقین پر مبنی ہیں کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے ✦

مگر یہ تقریر وہمی اور خیالی ہے۔ یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ ہر ایک کافر کا ایک شیطان بھائی ہوتا ہے مگر جب اس کا ثبوت چاہو تو بجز خیال و وہم کے کچھ نہیں۔ میرے نزدیک آیت کے معنی بہت صاف ہیں اور "یمدون" کے معنی اس مقام پر امداد کے ہیں "اخوانھم" کی ضمیر اور "یمدونھم" کی ضمیر "الذین اتقوا" کی طرف راجع ہے آیت کے معنی نہایت صاف ہیں کہ پرہیزگار آدمیوں کے دل میں جب کوئی وغدغہ آتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اُن کے بھائی بند اُن کو گمراہی میں کھینچ لیجانے میں کچھ تقصیر نہیں کرتے ✦

تم الجلد الثالث من تفسیر القرآن